یکی از مطبوعات طبی اکاڈمی، دہلی

تاریخ علم تشریح

حکیم سید ظل الرحمن، بی۔ یو۔ ایم۔ ایس علیگ
لیکچرار جامعہ طبیہ، دہلی

مُصنّف

	سید ظل الرحمٰن
والد کا نام	حکیم سید فضل الرحمٰن
مقام پیدائش	بھوپال
تاریخ پیدائش	۲۷ جولائی ۱۹۳۸ء
تعلیم	احمدیہ اسکول بھوپال ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ
	طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
مشاغل	سابق ایڈیٹر طبیہ کالج میگزین علی گڑھ
	مرتب شیخ الرئیس نمبر
	سابق ہاؤس فزیشین طبیہ کالج علی گڑھ
	لیکچرار جامعہ طبیہ دہلی
	ایڈیٹر ماہنامہ الحکمت دہلی
	ناظم طبی اکاڈمی دہلی
	جنرل سکریٹری یونانی طبی کانفرنس صوبہ دہلی
تصنیفات	۱۔ دورِ جدید اور طب (مطبوعہ)
	۲۔ ترجمہ رسالہ جودیہ ابن سینا (زیر طبع)

زیر ترتیب

۱۔ قدیم مصری طب

۲۔ تاریخ علم کیمیا

۳۔ تاریخ مرکبات وعلم الادویہ

۴۔ ترجمہ کتاب الجدری والحصبۃ، رازی

تاریخ
علم
تشریح

حکیم
سیّد
ظل الرحمٰن

تعداد ——— پانچ سو
کتابت ——— حفیظ الدین صدیقی
طباعت ——— الجمعیۃ پریس، دہلی
قیمت ——— دس روپے
پتہ ——— ملّی اکاڈمی ۲۵۲۷ بارہ دری شیر افگن دہلی ۶
سال ——— ۱۹۶۷ء

تـهـدیہ

میں اس ارمغان علمی کو

گرامی قدر رئیس الاطبار حکیم رئیس احمد صاحب سنبھلی کی

خدمت میں بصد خلوص و نیاز پیش کرتا ہوں ـــ

حیف بر جان سخن گر بہ سخن دان نرسد

ظل الرحمٰن

فہرس

مقدمہ

پروفیسر محمد زبیر صدیقی

مولوی فاضل (پنجاب)، ام، اے، بی، ال (پٹنہ) پی، ایچ، ڈی (کیمبرج)

علم تشریح کی تاریخ ایک نہایت ہی اہم اور دلچسپ موضوع ہے۔ اس کی اہمیت نہ صرف کل اطباء اور علماء نے بلکہ بعض ہادیانِ دین نے بھی تسلیم کی ہے۔ چنانچہ یہ مقولہ عام طور پر پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ العلم علمان، علم الادیان، وعلم الابدان۔ یعنی اہم ترین علوم دو ہی ہیں۔ علم دین اور علم ابدان۔ ممکن ہے کہ علم دین سے مقصود علم نظری ہو جس میں فلسفہ، قانون اور تصوف وغیرہ داخل ہیں۔ اور علم ابدان سے مقصود علم طبعی ہو، جس میں علم حیوانات، علم کیمیا اور علم نباتات وغیرہ داخل ہیں۔ قرآن مجید (سورۂ حج و سورۂ مومنون) میں ایک نطفہ سے لے کر بچے کی ولادت تک کے کل مدارج کم وبیش تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں، جو زمانہ حال کی تحقیق کے عین مطابق ہیں

یہ تو ظاہر ہے کہ دوسرے علوم کی طرح علم تشریح جسدِ انسانی کی ترقی بھی مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں بتدریج ہوتی رہی۔ چنانچہ جب انسان جنگلوں اور پہاڑوں میں غیر متمدن زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں بھی وہ مختلف امراض کا علاج مختلف

طریقوں سے کیا کرتا تھا اور بعض امراض کا علاج بعض لوگوں کی فصد کر کے حسب ضرورت خون نکال کر کرتا تھا۔ بعض عجائب خانوں میں جنگلی انسانوں کی غیر متمدن عہد کی ایسی کھوپڑیاں اب بھی موجود ہیں، جن میں بار بار سوراخ کئے گئے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ شکل اور اہم عمل بالبد کسی سخت مرض کے علاج ہی کے لئے کیا گیا تھا۔ اور رگوں کی فصد کا عمل ہو، یا کھوپڑی میں سوراخ کرنے کا عمل یہ دونوں جسد انسانی کے متعلقہ اعضاء کی تشریح کے علم کے بغیر ناممکن ہیں۔ تشریح کا یہ ناقص ابتدائی علم پہلے تو خاص خاص اعضاء اور عروق تک محدود تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس میں ترقی اور وسعت ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ موجودہ زمانے میں اس نے ایک مستقل سائنس کی شکل اختیار کر لی۔

متعدد دوسرے علوم کی طرح اس علم کی ابتدا بھی عورتوں ہی نے کی تھی۔ غیر متمدن عہد میں مرد تو عموماً کھانے پینے کی چیزوں کی تلاش میں کبھی جنگلوں اور پہاڑوں میں، اور کبھی دریاؤں اور سمندروں کے کنارے مارے مارے پھرا کرتے تھے، اور زیادہ تر درختوں کے نیچے اور پتھروں کی چٹانوں پر سویا کرتے تھے، اور عورتیں ہی جھونپڑے بناتی تھیں، بچوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ علالت کی حالت میں جڑی بوٹیوں وغیرہ سے ان کا علاج کرتی تھیں، ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور ان کی ٹوٹی ہڈیاں جوڑتی تھیں۔ ان کاموں کے لئے عورتوں کا محبت آمیز برتاؤ، ان کی نازک نازک انگلیاں، اور ان کی چکنی چکنی ہتھیلیاں مردوں کی خشم آلود نگاہوں اور ان کے سخت اور کھردرے ہاتھوں سے زیادہ موزوں اور مناسب تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مردوں سے پہلے عورتیں ہی طبیب اور جرّاح ہوئیں۔ اور موجودہ زمانہ میں بھی غیر متمدن اقوام میں عموماً عورتیں ہی طبیب اور جرّاح کے فرائض انجام دیتی ہیں۔

جب انسان نے تمدنی دور میں قدم رکھا، اور اس کو علمی شعور پیدا ہوا، اور اس بات کا احساس ہوا کہ چیزوں کو دیکھ کر ان کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرے، تو انسانوں کی لاشوں کو دیکھ کر جو اس کو جنگلوں اور پہاڑوں میں پڑی ہوئی ملیں، اس نے جہاں تک اس کے لئے ممکن تھا، تشریح انسانی کے متعلق اپنے علم میں اضافہ اور

توسیع کی۔ اس طرح مختلف اقوام میں، ایک ہی زمانہ میں، یا یکے بعد دیگرے علم تشریح کا ایک چھوٹا سا ڈھانچہ تیار ہوگیا۔ لیکن یہ ڈھانچہ بہت ہی ناقص تھا۔ اور اس میں طرح طرح کی غلطیاں تھیں۔ جیسے جیسے انسان تمدن میں آگے بڑھتا گیا، اس کی مختلف قسم کی معلومات میں بھی ترقی ہوتی رہی اور علم تشریح کے متعلق بھی اس کی معلومات میں وسعت اور ماقبل کی غلطیوں کی تصحیح ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ علم تشریح نے ایک مستقل سائنس کی صورت اختیار کرلی۔ چین، ہندوستان، مصر، یونان اور روم وغیرہ میں اس علم کو بہت زیادہ ترقی ہوئی۔

اس سلسلہ میں تین دور خاص طور پر سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک تو وہ دور جس میں ادھر ادھر انسانوں کی پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر علم تشریح کی بنیاد رکھی گئی۔ دوسرا وہ دور جس میں انسان کے مماثل جانوروں کی تشریح کرکے جسد انسانی کی تشریح کی تصدیق کی گئی۔ اور تیسرا وہ دور جس میں مردہ انسانوں کی لاشوں کی قطع و برید کرکے علم تشریح کی تکمیل کی کوشش کی گئی۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مختلف دور کس ملک میں اور کب شروع ہوئے اس لئے کہ تاریخ علم تشریح کے متعلق اب تک جو معلومات بہم پہنچائی جاسکی ہیں وہ محض ناقص اور ناکافی ہیں۔ تقریباً ایک صدی قبل تک کسی علم کی تاریخ لکھی ہی نہیں گئی تھی۔ اور جو تاریخیں لکھی گئی تھیں، وہ کسی علم کی تاریخ پر مشتمل ہونے کی جگہ یا تو محض سیاسی تاریخیں ہیں، یا مختلف علوم و فنون کے ماہروں کے حالات زندگی اور ان کی تصنیفات کے ذکر پر مشتمل ہیں اور محض ضمناً ان ماہرین علوم نے مختلف علوم میں جو اضافے کئے ہیں یا ان کے متعلق جو اصول قائم کئے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر بھی آگیا ہے۔

مختلف علوم و فنون کے ماہروں کے حالات جتنے عربوں نے جمع کئے اتنے کسی قوم نے ان سے قبل جمع نہیں کئے تھے۔ لیکن عربی زبان کا یہ ضخیم ادب بھی کسی علم کی تاریخ سے بحث نہیں کرتا، بلکہ صرف ماہرین علوم کی زندگی کے حالات اور ان کی تصنیفات کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین نے اپنی کتابوں کا نام

تاریخ طب، یا تاریخ حکمت نہیں رکھا، بلکہ تاریخ الحکماء، یا طبقات الاطباء، یا تذکرۃ الکمالیین وغیرہ رکھا ہے

لیکن قدیم دستاویزات، قوانین کے مجموعوں، ادبی اور تاریخی کتابوں اور ماہرین علوم وفنون کی بعض تصنیفات اور ان کے تذکروں سے مختلف علوم وفنون کی تاریخ پر بھی تھوڑی بہت روشنی ضرور پڑتی ہے

چنانچہ قدیم متمدن عہد میں انسانی لاشوں کی تشریح کی ممانعت کے باوجود، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، چین کے قانون نے زمانہ قدیم میں اس کی اجازت دی تھی کہ جسد انسانی کی تشریح کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے انسانی لاشوں کی تشریح کی جا سکتی ہے، اگرچہ زمانہ مابعد میں قانوناً اس عمل کی ممانعت کر دی گئی۔ اس بات کا کوئی صریح ثبوت نہیں ملتا کہ چینیوں، مصریوں، یونانیوں، رومیوں یا عربوں نے زمانہ قدیم یا قرون وسطیٰ میں انسانی جسد کی تشریح کی ہو۔ اس کے متعلق سارے بیانات بعض مصنفین کے مبہم الفاظ اور جملوں پر مبنی ہیں۔

اس سلسلہ میں پرانے زمانے کے صرف ایک مصنف کا بیان نہایت صریح، صاف اور مفصل ہے۔ یہ مصنف ہمارے ملک ہندوستان کا مایہ ناز طبیب اور جراح سسرت ہے اس نے اپنی کتاب میں جو سسرتا سمہتا کے نام سے مشہور ہے اور جس کا ذکر حکیم ظل الرحمٰن صاحب نے بھی موجودہ تالیف میں کیا ہے۔ سسرت نے نہایت تفصیل سے لکھا کہ انسانی لاشوں کو تشریح کے خیال سے کس طرح کتنے دنوں تک محفوظ رکھنا چاہیئے، اور تشریح کا عمل کس طرح شروع کرنا چاہیئے اس فاضل طبیب اور جراح نے اپنی کتاب میں پلاسٹک سرجری کا بھی جو عام طور پر زمانہ حال کی ایجاد سمجھی جاتی ہے، نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور اسی کتاب میں طبی تعلیم کا مکمل نصاب بھی پیش کیا ہے، جس میں عملی تجربہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

لیکن سسرت کے عہد زندگی کی اب تک یقین کے ساتھ تعیین نہیں ہو سکی ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر ہاس کا بیان بالکل ناقابل وثوق ہے۔ ڈاکٹر ہاس نے اپنے بعض

مضامین میں سسرت کی شخصیت ہی سے انکار کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ لفظ سسرت، لفظ سقراط ہی کی ایک متبدل شکل ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کا آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں عربی زبان میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لئے کہ وہ بنارس کا رہنے والا تھا۔ اور نویں صدی عیسوی تک بنارس کے ساتھ عربوں کے تعلقات نہیں قائم ہوئے تھے۔ ڈاکٹر ہاس کے یہ بیانات آپس میں متضاد ہونے کے باوجود اس کے عربی ماخذ سے غایت لاعلمی پر مبنی ہیں۔ اس لئے کہ اس کتاب کے عربی ترجمہ اور مترجم کا نام متعدد معتبر اور موثق عربی کتابوں میں موجود ہے۔ علی بن ربن طبری نے فردوس الحکمۃ میں سسرت کی کتاب سے متعدد اقتباسات بھی نقل کئے ہیں حالانکہ علی بن ربن سنسکرت سے بالکل ناواقف تھا۔ یہ اقتباسات اصل کتاب کے بعض حصّوں سے پوری مطابقت رکھتے ہیں لہذا ڈاکٹر ہاس کا یہ خیال کہ سسرت کا زمانہ سنہ عیسوی کی ابتدا میں واقع تھا قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس بارے میں علم طب کے اہم ترین مورخ ڈاکٹر نوئے برگر کی رائے کہ سسرت کا زمانہ پانچویں صدی عیسوی تھا زیادہ قرین قیاس ہے ۔۔۔
باور مخطوطہ" سے اس رائے کی تکذیب بھی نہیں ہوتی ہے

سسرت کا عہد جو بھی ہو اس نے جس تفصیل سے تشریح جسد انسانی اور اس کے مالہ و ماعلیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی لاش کی تشریح کی ابتدا سسرت سے بہت قبل ہو چکی تھی۔ اس لئے کہ اہم علمی اساسی اصول اور مختلف علوم کے بنیادی قوانین یکایک کسی فرد واحد کی دماغی اپج کے نتیجہ کے طور پر مختلف منازل سے گذر کر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ جایا کرتے، بلکہ بہتیرے کاملینِ فن کے مسلسل طویل مطالعہ و فکر و عمل سے آخری مکمل صورت اختیار کرتے ہیں۔ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے۔
سسرت نے جو باریک نازک اور اہم اصول لاشوں کے محفوظ رکھنے اور تشریح کے بیان کئے ہیں وہ محض اس کے ذاتی افکار و اعمال کے نتائج نہیں ہو سکتے، بلکہ سسرت سے صدیوں قبل ہمارے ملک کے بیسیوں اطبا اور سرجنوں نے لاشوں کو محفوظ رکھنے اور ان کی تشریح کے بیسیوں طرح کے تجربے کئے ہوں گے، اور بالآخر سسرت نے اپنے

فضل و کمال سے ان سبھوں کے اعمال و افکار کو کام میں لا کر یہ اصول قائم کئے ہوں گے۔ لہذا اجساد انسانی کی تشریح کا کام ہمارے ملک میں سنہ عیسوی کی ابتداء سے بہت قبل یقیناً شروع ہو گیا ہوگا۔

لیکن جسدِ انسانی کی تشریح کے زمانہ ابتدا کے حل کر لینے سے تاریخ تشریح کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے مختلف اقوام میں مختلف زمانوں میں تشریحی اعمال و افکار کا غائر مطالعہ ضروری ہے اور چونکہ تاریخ تشریح کے متعلق گذشتہ صدی کے وسط تک کسی تصنیف یا تالیف کا ذکر نہیں ملتا، اس لئے اس کے واسطے قدیم دستاویزات قوانین، ادب، تواریخ، تذکروں اور طبی تصنیفات کا غائر مطالعہ ضروری ہے یہ کام یورپ کے ارباب فن و کمال نے گذشتہ صدی کے نصف آخر کے بعد شروع کیا۔ گوٹنگن اور وینیک کے اطبا نے تاریخ طب و تشریح کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کیا اور اس علم کے متعلق تحقیق و تفتیش پر بہت زور دیا۔ آہستہ آہستہ یورپ کے مختلف ملکوں میں یہ خیال پھیل گیا۔ وہاں کے محققین نے اس علم کے گوناگوں اور بوقلموں ماخذ کا بغور مطالعہ کیا اور اپنی اپنی زبانوں میں علم طب اور تشریح کی تحقیقی عالمانہ تاریخیں مرتب کیں۔ چنانچہ علم طب کی تاریخ پر یورپ کی زبانوں میں اب اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اور فن تشریح کی تاریخ سے بھی اس جدید علمی تاریخ کے ادب میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

لیکن ہماری اردو زبان کا ادب مختلف علوم و فنون کی محققانہ تاریخ سے اب تک بالکل محروم ہے حکیم سید ظل الرحمن صاحب نے اپنے فاضل استاد حکیم عبداللطیف صاحب کی ہدایت کے مطابق علم تشریح کی تاریخ پر محققانہ کام شروع کیا۔ اس اہم اور دلچسپ موضوع پر اب تک عربی اور انگریزی زبانوں میں جو اہم کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کا غائر مطالعہ کیا، اور تین ہزار قبل مسیح سے اب تک مختلف اقوام کے ماہرین طب و تشریح کے ان علوم اور ان کے مسائل متعلقہ کے متعلق جو اہم خیالات رہے ہیں ان کو مختلف ماخذ سے اخذ کر کے نہایت سلیقہ کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور عالمانہ طور پر ترتیب دیا ہے اور اپنے ہر بیان کے ثبوت میں اپنے ماخذ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس میں شک نہیں

کہ بعض مقامات پر حکیم صاحب کے طرزِ استدلال سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو طب یونانی کے ساتھ جو آج کل ہمارے ملک میں رائج ہے، غیر معمولی تعلق ہے، یہ ایک محقق کی شان کے خلاف ہے۔ لیکن باوجود اس کے انہوں نے جس محنت اور عرق ریزی سے اپنے موضوع کے متعلق جو کثیر معلومات جمع کی ہیں، اور ان کو جس عالمانہ طریقہ سے ترتیب دیا ہے اور علم تشریح کی ہزاروں صدیوں کی تاریخ جس مختصر اور جامع طور پر بیان کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ حال کے علمی اصول تحقیق سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کو اپنے موضوع سے زبردست دلچسپی اور شغف ہے۔ یہ کتاب لکھ کر حکیم صاحب نے علم طب و تشریح کی اور اردو زبان کے علمی ادب کی نہایت قابلِ قدر اور قابلِ ستائش خدمت کی ہے اس کے لئے اطباء کا اردو خواں طبقہ اور اردو زبان کا علمی ادب حکیم صاحب کا ہمیشہ مرہونِ منت رہے گا۔

محمد زبیر صدیقی، کلکتہ

تعارف

شفاء الملک پروفیسر حکیم عبداللطیف فلسفی
سابق پرنسپل و ڈین فیکلٹی آف میڈیسن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

دنیا میں بہت سے انسان ایسے بدقسمت ملیں گے جن کا تذکرہ باقاعدہ فن تاریخ میں نہیں ملتا۔ حالانکہ ان کے کچھ مخصوص حالات اور کچھ مخصوص سوانح ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو قلمبند کیا جاتا تو وہ فن تاریخ کا ایک شاندار باب ہو سکتا تھا۔ اسی طرح بہت سے علوم و فنون بھی ایسے ہیں جو مورخین کی عام دلچسپی یا ان کے غور و فکر کا اہم مشغلہ نہیں بن سکے۔ انہی علوم و فنون میں سے ایک علم تشریح ہے جو مورخین کی دلچسپی کا خصوصی آماجگاہ نہیں بن سکا۔ حقیقت میں فن تشریح خصوصاً تشریح بدن انسانی علم الحیوانات کا ایک اہم شعبہ تھا۔ لیکن فن طب میں علاج بالدوا اور عمل بالید کی ضروریات نے اس کو فن طب کا ایک اہم شعبہ بنا دیا۔ علماء علم الحیوانات کی توجہات اور شغف سے یہ فن مستغنی ہونے لگا، اور علماء طب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن علماء طب کا اصلی مقصد اور غرض و غایت چونکہ حفظان صحت اور ازالہ مرض ہے۔ اور یہ علم مقصود بالذات نہیں تھا، بلکہ صرف ان کے واسطے معین و مددگار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے جس توجہ کا وہ مستحق تھا اس سے بڑی حد تک محروم رہا۔ غالباً حیوانیات اور طب دونوں کے علماء ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کا حق سمجھتے ہوئے اپنی توجہ کے لئے اس کو مقصود بالذات نہیں بنا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاص شعبہ کی کوئی مستند تاریخ اب تک مرتب نہ ہو سکی۔ تاریخ طب کی کتابوں میں اگرچہ تھوڑا بہت اس کا تذکرہ جا بجا کیا گیا ہے لیکن وہ بہت تشنہ ہے۔ اور اس تاریخ کے فقدان کی وجہ سے ایلوپیتھی کے علم تشریح کو اور اس کی گوناگوں ترقیوں کو عام لوگ یورپ کا کرشمہ سمجھنے لگے، اور یہ خیال

عام طور سے قائم ہوگیا کہ یونانی طب فن تشریح سے خالی یا نامکمل تشریح کی حامل ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ متقدمین کے تشریحی کارناموں کو سامنے لانے کے لئے باقاعدہ تحقیقی کام کیا جائے اور اس طرح تشریح کی ایک مکمل تاریخ مرتب کردی جائے۔ عزیز مخلص حکیم سید ظل الرحمن نے جو طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تشریح کے تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے جب تحقیقی کام شروع کرنا چاہا تو میں نے ان کے لئے اسی مضمون کو پسند کیا اور اسے انتہائی محنت اور جانفشانی سے انجام دینے کی خواہش کی۔ چنانچہ انہوں نے ستمبر ۱۹۶۰ء سے یہ ریسرچ ورک شروع کیا اور الحمدللہ کہ اپریل ۱۹۶۴ء میں نہایت عمدگی کے ساتھ اس کی تکمیل کی۔

اس کتاب میں فن تشریح کا بہت ابتدائی عہد سے جائزہ لیا گیا ہے اور قدیم اقوام کی تشریحی معلومات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان اقوام میں مصر اور بابل سب سے قدیم ہیں۔ مصری تشریح کا مطالعہ پائپرس کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ جس کے بغیر کہ مصر قدیم کے بارے میں کچھ جاننا بہت مشکل تھا۔ مصریات کے ماہروں کے لئے یہ بہت دلچسپی اور توجہ کا باعث ہوگا۔ اس زمانہ کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس میں کوئی تشریحی تخصیص یا تشریحی کارنامہ مل سکے گا۔ لیکن تحقیق اور تلاش کے بعد اس عہد کے کچھ تشریحی نشانات کا سراغ لگ گیا۔ مثال کے طور پر اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ پانچ ہزار برس قبل مسیح میں دوران خون کی معرفت حاصل تھی، اور قلب کو عروقی نظام کے مرکزی عضو کی حیثیت سے خیال کیا گیا تھا۔

بابلی تشریح میں مطالعہ جگر کی اہمیت اور اس کے واسطے سے سب سے قدیم جگر کا ماڈل جو تقریباً تین ہزار برس قبل مسیح سے تعلق رکھتا ہے، تشریح کی تاریخ میں بہت اہم ہے۔ اسی طرح چینی، ہندی، ایرانی، اسرائیلی، ایزٹکس اور عیاتی تشریحی معلومات بہت دلچسپ ہیں۔

یونانی طب کی تاریخ شروع ہونے سے پہلے جو سینکڑوں سال کا طبی دور ہے اس کے متعلق مواد بہت دشواری سے فراہم ہو سکا ہے۔ اور اس کے بیان میں تاریخی تسلسل کو دخل نہیں ہے اور یہ کسی طرح ممکن بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن تیرھویں صدی قبل مسیح سے جہاں سے کہ یونانی طب کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ سنوی اور تاریخی تسلسل کے ساتھ تشریحی تحقیقات کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ پھر پندرھویں صدی بعد مسیح پر ختم ہوا ہے۔ یعنی ستائیس سو سال کی تشریحی

ترقیات کا بیان پورے تاریخی تسلسل کے ساتھ موجود ہے۔ اس زمانہ کی کمی متفرق تشریحی معلومات کی فراہمی تسلط اور تفرق کی وجہ سے ایک دشوار گذار منزل تھی، مصنف پوری کامیابی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ دوسری تفصیلات میں پڑے بغیر انہوں نے ہر ایک کا دور اور اس کا کنٹری بیوشن دکھایا ہے۔ اور خالص علمی اور تحقیقی انداز اختیار کرتے ہوئے صحیح مستند حوالے کے ساتھ بیان کی ہے۔ اس سلسلہ میں عربی اور انگریزی ذرائع سے پوری مدد لی گئی ہے اور قابل ماخذ کتابیں ان کے پیش نظر رہی ہیں۔

عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ تشریح اموات کا آغاز تیسری صدی قبل مسیح اسکندریہ کے مدرسہ میں ہیروفیلوس اور ایراسیسطراطوس سے ہوا ہے۔ لیکن اس کتاب میں حکیم ظل الرحمٰن نے دکھایا ہے کہ تشریح اموات کا آغاز چھٹی صدی قبل مسیح سے ہو گیا تھا اور اس کا سہرا ہندوستان کے نامی وید سسرت کے سر ہے۔

عربی دور میں لاشوں کے ڈسکشن پر تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ اور مصنف کا یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ اسلام یا ہندو مذہب میں نفس جسم کا وہ تصور نہیں جو قدیم مصریوں یا چینیوں کے یہاں تھا، اس لئے ان مذاہب میں جسم کی تقطیع کی گنجائش سے بالکل ہی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے

جن صدیوں میں اہم طبی واقعات ظہور میں آئے ہیں ان کا بھی مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور تاریخ طب سے متعلق دوسرے اشارات بھی موجود ہیں۔ مثلاً مختلف طبی مکتب خیال اذعانیت پسند، نظریہ روح کے حامل، غیر تقلیدی، انتخابی، ہیروفیلوی اور ایراسیسطراطوسی وغیرہ۔ یا روم اور عرب میں طب یونانی کی منتقلی، یا چینی طب کا جاپان میں تعارف۔ آخر میں یورپ پر یونانی طب اور تشریح کے اثرات اور طب یونانی کی ہندوستان میں آمد پر کتاب کا خاتمہ کیا گیا ہے

ہمارے یہاں اس قسم کے تحقیقی کاموں کی بڑی کمی ہے اور بہت کم لوگ محنت سے کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ حکیم ظل الرحمٰن مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تحقیق اور ریسرچ کا حق ادا کیا۔ تاریخ طب کے سرمایہ میں یہ ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔

عبداللطیف

۲۰ جون ۱۹۷۴ء دہلی

پیش لفظ

تاریخ طب پر عربی اور انگریزی زبانوں میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن اردو میں کسی جامع اور مستند تاریخ کی ضرورت کو عرصے سے محسوس کیا جا رہا ہے، اور اس احساس میں اب کافی شدت آچلی ہے۔ میرے کئی دوستوں نے مجھے اس طرف متوجہ کیا اور اس کی فرمائش کی۔ اس سلسلہ میں کچھ کام کی ابتدا بھی کی گئی، اور مختلف ادوار قائم کر کے ایک خاکہ بھی بنایا گیا۔ پھر ایک بات یہ سامنے آئی کہ علم تشریح کی تاریخ پر بہت کم تحقیق کی گئی ہے، اور نہ صرف اردو بلکہ دوسری زبانوں میں بھی اس موضوع پر کوئی علیحدہ یا مستقل کتاب نہیں ہے۔ ادھر موجودہ دور میں یہ خیال بھی تقویت حاصل کرتا جا رہا ہے کہ علم تشریح ایلوپیتھی کا ایک مضمون ہے، جس کا نہ طب یونانی سے کوئی خاص تعلق ہے اور نہ زمانہ قدیم میں اس کا کوئی باقاعدہ ثبوت ملتا ہے۔ استاذی شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب فلسفی سابق پرنسپل طبیہ کالج و ڈین فیکلٹی آف میڈیسین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے جب اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی تو اس اہم تقاضہ کے پیش نظر تاریخ علم تشریح ہی کے موضوع کو انہوں نے بہت پسند کیا۔ اور میں اس خیال کی واقعی حقیقت معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوا، اور مسلسل چار سال کی عرق ریزی اور کاوش کے بعد تمام ممکن معیاری اور بیشتر خود مغربی مصنفین کی تاریخوں کی روشنی میں اس مضمون پر تحقیق کی۔

اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ علم تشریح کی تاریخ، تشریح اور طب یونانی کے باہمی تعلق و رشتہ کو واضح کرنے میں بہت سود مند ہوگی تو میرے لئے اتنے والہانہ ذوق و شوق سے کام کرنا دشوار تھا۔ اور نہ میں تاریخ طب کے مجوزہ پروگرام سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھاتا۔

اس مضمون پر مستقل تصنیف کی حیثیت سے یہ پہلی کتاب ہے، ورنہ مواد کا جہاں تک تعلق ہے وہ تاریخ طب کی مختلف مشرقی و مغربی کتابوں میں مل جاتا ہے، ظاہر ہے اس کے بغیر اس کی تکمیل بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ اتنا بکھرا ہوا اور منتشر ہے کہ کسی ایک جگہ ان پریشان کتابوں کا

میسر آنا مشکل ہے۔ علی گڑھ، دہلی، لکھنؤ اور بھوپال کے مختلف کتب خانوں سے استفادہ کے بعد ہی اتنی تفصیلات پیش کرنا ممکن ہو سکا ہے۔

میں نے اس تصنیف میں خاص موضوع سے ہٹ کر دوسری تفصیلات میں نہ الجھنے اور اہم ترین امور کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی ہے (ورنہ تاریخ طب کا دامن بڑا وسیع ہے اور اس کی وسعتوں میں کھو جانا بہت آسان ہے) اور اسی طرح یہ بھی التزام کیا ہے کہ مستند ماخذ کی حد سے آگے نہ بڑھا جائے اور عام کتابوں میں غیر مصدقہ طور پر جن چیزوں کا تذکرہ ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔ اہم واقعات کو غیر اہم سے جدا کرنا ہی دراصل مؤرخ کا کام ہے۔ تاریخ نویسی میں واقعات کی کڑیوں کو جوڑنے اور تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کے لئے تفصیلات کے بعض اجزاء کو نظر انداز کرنا مشکل ہوتا ہے، اور اسی لئے بعض مواقع میں تھوڑی تفصیل درکار ہوتی ہے۔

میں اپنے اس علمی و فنی ذوق کے لئے استاد محترم شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب فلسفی کی شفقت خصوصی کے ساتھ ہی اپنے گھر کے اس ماحول کا رہین منت ہوں جس میں میں نے تربیت اور نشو و نما پائی، اور جو میرے دادا بزرگ حکیم حاجی قاضی سید کرم حسین صاحب مرحوم، تایا محترم حکیم محمد مبین احمد صاحب مرحوم، عم مکرم حکیم حافظ حاجی سید محمد عتیق القادر صاحب مدظلہٗ اور والد معظم قبلہ حکیم سید محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے فیض و فیضان کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میرے لئے ایک مستقل مسئلہ تھی۔ میں شکر گزار ہوں اپنے محترم رئیس الاطباء حکیم رئیس احمد صاحب سنبھلی کا جن کے گراں قدر عطیہ سے اس مسئلہ کے حل میں کافی مدد ملی، اور اس راہ کی دشواریاں کم ہوئیں۔ اس زمانہ میں علم دوستی اور قدر شناسی کی ایسی مثالیں شاذ ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ میرے دل میں تشکر کے جو جذبات کارفرما ہیں، انہی کی تسکین کے لئے میں نے اس کتاب کو ان کے نام معنون کیا ہے اور یہ میرے لئے نہایت مسرت کا باعث ہے۔

"دور جدید اور طب" کے بعد یہ میری دوسری تصنیفی کوشش ہے، اور میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوں، اس کا فیصلہ ارباب فن اور اہل تاریخ ہی کر سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ بہت سی کتابیں اور ہزاروں صفحات پڑھ کر جس مخلصانہ جذبہ سے یہ معلومات پیش کی گئی ہیں اسی جذبہ سے انہیں پڑھا جائیگا۔

ظل الرحمٰن ۔ بھوپال
۶ر فروری ۱۹۶۴ء

من اشتغل بعلم التشریح ازداد ایمانا باللہ

جس شخص نے تشریح کا علم حاصل کیا، اللہ پر اس کا ایمان زیادہ ہوا۔

ابن رشد

من لم یعرف الھیئة والتشریح فھو عنین فی معرفة اللّٰہ تعالیٰ

جو شخص ہیئت اور تشریح سے ناواقف ہے، وہ خدا کی معرفت میں کورا ہے۔

کشف الظنون

پہلا باب

طب میں تشریح کی اہمیت

طب کے بنیادی اور اساسی مضامین کی حیثیت سے علم تشریح اور منافع الاعضاء کو اہمیت کا خاص درجہ حاصل ہے۔ اور یہ اعتراف دورِ جدید کا نہیں ہے، زمانہ قدیم سے طب کے نظام نافذ سے اس پر متفق رہے ہیں۔ اطباء قدیم نے تشریحی تحقیقات کے سلسلے میں بے انتہا تفحص اور تجسس سے کام لیا ہے۔ اور علم طب کے لئے اس کی اہمیت ہمیشہ ان کے پیش نظر رہی ہے۔

درحقیقت علم تشریح طب یونانی کے لئے ایسے ہی ایک بنیادی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے جیسے ایلوپیتھی یا دوسرے نظام علاج کے لئے۔ یہ مختلف نظام طب کے درمیان ایک قدر مشترک ہے جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی ہے۔ طب کی تعریف ہی ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں بلحاظ صحت و مرض بدن انسان کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ گویا اس کا موضوع اور مقصود بدن انسان ہے اور اس کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ اس کا ماحصل ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب جسم اور اجزاء جسم کے متعلق مکمل معلومات حاصل ہوں۔ اس لئے کہ صحت و مرض کا تعلق براہ راست جسم سے ہے۔ اور جسم کی ساخت، ترکیب اور اجزاء کے علم کے بغیر اس مقصد کو کسی طرح پورا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انسانی بدن بالکل ایک مشین کے مانند ہے جب تک اس مشین کی ساخت اور کل پرزوں کے متعلق پوری معلومات مہیا نہیں ہوں گی اس وقت تک اس کی ٹوٹ پھوٹ اور ان کو سنوارنے و بنانے کی کوششیں بارآور نہیں ہو سکیں گی۔ اسی لئے جسم انسانی کے

کسی بھی معالج کے لئے بدنی اعضاء کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

طب کے اس اہم شعبہ کی طرف شروع ہی سے اطباء کی توجہ اور علاج میں اس کی معلومات سے فائدہ اٹھانے کی قدیم روایت نے آج سے بہت پہلے اس کو باقاعدہ شکل عطا کر دی تھی۔

جالینوس طب کے ایک طالب علم کے لئے علم تشریح کا حصول دوسرے تمام فنون سے زیادہ ضروری اور مقدم سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک تشریحی معرفت کے بغیر طب نہیں آ سکتی [1]

اس کا کہنا تھا۔ "علم تشریح کے بغیر کسی معالج کی حیثیت بالکل ایسی ہی ہے، جیسے نقشے کے بغیر کوئی معمار [2]"

محمد بن ذکریا رازی نے فن تشریح کو طب کا ایک اہم جز قرار دیا ہے [3] شیخ الرئیس ابن سینا کہتا ہے علاج امراض کے سلسلے میں اعضاء کی خلقت، وضع، محل وقوع اور مشارکت وغیرہ کا علم ایک طبیب کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ورنہ علاج میں بڑی دشواری پیش آتی ہے [4] طبعی تشریح اور افعال اعضاء سے عدم واقفیت کی صورت میں ان کی غیر طبعی حالتوں اور بگاڑ کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

علم تشریح کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے شیخ کہتا ہے۔ امراض باطنہ کا پتہ علامات سے چلانے کے لئے واجب ہے کہ پہلے علم تشریح سے واقفیت حاصل کی جائے تاکہ (۱) علم تشریح سے اس عضو کے جوہر کے متعلق معلوم ہو سکے آیا وہ لحمی ہے یا غیر لحمی (۲) مریض عضو کی خلقت معلوم ہو سکے کہ آیا اس شکل کا ورم اس عضو میں ہو سکتا ہے یا نہیں (۳) یہ معلوم ہو سکے کہ

۱۔ طبقات الاطباء۔ اول۔ صفحہ ۹۱

۲۔ اسے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسن۔ صفحہ ۴۳

۳۔ تاریخ عرب موسیو سیدیو۔ صفحہ ۴۲۳

۴۔ قانون ابن سینا۔ اول۔ صفحہ ۲۶۱۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ

اس عضو میں کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے یا معاً Ilium کی طرح یہ ہر چیز کو فوراً کھسکا کر نکال دیتا ہے۔ اور یہ کہ اس میں کس قسم کی چیز ٹھہر سکتی یا بالکل سکتی ہے (۴) اس عضو کی وضع معلوم ہوسکے تاکہ یہ جانا جائے کہ جو درد یا ورم ہے وہ اسی عضو میں ہے یا کسی دوسرے عضو میں (۵) اس عضو کی دوسرے اعضاء سے شرکت اور تعلق Relations معلوم ہوسکے۔ جس سے کہ مرض کے اصل مقام کو پہچاننے میں آسانی ہو (۶) یہ معلوم ہوسکے کہ وہ عضو کن چیزوں پر حاوی ہے۔ تاکہ یہ جانا جائے کہ جو چیز خارج ہو رہی ہے اس کا تعلق اس عضو سے ہے یا نہیں (۷) اعضا کے افعال Physiology کا علم ہو، تاکہ غیر طبعی حالات سے مرض کا علم ہوسکے۔ پھر علم تشریح حاصل ہوجانے کے بعد اندرونی امراض علامات سے پتہ چلانے کے لیے شیخ نے جو قانون بیان کئے ہیں ان میں ایک افعال اعضاء کی خرابی Pathology سے بھی معلوم کرنا ہے[1]۔"

اسی طرح امراض خاصہ اور امراض شرکیہ کے درمیان علامات فارقہ کے بیان میں شیخ کہتا ہے کہ مرض اصلی اور شرکی میں جو مغالطہ ہوجاتا ہے۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ معالج کو اعضاء کی شرکت اور تعلق کا پورا علم ہو اور یہ علم تشریح کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے[2]"

علم جراحت کا جہاں تک تعلق ہے اس میں اعضاء کی صحیح و مکمل علمی و عملی واقفیت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں بڑھایا جاسکتا۔ اس کے سلسلے میں تشریح کی اہمیت پر خاص طور سے روشنی ڈالتے ہوئے ابن سینا لکھتا ہے۔

"شگاف لگانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم تشریح، تشریح اعصاب، اور وہ اور شرائن سے اچھی طرح واقف ہو، تاکہ ان میں سے کسی کے کاٹنے کی غلطی کا مرتکب نہ ہوسکے[3]۔"

۱۔ قانون اوّل۔ صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ

۲۔ قانون اوّل۔ صفحہ ۱۱۵

۳۔ قانون ابن سینا۔ اوّل۔ صفحہ ۲۹۱۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ

ابوالقاسم زہراوی اپنی کتاب کے شروع میں علم جراحت کی بنیاد تشریحی معلومات پر رکھتے ہوئے ڈسیکشن کی پرزور سفارش کرتا ہے "علم جراحت حاصل کرنے والے کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس سے پہلے تشریح کا علم حاصل کرے۔ جسے جالینوس نے وضع کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اعضاء کے منافع، ہیئت، مفاصل، عظام، اعصاب، عضلات کی معرفت، تعداد اور مخارج سے مکمل طور پر واقف ہو جائے"[۱]

مشہور عرب سرجن ابن القف متوفی ۶۸۵ھ اپنی سرجری کی بلند پایہ تصنیف العمدۃ میں کہتا ہے "جراح کے لئے ضروری ہے کہ تشریح کی معلومات اور اعضاء کی وضع، جوہر اور ان کی حس کے متعلق اسے پورا علم ہو"[۲] اسی طرح فصد کے بیان میں وہ لکھتا ہے اس کے لئے تشریح سے واقفیت لازم ہے۔ تاکہ اوردہ کے مسالک ان کی وضع اور مجاورات جاننے کی وجہ سے کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر سکے[۳]۔"

اطباء قدیم یہ جانتے تھے کہ جسم انسانی کے باقاعدہ مطالعہ کے بغیر تشریحی علم سے پوری واقفیت دشوار ہے اور اس کی مکمل معلومات اس وقت تک نہیں حاصل کی جا سکتی ہیں، جب تک کہ ان کی ساخت، وضع، شکل، مجاورات اور اتصالات کا انسانی جسم میں مشاہدہ نہ کر لیا جائے۔ اسی لئے ان مقاصد کی خاطر ڈسیکشن کو وہ بیحد ضروری خیال کرتے تھے۔ شیخ ابن سینا اس کی اہمیت اور ضرورت کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے ان الفاظ میں ہدایت دیتا ہے "اعضاء اور ان کے منافع کا علم حس و تشریح (ڈسیکشن) کے ذریعہ حاصل کیا جائے"[۴]۔

من اشتغل بعلم التشریح ازداد ایمانا باللّٰہ[۵] جس شخص نے تشریح

---

۱. کتاب التصریف (الزہراوی) صفحہ ۲
۲. العمدۃ فی الجراحت۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۶۶
۳. العمدۃ فی الجراحت۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۶۷
۴. قانون ابن سینا۔ اول۔ صفحہ ۱۲۔ مطبوعہ مصر۔ جامع الشرحین آملی۔ صفحہ ۳۴
۵. عیون الانباء فی طبقات الاطباء، دوم۔ صفحہ ۷۷

کا علم حاصل کیا اللہ پر اس کا ایمان زیادہ ہوا۔

تشریحی شعور کو ابھارنے کے لئے عظیم المرتبت فلسفی اور طبیب ابن رشد کا یہ قول جسے ابن ابی اصیبعہ نے نقل کیا ہے، اپنی جگہ ایک خاص اہمیت کا مستحق ہے۔ لیکن یہ زیادہ قابل وقعت اس لئے ہے کہ یہاں علم تشریح سے اس کا مقصد صرف لفظ یا تی اندھا علمی تعلیم نہیں ہے بلکہ عملی تعلیم اور ڈسکشن ہے جیسا کہ بیروت کے مشہور فاضل ڈاکٹر امین اے خیراللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت کرتے ہوئے اسے ڈسکشن کے معنی میں استعمال کیا ہے[1] اور جس کی اہمیت اور انجام دہی کے پیش نظر ہی ابن رشد کو یہ عظیم جملہ زبان سے ادا کرنا پڑا۔ جو اس زمانہ کے عام مذہبی اور اخلاقی رجحانات کے بالکل خلاف تھا۔

اسی طرح ملا کاتب چلپی کی کتاب کشف الظنون کے مطابق یہ بھی کہا گیا ہے

من لم یعرف الھیئۃ والتشریح فھو عنین فی معرفۃ اللہ تعالے[2]

"جو شخص علم ہئیت اور تشریح سے ناواقف ہے وہ خدا کی معرفت میں کوتاہ ہے"۔

بعض لوگوں نے اس قول کی نسبت امام جعفر صادق کی طرف کی ہے

مطالعہ تشریح کے ابتدائی اسباب

۱۔ علم طب کی تکمیل اور طب کے ایک لازمی شعبہ کی حیثیت کے علاوہ

۲۔ تشریح کی ابتدائی راہوں کی تلاش میں لاش کو مسالہ لگا کر محفوظ کرنے والوں سے کافی فائدہ پہنچا ہے۔ مصر میں یہ عمل بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا اور اس نے مختلف اعتبارات سے تاریخ میں اپنے نقوش ثبت کئے ہیں۔

۳۔ اسی طرح مختلف اعضا سے پیش گوئی اور فال نکالنے والوں سے بھی مدد

۱۔ آؤٹ لائن آف ارببک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین صفحہ ۱۳۴

۲۔ کشف الظنون۔ اول۔ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ عالم ۱۳۱۰ھ

ملی ہے۔ جس کا طریقہ بابل میں رائج تھا۔

۴۔ تشریح سے دلچسپی کی ایک ابتدائی وجہ خدا کی معرفت اور اس کی تکوینی و تخلیقی حکمتوں کا مطالعہ تھا۔ رازی نے اپنی کتاب "فی ان للانسان خالقاً متقناً حکیماً" میں واضح کیا ہے کہ علم تشریح و منافع الاعضاء کے دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق محض کسی اتفاقی حادثہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک حکیم متقن اس کا پیدا کرنے والا ہے[1] رازی کے اس استنباط کے علاوہ قدیم حکماء و فلاسفہ نے بھی حیوانات، اعضاء کی ترکیب، ساخت، ماہیت اور تشریح کے کمال آفرین مطالعہ کے ذریعہ خدا کے وجود کا یقین کیا ہے۔ تشریح و منافع الاعضاء کی وساطت سے تمام بدنی اجزاء کی نہایت مناسب اور حکیمانہ ترتیب ثابت ہوتی ہے۔ حکماء قدیم کے تین فرقوں دہریہ، طبعی اور الٰہیین میں فرقہ طبعی کے لوگ صرف طبیعت اور اس کے افعال سے بحث کرتے ہوئے نباتات، حیوانات اور ان کے اعضاء کی ترکیب سے پیدا شدہ نتائج کے ذریعہ خدا کے وجود پر استدلال کرتے تھے۔

مسلمانوں میں امام جعفر صادق نے اس نقطۂ نظر سے سب سے پہلے تشریحی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے کی دوسری کتابوں میں امام غزالی کی الحکمۃ فی مخلوقات اللہ، شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ، ابراہیم آفندی مصری کی اسرار الشریعۃ اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب المصالح العقلیہ ہیں جن میں تشریعی اور تکوینی امور کی عقلی حکمتیں بیان کی گئی ہیں اور انسانی بدن میں صانع حقیقی کی صنعت کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

۵۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تشریحی معلومات کے لئے ہم مصوروں اور سنگ تراشوں کے بھی احسان مند ہیں جنہوں نے اپنے فن کی تکمیل کی خاطر جسمانی بناوٹ اور ساخت کا علم حاصل کیا۔ اور یہ بات ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ فن مصوری میں دنیا کی کوئی قوم یونانیوں پر سبقت نہیں رکھتی۔ اور اسی طرح سنگ تراشی میں بھی قدیم اقوام کا مقابلہ مشکل ہے۔ سنگ تراشی کے بعض قدیم نمونوں سے جن لکیروں کا اظہار ہوتا ہے وہ علم تشریح اور اصل سے کم واقفیت ہی کا نتیجہ ہیں۔ طبی مقصد و غرض کے ساتھ ہی ان مختلف میدانوں میں تشریح کی ضرورت نے بہت جلد اہمیت کے ساتھ اسے نمایاں

۱۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء - اول صفحہ ۳۱۵

ہونے کا موقع دیا۔

تشریح کا آغاز و مرکز اول

علم تشریح کی تاریخ طب کی تاریخ ہے۔ طب کی ابتدا اور تاریخی ترقیوں کے شانہ بہ شانہ علم تشریح کو اپنے بال و پر نکالنے کے مواقع ملے۔ اور جن ممالک میں علمی، تہذیبی اور طبی دھارے پہلے پھوٹے انہی ممالک سے تشریح کا پہلا سفر شروع ہوا۔ مصر قدیم اور بابل و نینوا کے رہنے والوں کو طب ہی کی طرح حیوانی اور انسانی تشریح کے آغاز کا بھی شرف عطا کیا جاتا ہے۔

بقول جے ای کیو J. E. Cave "علم تشریح نے ایک سائنس کی حیثیت سے قدیم مصر میں جنم لیا۔ اور اتفاقی طور پر ہی لیکن نہایت موثر طور پر انہوں نے سائنٹفک تشریح کی ابتدا کی۔ اور اس کے لئے مواد، مواقع اور ضروری علمی ماحول مہیا کیا جس سے یونانی ذہن پوری طرح استفادہ کے قابل ہوا[1]"

ہمارے پاس موجود سب سے قدیم تشریحی دستاویز بھی مصری پاپیرس (اڈون اسمتھ) ہے۔ جو ایک ہزار چھ سو برس قبل مسیح کا لکھا ہوا ہے[2]

۱۔ سائنڈ لائنس آن دی ہسٹری آف میڈیسن۔ صفحہ ۷

۲۔ اربین میڈیسن۔ کیمبل۔ اول۔ صفحہ ۸

اوراق بردی یا Egyptian Papyrus قدیم مصری تصویری رسم الخط میں لکھے ہوئے انسانی تاریخ کے سب سے اولین نوشتے اور عہد قدیم کی علمی اور طبی روایات کے مہتم بالشان مظہر ہیں۔ ان تصویری تحریروں کے علاوہ جو غیر متمدن امریکی اور آسٹریلیائی تصویری تحریروں کی طرح پتھروں پر کندہ ہیں۔ مصریوں نے کچھ شکستہ قلمی تحریریں بھی اپنی یادگار چھوڑی ہیں جو دنیا کے مختلف عجائب خانوں میں محفوظ اور ان کی زینت کا باعث ہیں۔ یہ ان پارچوں پر لکھی گئی ہیں جو نرسل کی قسم کے درخت کے تنوں سے بنائے جاتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اس موجودہ ریکارڈ کے علاوہ تاریخ کے صفحات سے جس قدیم ترین تشریحی کتاب کا پتہ چلتا ہے وہ بھی میخائیل شاروبیم بک کے مطابق مصر سے تعلق رکھتی ہے اور یہ مصر کے پہلے شاہی خاندان کے دوسرے بادشاہ آتوتیس Athothis کی کتاب ہے۔ اس کا باپ مصر کا پہلا بادشاہ تھا جس کا زمانہ پانچ ہزار چار سو برس قبل مسیح کا ہے۔ آتوتیس نے تشریح کی تعلیم حاصل کی اور اس میں ایک رسالہ تصنیف کیا، جو قدیم مصری اطبا کا ماخذ تھا۔ صاحب عقد الثمین کہتے ہیں اور وہ دیکھا ہے جس کی دوبارہ تصنیف رمیس الثانی کے عہد میں ہوئی ہے، وہ اس کا عنوان پندرہویں صحیفہ میں کتاب الامہات میں موجود ہے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان پاپائروں کی خراب ہو جانے والی خاصیت کی بنا پر صرف گنی چنی تحریریں جو طبی معلومات سے متعلق ہیں محفوظ رہ گئی ہیں نسبتاً قریب کے زمانہ کے پاپائرس مسیح سے تقریباً دو ہزار سال پہلے کے طبی نظریات پر روشنی ڈالتے ہیں، اور زیادہ تر پاپائرس قابل لحاظ طور پر اس سے بھی زیادہ قدیم زمانہ شاید پانچ ہزار یا چھ ہزار برس قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکٹ صفحہ ۲۰

ان میں سب سے قدیم کاہن پاپائرس ہے جو تقریباً دو ہزار قبل مسیح کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں امراض نسواں اور طب حیوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔ دو پاپائرس بہت اہم ہیں، ایک اڈون اسمتھ تقریباً سولہ سو برس قبل مسیح کا جو سرجری پر ہے اور دوسرا ایبرس پاپائرس پندرہ سو پچاس قبل مسیح کا جو ایک طبی درسی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ عظیم برلن پاپائرس تقریباً تیرہ سو قبل مسیح اور ہرسٹ پاپائرس تقریباً پندرہ سو قبل مسیح، یہ دونوں ایبرس پاپائرس سے بہت زیادہ مشابہ ہیں پھر بھی ان کے مضامین بڑی حد تک نسخوں تک محدود ہیں اور ایبرس پاپائرس کے مقابلہ میں زیادہ طلسمی بنیادوں پر مشتمل ہیں لندن پاپائرس تیرہ سو پچاس قبل مسیح اپنے لہجہ میں خاص طلسمی رنگ لئے ہوئے ہے۔ اور بعینہ یہی چیز برلن پاپائرس (ویٹیکار) اور برلن پاپائرس نمبر تین ہزار ستائیس (برٹش مائنر) میں پائی جاتی ہے، جو علم القابلہ سے متعلق ہے۔ ہسٹری آف میڈیسن گیریسن صفحہ ۵۵

[1] کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث میخائیل شاروبیم بک۔ اول صفحہ ۲۶

طبی مورخ نیوبرگر اس کے متعلق لکھتا ہے: "تشریح کی کوئی مخصوص کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن ایک ہرمس کی کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی ساخت کے بیان پر مشتمل تھی اور ملکی روایات کے مطابق پہلی سلطنت کے دوسرے شہنشاہ آتونیس کو تشریحی کتاب کی تصنیف کی عزت عطا کی جاتی ہے (غالباً مصری ہرمس۔ دیوتا Thoth کے ساتھ ایک مشہور اشتقاقی غلطی)[1]

مصری کی طرح بابل و نینوا کو بھی اعزاز اولیت حاصل ہے۔ لیکن تاریخی شہادتیں مہیا نہ ہونے کی وجہ سے یہ ابھی تک ممکن نہیں ہو سکا ہے کہ قدیم مصری، بابلی، چینی، ایرانی اور ہندی معلومات کے متعلق تسلسل کے ساتھ کچھ تفصیلات دی جائیں۔ اس لئے یہ زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے کہ ہومر سے اس تاریخی جائزے کی ابتدا کی جائے جہاں سے کہ یونانی طب کی علمی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مصری سائنس کا وہ سنہری دور جو تقریباً بیسویں صدی قبل مسیح سے پندرھویں صدی قبل مسیح تک رہا ہے، اس کی تفصیلات زیادہ فراہم نہیں کی جا سکتی ہیں اور اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ یونانیوں نے مصریوں سے اکتساب علم کیا ہے، اور یونانی مختلف ذرائع سے مصریوں سے متاثر ہوئے ہیں، لیکن واضح طور پر صحت کے ساتھ یہ کہنا کہ مصری علوم یونان کیسے منتقل ہوئے، بہت مشکل ہے۔ اسی طرح قدیم بابلیوں کے علوم کے بارے میں بھی نہیں کہا جا سکتا، یہ منتقلی بھی واضح نہیں ہے اس کے باوجود کہ ہمیں اس زنجیر کی موجودگی کا پورا یقین ہے جو بابلیوں اور یونانیوں کو ملاتی ہے مگر ان دونوں کا رشتہ اتحاد ابھی تک پورے طور پر ہمارے علم میں نہیں آسکا ہے۔ چینی طب کی بھی یہی کیفیت ہے کنفیوشیس سے قبل کی ہماری معلومات قطعی طور پر غیر یقینی ہیں[2]

ہندی طب کے سلسلے میں بھی ہم اسی قسم کی دشواریوں سے دوچار ہیں۔ اور مستند ذرائع کے فقدان کی وجہ سے اس کی سنسکرت کتابوں پر بھی روشنی ڈالنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۴

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ سارٹان۔ اوّل۔ صفحہ ۵۲

پھر بھی یونانی بیان شروع کرنے سے قبل کسی معنوی اور تاریخی تسلسل کے بغیر مختلف اقوام کی علم تشریح کا مطالعہ یہاں ضروری ہوگا۔

دوسرا باب

مصری تشریح

قدیم مصریوں کے مذہب میں حیات جاودانی پر زور دیا گیا تھا۔ اگر بیل اور تما
بالیدگیاں سوکھ کر حیات تازہ حاصل کر سکتی ہیں تو انسان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو سکا
ہے۔ روح کے لافانی اور جسم کے از سر نو زندہ ہونے کے مذہبی عقیدے نے لاش ک
محفوظ رکھنے کے عمل کی طرف نشاندہی کی۔ اس کا سلسلہ دوسری سلطنت (تین ہزار
قبل مسیح) سے پہلے سے جاری تھا۔ اور رب الشفا امحوطب Imhotep
کے زمانہ میں بہت ترقی کر چکا تھا۔ لاش کو محفوظ رکھنے کی تیاری کی وجہ سے مذہبی رہ
یا مذہبی اطبا نے کچھ تشریحی معلومات حاصل کیں۔ اور مختلف اعضاء کے مقام او
ان کی شکل کے متعلق واقفیت پیدا کی۔ اس طرح لاش کو مسالہ لگا کر محفوظ کرنے کا

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ صفحہ ۳۹

مصری طب کا موجد ایزلیس Isis اور اس کا مدون کرنے والا
ہرمس Hermes مانا جاتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ اہم امحوطب ہے
جسے رب الشفا کا درجہ حاصل تھا اور جو یونانی اسقلیپوس کے مانند ہے۔

یہ مصری پہلے تشریحی ماہر تھے۔

اپنے مخصوص مذہبی عقائد کی وجہ سے مصری اگرچہ علم تشریح کی بحث میں پڑنے کو قطعی تیار نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر کسی جسم پہ عمل تشریح کیا گیا تو وہ اپنی بعثت کے وقت بگڑی ہوئی شکل کے ساتھ زندہ ہوگا۔ چنانچہ جو شخص ان کے مردوں کے اجسام پر تشریح کا ارادہ کرتا یہ لوگ اس کو انتہائی بری نظر سے دیکھتے۔ ممی کرنے والے بھی جن کے عمل تحنیط کے لئے جسم کو کھولنا ضروری تھا اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے تھے، اور انہیں بھی برا بھلا کہا جاتا تھا، اور جب کوئی تحنیط کے لئے جسم کو کھولنے کے عمل سے فارغ ہوتا تو وہ بہت تیزی سے وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتا مگر اس کے باوجود لوگ اسے گھیر لیتے تھے اور اس پر پتھر برساتے تھے۔ اور اسی بنا پر اطباء بھی انہی مریضوں کے جسم کا علاج کرتے تھے جس کی ان کی شریعت اجازت دیتی تھی، کیونکہ علاج میں ان کے عقائد کے خلاف کرنا اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنا تھا۔ یہاں تک کہ اگر دوران علاج کوئی مریض انتقال کرجاتا تو اس کے طبیب کو پھانسی کا حکم دے دیا جاتا تھا[1] مگر اس سب کے باوجود ممی کی اس رسم سے جسے ماہیوں کی ایک مخصوص جماعت انجام دیتی تھی، اور جس کا موت سے براہ راست تعلق ہونے کی بناء پر اگرچہ معالجین سے کوئی واسطہ نہیں تھا، علم تشریح کو فائدہ پہنچا، اور لازمی طور پر جراحوں نے ممی کرنے والوں کے فنی اصولوں سے فائدہ اٹھایا ان لوگوں کے لئے اعضاء کے باہمی تعلق اور بین التعلقاتی رشتہ سے خوب اچھی طرح واقف ہونا ضروری تھا۔ یہ لوگ قلب اور گردوں کو جسم میں چھوڑ دیتے تھے، لیکن احشاء کو جسم سے نکال لیتے تھے اور عام طور پر قیمتی برتنوں میں انہیں بحفاظت رکھ دیتے تھے نتھنوں کے ذریعہ دماغ کو الگ کرنے کے لئے مخصوص آلات تیار کئے گئے تھے۔ اس قسم کے تجربات نے تشریح اور علم جراحت کو ترقی دی[2] اس کے علاوہ تشریح کے قدیم

---

۱. کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۸

۲. اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۴

تصورات جو مصری پادریوں کو حاصل ہوئے وہ اتفاقی تجربات اور جانوروں کے مذبح خانے کے مشاہدات کا بھی نتیجہ تھے ۱

ممی کی رسم انجام دینے والے ان مصریوں کو علم کے اس دور میں ماہر تشریح یا سائنس داں کہنا غلط ہوگا، وہ ایک پروہتی فنکار تھے ۔ جن کا مقصد صرف لاشوں کو سڑنے گلنے سے محفوظ رکھنا تھا اور جو تشریحی معلومات انہیں حاصل ہوئیں وہ محض اتفاق کا نتیجہ تھیں، لیکن یہ اتفاقی معلومات دنیائے طب کے لئے نہایت اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں ۔

ان تشریحی معلومات کے لئے ممی کی رسم کے متعلق کسی قدر وضاحت ضروری ہے ۔

ممی کی رسم سلاطینی زمانہ کے شروع ہونے کے ساتھ ساتھ وقوع میں آئی اور ابتدائی مسیحی زمانہ تک قائم رہی، اگرچہ بعد کے (ایرانی ،بطلیموسی اور رومی) تاریخی زمانوں میں اس کی بے قدری ہوئی ۔ اس کی باقاعدہ ٹیکنیک جو وقتاً فوقتاً بدلتی رہی یہاں نظر انداز کی جا سکتی ہے ۔ مگر ساڑھے تین ہزار سال کی انسانی لاشیں جن کا کھوج لگا ہے ان کا اندرونی طور پر خوب غور وخوض سے مطالعہ کیا گیا ہے البتہ جہاں تک دوسری چیزوں کا تعلق ہے وہ نا معلوم ہیں ۔ ممی شدہ انسانی ڈھانچوں کو شہری زندگی کے حادثات یا جراحت یا جنگ کے زخموں سے مرنے والوں کے ڈھانچوں کے مقابلہ میں امتیازی طور پر دیکھا جا سکتا ہے ۔

مخصوص طور پر ایک محدود (۹۰ سے ۱۱۰ ملی میٹر) جانبی شگاف دے کر بدن کی تجویف کو اپنے متعلقات سے صاف کیا جاتا تھا ۔ بطنی احشاء، ان کی عروق اور باریطون کو بھی عانانی اعضاء اور ان کے Adnexa کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر علیحدہ کیا جاتا تھا ۔ حجاب حاجز یا تو پورے طور پر ہٹا دیا گیا تھا یا Cupola (کوبیس) کو پیچھے سے کاٹ دیا جاتا تھا اس کے بعد پھر پھیپھڑے، مری، اور دوسری صدری

---

۱۰ ہسٹری آف میڈیسن نیوبرگر ۔ اوّل صفحہ ۲۴

ساختیں علیحدہ کی جاتی تھیں ۔ قلب اور قوس ادھلی قانونی اور مذہبی عقیدے کے تحت چھوڑ دیئے جاتے تھے ۔ قصبۃ الریہ اور متصلہ ساختیں گردن کی جڑ کے بالمقابل کاٹ کر نکال دی جاتی تھیں ۔ اٹھارھویں سلطنت کے بعد تجویف انف کی چھت کو توڑ کر (عظم مصفاۃ زیادہ شاذ طور پر عظم وتدی) دماغ (جسے پہلے نظرانداز کیا گیا تھا) تک پہنچا گیا۔ مشاقانہ طور پر Flax اور Tentorium کو ضرب پہنچائے بغیر آہستہ آہستہ کرکے اسے الگ کیا گیا تھا ۔ (زبان اور آنکھیں ، دل کی طرح اپنی جگہ پر چھوڑ دی تھیں) اس عمل کی بہترین تکمیل اعضا بدن کے نقشہ کی بہت زیادہ صحیح واقفیت اور جسم کے خاص اعضا کے باہمی تعلق اور اتصال کو ظاہر کرتی ہے ۔ خاص اعضاء (معدہ، پھیپھڑے ، جگر ، چھوٹی آنتوں) کو محفوظ رکھنے کے لئے علیحدہ سے مہیا کیا گیا تھا (ایک یا دوسرا طرح)

صرف اسی ایک عمل نے تشریح کی اصطلاحات علمیہ کی ضرورت پر مجبور کیا (طبی تاریخ میں سب سے پہلے) اور ممی کرنے والوں کی توجہ سے مختلف نرم حصوں کی شکل یا ساخت ظاہری صورت یا نسیجی ساخت اور دبازت معلوم ہوئی ۔ اور لازمی طور پر وہ تشریح کے ماہر ہو گئے اگرچہ ان کی تشریحی اصطلاحات کا رشتہ قصابوں سے مل سکتا ہے ۔ اور اگرچہ تشریح کی کبھی نہ ختم ہونے والی شاہراہ پر ان کے قدم غیر اختیاری طور پر اٹھے جس کے نتیجہ میں انہیں اہم ترین معلومات حاصل ہوئیں تاہم وہ تاریخی اعتبار سے بیش بہا اور بے مثل ہیں ۔ اور مصر انسانی ساخت کی معلومات کو سینہ بہ سینہ پیش کرنے کا دعویٰ کر سکتا ہے ۔ اور اس میں کوئی دوسری قوم اس کی ہم سر نہیں ہو سکتی ہے

ممی کی مہم انجام دینے والوں کا تعلق پجاریوں کے قدیم و معزز خاندان سے ہوتا تھا ۔ وہ اپنی تشریحی معلومات کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتے تھے یا شاگرد کی حیثیت سے اساتذہ فن سے ذاتی طور پر سیکھتے تھے ۔ ان کی شاندار فنی تحقیقات و دریافتیں اپنی جگہ مسلم ہیں ۔ لیکن قدیم مصری خالص سائنس میں دلچسپی سے محروم تھے ۔ نتیجہ کے طور پر کوئی بھی خالص تشریحی پاپیرس موجود نہیں ہے ۔ لیکن ان کی کچھ تشریحی اصطلاحات جسم کے حصوں کی فہرست

سے مختلف جگہوں سے اکٹھی کی جا سکتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

ستارا کے اہرام کی دیواروں سے (۱۳۱۵ - ۱۳۰۲ ؛ ۹ - ۱۴۸ ؛ ۱۳۵ ؛ Pyr, Texts)

درمیانی سلطنت کے تابوتوں سے Coffin of Amamu

P. Lacau, Textes Religieuses ۲۴ ، ۱۱ — ۱۸؛

۲۷) تھیبز کے شاہی مقبروں کی دیواروں سے E. Naville, Litanie au Soleil, Pls (۳۲ و ۲۱ و ۲۰ ، ۱۴)

کتاب الاموات میں (۴۲ ؛ ۲ : ۱۷) مختلف پاپرس میں (Pap. Berlin

Pap. Turin ۳۰۲۷ ، ۳ ، ۴ — ۵ ، ۲ ؛ بایاں صفحہ ۴ ، ۸ — ۵،۵

۵،۲۵ — ۱۱ Pap. Leiden ۳۴۸ بایاں صفحہ ۵ ، ۱ —

۲ ، ۴ Pap. Chester-Beatty — VII بایاں صفحہ ۲ ، ۵ — ۴،۵

Pap. Chester-Beatty VIII ، ۷ ، ۱ — ۴،۹ Pap. Vatican

۳۶ — تیسویں سلطنت Metternichs Tele سے ۱۱ ، ۱۵ — ۳۲)

Tanis Sign papyrus سے ۷ ، ۱۱ — ۱۰ ، ۴ مختلف Ostraca اور دوسری جگہوں پر۔

اس طرح تقریباً سو یا زیادہ تشریحی اصطلاحات معلوم ہوئیں۔ ان میں سے اکثر جسم کے بیرونی خط و خال سے متعلق تھیں۔ اندرونی حصّوں یا اعضاء کے لئے مستقل بعض اصطلاحات کے متعلق اب تک نہیں جانا جا سکا ہے، دوسری وہ اصطلاحات ہیں جو کم یا زیادہ مجموعی حیثیت کی حامل ہیں (مثال کے طور پر "Mtnu" گڈمڈ طور پر اعصاب، عروق اور رباطات کے لئے ہے "Smu" دل، جگر، پھیپھڑہ وغیرہ کے لئے ہے) دل، پھیپھڑہ، گردہ، مثانہ، معدہ، آنتوں، رحم، فرج، حجاب حاجز، نخاع، دماغ، دماغی تزارید اور سانجیں کے لئے مخصوص نام لئے گئے ہیں۔ یہ معنی خیز ہے کہ مصریوں نے یہ اصطلاحات جانوروں کے مطالعہ کے ذریعہ حاصل کیں اور جانوروں اور انسان کے درمیان مماثلت کو تسلیم کرتے ہوئے ان اصطلاحات کو انسان کے لئے بھی استعمال کیا۔ اس طرح

اتفاقی طور پر انہوں نے تشریح تقابلی کے پہلے ماہر ہونے کا ثبوت پیش کیا۔

اس سے معلوم ہوگا کہ تشریحی اطلاعات کا مکمل مواد ممیانے والوں کے مشاقانہ عمل کا نتیجہ ہے۔ اس نے منافع الاعضاء کے کچھ نظریات کے لئے بھی راستہ ہموار کیا ہے۔ انہیں قلب اور نبض کے افعال کی نامکمل واقفیت تھی اور قلب اور عروق کے باہمی تعلق کے تسلسل کا اندازہ تھا۔ قلب کو (نہ کہ دماغ کو جسے وہ ایک بیکار عضو سمجھتے تھے) وہ ذہانت اور شخصیت کا مرکزی عضو خیال کرتے تھے۔ اس عضو کو احتیاط کے ساتھ اپنی وضع میں محفوظ کرتے تھے اور تجہیز و تکفین کے وقت وہ اس یقین کے ساتھ مذہبی کلمات ادا کرتے تھے کہ اس سے وہ جسم دیر تک باقی رہے گا۔ قلب کے ضائع ہونے یا برباد ہونے کا مطلب دوسری دنیا میں تباہی تھا

اس کے علاوہ انہیں قناۃ معوی، مثانہ اور رحم کی سادہ منافع الاعضا بھی معلوم تھی۔ وہ معمولی پوسٹ مارٹم مشاہدہ کے علاوہ تفصیلی جائزہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ اس سے پہلے بتایا گیا ہے کہ ممیانے والوں کا مقصد نہ تو تشریحی مطالعہ تھا اور نہ اس سے انہیں دلچسپی تھی۔ بعض اعضاء ملکی اور قومی اسباب کی بناء پر محفوظ رکھے جاتے تھے۔ اس لئے ان سے واقفیت کا موقع ملا۔ دوسرے اعضاء مثلاً طحال، ہالنقراس آنتیں، قصبۃ الریہ، مری، اعضاء تناسل و بول نکال دیئے جاتے تھے۔ ان کی تشریحی اصطلاحات بعد کی تقسیم کے اعتبار سے لازمی طور پر بہت کم اور غیر سائنسی ہیں اور یہ اپنی ترتیب اور صحت میں قصابوں کی اصطلاحات سے زیادہ قریب ہیں

ڈسیکشن اپنے حقیقی مفہوم میں انہیں انجام دیا گیا تھا۔ ممیانے کا مقصد جسم کو پورے طور پر محفوظ رکھنا تھا۔ اور اگرچہ اس مقصد نے جلد فساد قبول کرنے والے اعضاء کو نکالنے اور دھڑ کو مخصوص طریقہ سے خالی کرنے کی مہارت پیدا کی، لیکن وہ دوسرے تمام جسمانی نظام کے تفصیلی مطالعہ سے باز رہے، مثلاً عصبی، عضلاتی اور عروقی نظام کی تحقیق کا انہیں کوئی موقع مہیا نہیں ہو سکا۔ پھر بھی ہم اس جذبہ کے ساتھ قدیم مصریوں کے احسانمند ہیں کہ انہوں نے مجرد تشریحی معلومات کا مطالعہ تشریح ہی کے علم کی غرض سے کیا ہے۔

دبعض چیزیں ان کے مزاج سے بالکل مختلف ہیں۔

معر ذی ثروت لوگوں کا مسکن تھا، ان کے بنیادی اعتقادات چاہے کچھ رہے ہوں مگر بہت بعد تک ممی کی مروج رسم ان کے یہاں باقی رہی۔ اور اسکندریہ کے ماہرین تشریح کو اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع نصیب ہوئے ان ماہرین نے ذاتی طور پر بھی انسانی جسم کی اندرونی بناوٹ کے متعلق معلومات حاصل کیں، اور ممی کرنے والوں سے بھی بہت کافی ورثہ پایا، جس کے نتیجہ میں وہ جلد تشریح کی عظیم الشان روایات کے حامل ہوئے۔

عیسائی دور شروع ہونے پر معر میں ممی کی یہ رسم متاثر ہوئی۔ لاشوں کو محفوظ رکھنے والا مذہبی عقیدہ ماند پڑا۔ اور ممی کرنے والوں کی اہمیت ختم ہو گئی۔ قاعدے سے محفوظ کرنے کے بجائے ظاہری رسومات پر زیادہ توجہ دی جانے لگی، جن میں لاش کو ملفوف کرنا، تعویذ اور تابوت وغیرہ شامل تھا۔ اس کی وجہ سے خراب ممیاں تیار ہوئیں۔ اس زمانہ کی زیادہ تر ممیاں بہت سطحی طریقے اور خراب مسالوں سے بنائی گئی ہیں، ان کا قدیم ممیوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اور اس قسم کے ثبوت اور نمونے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممیانے کے عمل سے پہلے انہیں خراب حالت میں رکھا گیا ہے یا عمل کے دوران جسم کے ٹکڑے کئے گئے ہیں اور بعد میں ان کو لاپرواہی سے ملا کر جوڑ دیا گیا ہے۔ آخری دور کی ممیوں میں نہ کوئی فنکارانہ صنعت ہے اور نہ تیاری کا کوئی اہتمام، اور ایک ایسے ملک میں جہاں ساڑھے تین ہزار سال سے لاشوں کو محفوظ رکھنے کا سلسلہ جاری تھا اور اس میں کوئی بے حرمتی نہیں محسوس کی جاتی تھی، وہاں اب اس عمل کو بے حرمتی سمجھا جانے لگا تھا۔[1]

مصری طب کے بارے میں دراصل ہیں سب سے زیادہ صحیح معلومات گذشتہ صدی میں اس وقت حاصل ہوئی ہیں جب جمپولین Champollion نے ان قدیم

۱۔ سائنڈ لائٹس آن دی ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۷ تا ۱۲

مصری تحریروں کے چہرے سے نقاب اٹھی ہے جو پاپیرس Papyrus یا اوراق بردی کے نام سے موسوم ہیں۔

نیل کی وادی علم و تہذیب کا سب سے قدیم گہوارہ رہا ہے اور خوش قسمتی سے وہاں کے آٹھ ہزار برس قبل مسیح کے حالات کے متعلق بھی ہمیں کچھ جاننے کا موقع ملا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے اب تک کے ذرائع معلومات مدفون تحریروں اور معبدوں سے دستیاب شدہ کتبات، عمارتوں، نقاشیوں اور لوحوں کی دریافت، اور اس قسم کے آثار کی کھدائی جیسے شاہی مقبرے پانچویں و چھٹے قدیم شاہی خاندان کے اہرام، اٹھارہویں اور بیسویں خاندان تھیبس کے مقابر کی منقش تصاویر اور قدیم یونانی و رومی مورخوں کے بیانات تھے جن سے کم از کم طب یا تشریح کے بارے میں کوئی واضح تصویر سامنے نہیں آتی تھی۔ لیکن اوراق بردی یا پاپیرس کی روشنی میں ہم براہ راست تفصیلی طور پر کافی کچھ جاننے کے قابل ہوئے ہیں

تصویری رسم الخط یا خط تمثال کو جس میں بہت سی مصری دستاویزیں لکھی ہوئی ہیں سب سے پہلے روزیٹا پتھر سے پڑھا گیا ہے جسے بوسرڈ Baussard نے اسکندریہ کے مشرق میں روسیٹا کے قریب ۱۷۹۹ء میں دریافت کیا تھا۔ اس پر بطلیموس پنجم ایپی فینس کا ایک فرمان خط تمثالی Hieroglyphis قدیم مصری تحریر Demotic اور یونانی میں کندہ ہے۔ اس فرمان کے ذریعہ چمپولین اور ینگ نے خط تمثال کی تفہیم کے سلسلے کو حل کیا اور اس کے بعد ان مصری دستاویزات کے مطالعہ کا آغاز ہوا جو پتھر اور کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں۔ نرکل سے بنے ہوئے یہ کاغذ (پاپیرس)

۱- مصر میں اس پتھر کو جس سے وہاں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا حجر رشید کہا جاتا ہے۔ یہ قاہرہ میوزیم میں محفوظ ہے اور اس کی ایک تصویر اسکندریہ کے متحف سنارۃ البوناصبۃ والرمان میں بھی رکھی ہوئی ہے۔

مصر کی خشک تپ و ہوا کی وجہ سے ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔[1]

ان پاپرس میں زیادہ اہم اڈون اسمتھ پاپرس، ابرس پاپرس، ہیرسٹ پاپرس، کاہن پاپیرس، لندن پاپیرس اور برلن پاپیرس ہیں۔ پہلے دو پاپیرس کے مطالعہ تشریحی نقطۂ نظر سے خاص طور پر وقیع ہے۔

اڈون اسمتھ پاپیرس کے متعلق جیمس[1] ہنری برسٹڈ خیال کرتا ہے کہ یہ اصل مصنف کا مخطوط اہرامی زمانہ میں ڈھائی اور تین ہزار برس قبل مسیح کے درمیان لکھا گیا ہے۔ زمانہ قدیم کی یہ جراحی کتاب تشریح و منافع الاعضا کی ان معلومات کا ایک انمول ریکارڈ ہے جو مصری طبیبوں کو تقریباً پانچ ہزار قبل مسیح حاصل تھیں۔ یہاں ہمیں لفظ دماغ ملتا ہے جو انسانی زبان میں پہلی مرتبہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ مصنف دماغ کی تزاریدConvolutions اور اس کی اغشیہ کو بھی بیان کرتا ہے۔ اس پاپیرس کی اشاعت سے قبل دماغ کے سب سے قدیم مطالعہ کا شرف عام طور پر الکمیان (۵۰۰ ق م) کو عطا کیا جاتا تھا، جو بہرصورت اس پاپرس کے لکھنے کے ایک ہزار برس بعد گذرا ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ مصر اور دوسری جگہوں کے اکثر لوگ شعور و عقل کا مقام قلب یا بطن میں قرار دیتے تھے۔ یہ مصنف فالج اسفل کو سر کی جراحت کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اس کی نوعیت دماغ کے مجروح ہونے والے حصہ پر منحصر ہے۔ وہ ایستادگی اور انزال منی کو بھی گردن کے خلع کے نتیجہ کی حیثیت سے بیان کرتا ہے۔ اس عمل کا مشاہدہ آج کل ان لوگوں

۱۔ شارٹ ہسٹری آف سائنس صفحہ ۹

یہ کاغذ نرکل کی قسم کے درخت سے جسے پاپیرس کہتے ہیں، بنایا جاتا تھا۔ یہ دریائے نیل کے کنارے بہت اگتا تھا۔ اور اس سے کاغذ کے بنانے کی ترکیب یہ تھی کہ نے سے اندر کا گودہ نکال کر پھیلاتے تھے اور پھر دوسرا گودہ زاویہ قائمہ بناتے ہوئے اس طرح چسپاں کرتے تھے کہ اجزا آپس میں مل جائیں۔ بعد میں انہیں سریش سے چپکایا جاتا تھا اور خشک ہونے پر لکھنے کے کام کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

۱۔ اڈون اسمتھ پاپیرس کا مترجم۔ جو ۱۹۲۰ء میں اس پاپرس کے ترجمہ اور اشاعت کی طرف متوجہ ہوا، اور ۱۹۳۰ء میں شکاگو یونیورسٹی پریس سے یہ پاپرس شائع ہوئے۔

میں کیا گیا ہے جنہیں پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔

اس نے قلب کو عروق کے تقسیم کرنے والے نظام کے مرکز کی حیثیت سے پہچانا۔ نبض کی اہمیت پر زور دیا، اور غالباً اس کو شمار بھی کیا۔ اس کی شریان کے متعلق مصنف لکھتا ہے "جسم کے ہر حصہ کی ہر عرق میں ہے۔"[۲] اگر مصنف نے نبض کو صحیح طریقے پر شمار کیا ہے، جیسا کہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے، تو یہ ایک بہت قابل توجہ چیز ہے، کیونکہ اس کا زمانہ بقراط سے بارہ صدی قبل کا ہے۔ اور بقراط اور اس کے معاصر دیمقراطیس کو نبض کے بیان کے سلسلہ میں عرصہ تک پہلا مصنف خیال جاتا رہا ہے۔ بریسٹڈ اظہار رائے کرتا ہے کہ اس پاپیرس کا مصنف "قلبی نظام سے واقف تھا، اور حیرت انگیز طریقہ پر دوران خون کی معرفت کے قریب تھا[۱]۔"

اس میں تنگ اسفل کے شعبے کے لئے اور زائدہ اکلیلیہ کو پرندے کے پنجے سے تشبیہ دی گئی ہے، اور فضا یا ے جبہیہ کو ابرو کی درمیانی جگہ کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔

جس طرح اڈون اسمتھ پاپیرس ایک جراحی دستاویز ہے اسی طرح ابرس پاپیرس ایک طبی نوشتہ ہے۔ یہ سولہویں صدی قبل مسیح کے پہلے نصف کا لکھا ہوا ہے، لیکن مصنف خود اسے ایک تالیف کی حیثیت سے موسوم کرتا ہے اور اس کے متعدد احکامات بہت قدیم ماخذ کے ہیں، جن کا رشتہ ڈھائی ہزار برس قبل مسیح سے تین ہزار برس قبل پیچھے جا کر ملتا ہے[۳]۔

ابرس پاپیرس کا تشریحی حصہ اڈون اسمتھ پاپیرس سے بہت مشابہ ہے۔ "طبیب کے راز کا سرچشمہ قلب کی حرکت کی معلومات اور قلب کی معلومات میں چھپا ہوا ہے۔ وہاں بہت سی عروق ہیں جو قلب سے شروع ہوتی ہیں اور ہر عضو کو جاتی ہیں۔ اس حیثیت سے جب کوئی طبیب کوئی جراح یا کوئی جادوگر اپنے ہاتھوں یا انگلیوں کو سر کی طرف، سر کے پیچھے کی طرف، ہاتھوں کی طرف، معدہ کی طرف، بازوؤں کی طرف یا پاؤں کی طرف

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۴۷
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ گیریسن۔ صفحہ ۵۵
۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۴۹

استعمال کرتا ہے تو وہ دراصل قلب کا معائنہ کرتا ہے۔ کیوں کہ تمام اعضاء ... کے تصرف میں ہیں اس لئے یہ جملہ ہے کہ "قلب ہر عضو کی عروق کے باہر ہوتا ہے ..." (ص)

یہ بیان پورے طور پر اڈون اسمتھ پاپیرس سے مشابہ ہے۔ اور یہ عروقی نظام کے مرکز کی حیثیت سے قلب کی معلومات کو ظاہر کرتا ہے جو اس تاریک اور بعید ماضی میں مصری اطباء کی مشترک ملک تھیں [1]

"ہبرس اور برگش پاپیرس عظیم طبیب نانک سیک میٹ Nanekhsekhmet سے متعارف کرتے ہیں جس کا زمانہ دو ہزار سات سو قبل مسیح کا ہے اور جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس زمانہ میں جسم کی ساخت اور عروق دمویہ کی رفتار کی ابتدائی معلومات حاصل کیں ابرس اور برگش دونوں پاپیرس ایک باب پر مشتمل ہیں، جس کا عنوان ہے Expulsion of the Uchedu اس باب میں ہم نظریہ روح کے قدیم ترین ماخذ کی اصل تلاش کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہوائی عروق کو بیان کرتا ہے اچھی ہوا اور خراب ہوا کے درمیان امتیاز قائم کرتا ہے۔ حیات کی ہوا اور موت کی ہوا۔ اور خیال کرتا ہے کہ یہ دونوں متفرق طور پر دورہ کرتی ہیں [2]

ایک قدیم رسالہ میں جو برلن کے میوزیم میں محفوظ ہے، بہت سے ایسے نکات لکھے ہوئے ہیں جو قدیم مصریوں کے نزدیک جسم انسانی کی حیات سے تعلق رکھتے تھے اس کا کچھ حصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں

"سر کے اندر بتیس برتن (رعار) ہیں جو نفس کو اندر پہنچاتے ہیں، پھر وہاں سے یہ نفس تمام اعضاء میں پہنچتا ہے۔ اور اسی طرح صدر میں دو برتن ہیں جو حرارت کو منرج میں پہنچاتے ہیں۔ اور دو برتن محدودہ میں دو قمتہ الراس میں (کھوپڑی) دو گدی میں دو

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین میجر اول صفحہ ۵

۲ دی ہسٹری آف دی ڈویلپمنٹ آف اورنالج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم صفحہ ۵

ایشان میں، دو داہنے کان میں، دو بائیں کان میں اور دو خاتیم میں تنفس کے حصول کے لئے ہیں

اور نفس وہ چیز ہے جس کو انسان ہوا اور سانس کے ذریعے اندر کھینچتا ہے اور وہ اندر پہنچ کر اس کی دریدوں اور شریانوں میں داخل ہوتی ہے اور وہ خون کے ساتھ جو انسان کی حرکت کا باعث ہے گھل مل جاتی ہے انسان کی موت کے وقت روح کے نکل جانے پر نفس منقطع ہو جاتا ہے اور خون کی حرکت بند ہو جاتی ہے اور انسان مر جاتا ہے[1]

قلب اور معدہ (پکانے والا برتن) کو تکمیلی زمانہ میں (تین ہزار برس قبل مسیح) خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دوہرا نظام بناتے ہیں۔ جن میں خون معدہ میں پہنچنے والی غذا سے تیار ہوتا ہے۔ قلب کے سلسلہ میں یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ وہ عمر کے ساتھ زیادہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے[2]

یہ صحیح ہے کہ مصری تشریحی معلومات کے بارے میں بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں اور طبی پاپیرس میں مشکل یا ناقص تشریحی جملوں کے مفہوم میں احتیاط برتنی چاہیئے۔ لیکن بہرحال ان کی تشریحی معلومات وسیع تھیں اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس کی وجہ آنتیں وغیرہ نکالنے کے بعد لاشوں کو مسالہ کے ذریعہ محفوظ رکھنے کا عام عمل تھا ان کی تحریرات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دماغ کو ایک ایسے عضو کی حیثیت سے پہچانتے تھے جس کا تعلق حرکی اعمال **Motor Process** سے تھا۔ وہ قلب کی تشریح سے اچھی طرح واقف تھے۔ جب کہ وہ لاش کو مسالہ کے ذریعہ محفوظ کرنے کے عمل میں عموماً ہٹاتے تھے اور جس کو کہ انہوں نے عروقی نظام کے مرکز کی حیثیت سے پہچانا تھا۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھیپھڑوں، معدہ، جگر، مثانہ اور رحم کے مقام و ساخت کے متعلق صحیح تشریحی معلومات رکھتے تھے اور

۱۔ کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث اول صفحہ ۱۶۸

۲۔ دی ہسٹری آف دی ڈیولپمنٹ آف اور نالج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم صفحہ ۱۲

انہیں ان کے طبعی افعال میں خلل کے بارے میں واقفیت حاصل تھی۔

مصری تشریح کے سلسلے میں قدیم مورخ پلینی کی یہ اطلاع بہت اہم ہے کہ مصری بادشاہوں نے اپنے علم کے شوق میں اکثر و بیشتر خود اپنے ہاتھوں سے نعش کے باب میں حصّہ لیا ہے[1]

بہترین طبّی اوراق بردی کا مطالعہ مصری طب کے سنہری دور میں طبی پریکٹس کا نکھرا اور واضح شعور عطا کرتا ہے۔ ان کا طریقۂ علاج زیادہ تر معقول اور صحیح تھا، ان کی قدیم طب اپنی خصوصیات کے لحاظ سے سائنٹیفک اور اصولی تھی۔ اور مسیح سے سولہ سو برس قبل اپنی انتہائی معراج کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

سلاطینی زمانہ کے بعد (۱۱۹۰۔ ۱۵۸۰ ق م) وہ نمایاں طریقہ پر زیادہ جادو اور سحر میں روبہ تنزل ہوتی گئی۔ پھر بھی اس معقول زمانہ کی روایت زندہ رہی اور مصری اطبا۔ ایک ہزار برس گذر جانے کے بعد بھی دنیا کے بہترین ماہر خیال کئے جاتے رہے مصری طب نے بہت گمبھیر طریقہ سے یونانی طب پر اثرات قائم کئے۔ یونانی آرٹ، سائنس اور طب نے خدا کی طرف سے دیئے ہوئے ایک عطیہ کی طرح سے اچانک ترقی کے درجات نہیں طے کئے۔ بلکہ انھوں نے قدیم اقوام سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور اکثر مورخین کے خیال کے مطابق مصر کی قدیم طب سے انہوں نے خاص طور پر استفادہ کیا ہے، جو بڑے اوصاف کی حامل تھی، اور ترقی کی انتہائی بلندیوں پر اس وقت پہنچی ہوئی تھی جب یونانی ٹرائے کے محاصرہ سے چار صدی قبل اور ہومر پانچ صدی قبل جس نے کہ یونانی لٹریچر میں پہلی شاہکار تصنیف پیش کی۔ مارے مارے پھرنے والے غیر متمدن اور بدوی تھے۔[2]

علم اور طب کے دوسرے شعبوں کے علاوہ تشریح میں یونانیوں نے خصوصیت کے ساتھ مصر سے اکتساب کیا ہے۔ چنانچہ بقراط (تقریباً ۴۰۰ ق م) نے عروقی نظام کا

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۵

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۵۴ و ۵۵

جو الجھا ہوا بیان دیا ہے اس کے متعلق اس کی معلومات مصری ذرائع ہی سے اخذ کردہ تھیں (ملاحظہ ہوا برس پاپرس ۹۱ ۱۰ - ۱۰۲ ، ۱۸ اور برلن پاپرس ۱۱۱۳ ۱۰۱۷) اور ڈیوکلیس بھی (Diocles ۳۵۰ ق م) جس نے " قلب پر " لکھا اور قلبی صمامات ، اذن اور عمود عضلیہ COLUMNAE CORNAE کو بیان کیا مصری ذرائع کا احسان مند ہے ۔ اس سلسلہ میں اسکندریہ والوں (۳۰۰ ق م سے ۱۵۰ ب م) کی شہادتیں ناقابل تردید اور بالکل واضح ہیں ہیروفیلوس (تقریباً ۳۰۰ ق م) ایراسیسٹراٹوس (تقریباً ۲۹۰ ق م) ، مس (۵۰ ب م) سورانس (۱۰۰ ب م) مارینیس (تقریباً ۱۰۰ ب م) اور آخر میں جالینوس (۲۰۰ - ۱۵۰ ب م) ان سب نے خود مصر ہی میں) اپنی تشریحی تحقیقات کی تکمیل کی ۔ اگرچہ سورانس اور جالینوس نے بعد میں روم میں بھی کام کیا بطلیموسی اور رومی مصر میں اسکندریہ تہذیبی مرکز اور روایاتی و مقامی فضل و کمال کا گہوارہ تھا[1]

اہل یونان کے اس شرف سے انکار نہیں کہ انہوں نے علمی اور تہذیبی قدروں کو پورے کمال کے ساتھ اپنایا ، اور ان کی کوششوں سے ذہنی طور پر ترقی کی طرف انسانی قدم بڑھے ۔ دنیا کی دوسری قومیں علمی اور ذہنی ترقیات میں ان کی رہین احسان ہیں ۔ لیکن بابل و آشوریہ ۔ مصر و کنعان نے تاریخ پر جو اولین نقوش ثبت کئے ہیں اور مراحل نشو و نما اور ابتدائی ترقیات میں جو خدمات ان کے ہاتھوں انجام پائی ہیں وہ خود اہل یونان کے لئے بڑا سرمایہ ہیں ۔

۱۔ سائنڈلائٹس آن دی ہسٹری آف میڈیسین ۔ صفحہ ۱۱

بابلی تشریح

بابلی مذہبی اطبا، بیماریوں کے ماحصل سے بہت دلچسپی رکھنے والے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتاؤں کی طرف سے بیماریاں بھیجی جاتی ہیں اس کے علاوہ کچھ نشانیوں کے ذریعہ بیماریوں کی رفتار پہلے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس خیال نے پیش گوئی کے عمل کی طرف رہنمائی کی۔ اس کے لئے زیادہ ضروری کسی ذبیحی جانور کے جگر کا معائنہ تھا۔ جگر بہت زیادہ خون پر مشتمل ایک عضو ہونے کی بناء پر منتخب کیا گیا تھا۔ زندگی اور خون کے مترادف ہونے کی وجہ سے جگر روح کا مقام تھا جگر کی تمام خصوصیات ملاحظہ کی جاتی تھیں۔ اس کی شکل نشانات اور مرارہ کی حالت۔ کسی تابوت برداری۔ تجارتی یا جنگی مہم سے قبل ذبیحی بھیڑ کے جگر کا معائنہ کیا جاتا تھا اس طرح پیدائش کے شگون کا بھی توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا تھا۔ چھوٹے کان یا بڑی آنکھیں کسی شخص کے مستقبل، اس کی صحت اور اس کی کامرانی کے لئے اہم نشانات خیال کی گئی تھیں ان پیروں نے تشریح کے بغور مطالعہ کی طرف رہنمائی کی اور اشر بانی پال (یہ غالباً ۶۶۹ ق م میں آشوریہ کا بادشاہ تھا) کی لائبریری کی لوحوں سے بہت وسیع تشریحی علمی اصطلاحات کا اظہار ہوتا ہے[1]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۳۱ و ۳۲

بابلی تشریح کی تاریخ میں پیش گوئی کی بڑی اہمیت ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تشریح پہ ہمارے اولین ریکارڈ کئے ہوئے مشاہدات پیش گوئی کے واسطے سے ہیں۔

پیش گوئی کی دو قسمیں کی گئی تھیں ایک غیر ارادی جس میں ذہن پر دباؤ ڈال کر اشارات کی تعبیر سے بحث کی جاتی تھی مثلاً جیسے فلک اور خواب وغیرہ کے مظاہر۔ دوسرے ارادی پیش گوئی یعنی اشارات کی تلاش و جستجو۔ زیادہ خاص طور پر ذبیح جانوروں کے مطالعہ کے ذریعہ۔ یہ طریقہ بابلیوں کے درمیان غیر معمولی ترقی پر پہنچ گیا تھا۔ اور بعد میں یہ ان سے اٹرسکیوں یہودیوں اور پھر یونانیوں اور رومیوں میں پھیلا

ذبیح جانور کے تمام اعضاء میں سے جگر کا معائنہ کیا جاتا تھا۔ خاص طور پر اس کے حجم، مقام اور اس میں خون کی مقدار کا۔ جگر نے جسم کے سب سے اہم حصہ کی حیثیت سے قدیم مشاہدہ نگاروں کو متاثر کیا، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ خون سے پر ہونے کی بنا پر اسے زندگی بلکہ درحقیقت روح کا مقام سمجھا گیا تھا۔ یہ اہم مرتبہ جگر کو کئی عہدی تک حاصل رہا۔ اور جالینوس منافع الاعضاء میں طبعی، حیوانی اور نفسانی روحوں کے تہرے نظام میں اس نے قلب اور دماغ کا حصہ بتایا۔ ادبیات میں بھی متعدد فقرے اس عقیدہ کو ظاہر کرتے ہیں، بابلیوں کے یہاں لفظ جگر نغمات حمد اور دوسرے مضامین میں ٹھیک اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ جیسے ہمارے یہاں لفظ قلب استعمال ہوتا ہے۔ جاسٹرو نے اس سلسلے میں عبرانی، یونانی اور لاطینی واسطوں سے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں

یہ عقیدہ کہ ذبیح جانوروں میں اس اہم عضو کے مطالعہ کے ذریعہ واقعات مستقبل کی رفتار کی پیش گوئی کی جا سکتی ہے اس بنیاد پر تھا کہ زندگی یا روح بحیثیت مستقر حیات جانور میں ہے۔ اس لئے جانور میں دیوتائی عنصر پایا جاتا ہے اور دیوتا جانور کو قبول کرتے ہوئے جو چڑھاوے کے طور پر اسے پیش کیا گیا ہے۔ اپنے آپ کو خود جانور سے مماثل کرتا

ہے، اور بالکل ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ اس کی ایک اکائی تھا۔ جانور میں زندگی خود دیو ہی کا ایک پَرتو ہے۔ اور چونکہ انسان کی قسمت دیوتاؤں پر منحصر ہے۔ اس لئے اگر کو دیوتاؤں کے ذہن میں سرایت کر جانے میں کامیاب ہو جائے اور مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرے تو وہ ایسا کر سکے گا۔

جگر ذبیح جانور کے سلسلہ میں مرکز حیات، محل عقل اور اسی طرح محل جذبات ہو کی بنا پر، یا براہ راست جانور کو قبول کرنے والے دیوتا کے ذہن سے مماثل ہو جاتا۔ یا بہرحال ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں دیوتا کے ذہن کا عکس پڑتا ہے۔ یا دوسری صو میں ایک باضابطہ گھڑی جو دوسری گھڑی (دیوتائی) کے ساتھ پورے طور پر ہم آہنگ ہوتی ہے۔"

اس طرح معائنہ جگر (Hepatoscopy) نے بابلیوں کے درمیان ایک غیر معمولی دماغی توہم کی حیثیت حاصل کر لی۔ اور مسیح سے تقریباً تین ہزار برس پہ بھیڑ کے عضو کا مطالعہ کیا گیا اور اس کی شکل بنائی گئی۔ پیش گوئی کی رسوم میں فصوص، ما بالائی فص کے تتمہ اور نشانات کا بڑی توجہ سے مطالعہ کیا جاتا تھا۔ قدیم ترین تشر ماڈل جس کی سر ولیم آسلر نے اپنی کتاب ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین کے صفحہ ۲۰ تصویر بھی دی ہے۔ بھیڑ کے جگر کا چکنی مٹی کا ماڈل ہے جس پر پیش گوئی سے متعلق کچھ تحریر بھی ہے۔ یہ ماڈل تقریباً دو ہزار برس قبل مسیح کا ہے۔ جاسٹر دتے اس سے بابل اصطلاحات کے جدید تشریحی مترادفات بڑی مشکل سے حاصل کئے ہیں نیوبرگر نے اس قسم کے دو ماڈل کا تذکرہ کیا ہے جو تقریباً تین ہزار برس قبل مسیح پرانے ہیں[1]۔

جگر کے یہ ماڈل حیرت انگیز طریقہ پر بنے ہوئے ہیں اور یہ بالکل اسی انداز کے ہیں جیسے ہم اس زمانہ میں دماغ کی سطح کا خاکہ کھینچتے ہیں[2]۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵

۲۔ ہسٹری آف دی ڈویلپمنٹ آف اور نالج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم صفحہ ۵

کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے معائنہ جگر کے عمل کو بڑی توجہ سے ریکارڈ کیا جاتا تھا۔ اور تعبیریں کم یا زیادہ طبعی اور اصلی تلازم خیالات پر منحصر ہوتی تھیں ۔ اگر مرارہ دائیں جانب میں سوجا ہوا ہوتا تھا تو یہ بادشاہ کی فوجی طاقت کی طرف اشارہ کرتا تھا اور موافق اور حسب حال تھا۔ اور اگر سوجن بائیں جانب ہوتی تھی تو یہ دشمن کی کامیابی ظاہر کرتی تھی ۔ اور غیر موافق اور شگون بد تھی۔ اگر مجریٰ صفرا طبعی ہوتی تھی تو یہ لمبی زندگی کی علامت سمجھی جاتی تھی ۔ مرارہ کی پتھریاں پیش گوئی کی درسیات میں قلیل الوقوع طور پر نہیں بیان کی گئی ہیں۔ یہ موافق یا ناموافق دونوں ہوسکتی ہیں ۔ مختلف تعبیریں تابل ماخذ بیاضوں میں قلمبند کرلی جاتی تھیں ، اور یہ بیاضیں فال کی تشریحات اور کلیسائی مدرسوں میں ہدایات کی درسیات کے لئے رہنمائی کا کام دیتی تھیں ۔ (جاسٹرو) بابلیوں سے پیش گوئی کا فن وسیع پیمانے پر پڑوسی اقوام میں پھیلا ۔ بائبل میں اس کے متعلق بہت سے حوالے درج ہیں ۔ معائنہ جگر کا رواج اٹرسکیوں میں بھی شروع ہوا ۔ اور وہاں سے یونانیوں اور رومیوں تک پہنچا ۔ اور ان کے درمیان یہ کم یا زیادہ بے معنی شکل میں رہ یہ تنزل ہوا ۔ جاسٹرو کہتا ہے "لیکن بابلیوں اور آسوریوں میں جہاں ہزاروں سال تک جگر پیش گوئی کے واحد عضو کی حیثیت سے استعمال کیا گیا ۔ وہاں اس کے پستی میں گرنے یا مذہبی رہنماؤں کے ذریعہ ناجائز استعمال کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے ۔"[1]

قلیل ممکن الحصول مواد کی مدد سے جسم کی ساخت اور افعال سے متعلق بابلی علم پر ہم جو روشنی ڈالنے کے قابل ہیں وہ درج ذیل ہے ۔

جسم نامی روح اور جسم کا مرکب ہے ۔ فکر و سمجھ کا مقام قلب ہے ۔ اور خون کا مرکزی عضو جگر ہے ۔ خون کو سمیریوں ، بابلیوں اور آسوریوں نے دو ہزار قبل مسیح شہنشاہ حمورابی کے زمانہ میں حقیقی حیاتی سرچشمہ کی حیثیت سے دیکھا تھا ۔ اور یہ قابل ذکر ہے کہ خون کی دو قسمیں تسلیم کی گئی تھیں ۔ دن کا خون اور رات کا خون ، سرخ شریانی اور سیاہ وریدی ۔

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین ۔ صفحہ ۱۸ و ۱۹

بدنی رطوبات خصوصاً خون زندگی کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ یہ خیال تخلیق کے فسانہ میں پایا گیا ہے۔ جس میں دیوتاؤں میں سے ایک قتل کیا گیا ہے اور اس کا خون مٹی سے ملایا گیا ہے۔ وہاں فسانوں میں "حیات کے پانی" کا حوالہ ہے، جس سے اخلاطی نظریہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

سمیری تصویری تحریروں کے رسم الخط میں جسم کے مختلف حصّوں کے خاکے پائے گئے ہیں۔ اس قسم کے خاکے جیسا کہ اب تک خطِ رموزی میں قدیم آشور و فارس کے کتبات کو پڑھا گیا ہے، صرف بہت قدیم معلومات ظاہر کرتے ہیں جو ملکی تشریح یا ذبیح جانوروں سے اخذ کی گئی ہیں۔[1]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵

ہندی تشریح

علمی روایات اور نمائندگی کے اعتبار سے ہندوستان قدیم کو ایشیا میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو افریقہ میں مصر کو۔ اور ہند کے ان علوم قدیمہ میں فلسفہ اور ریاضیات کے ساتھ ہی طب بھی شامل ہے جس کے حوالے مقدس ویدوں کے صفحات پر جا بجا ملتے ہیں۔

قدیم ہندوستانی طبی مصنفین علم تشریح کی جن معلومات کے حامل تھے، ان کی صحت و ضبط کے سلسلہ میں اب تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے اس مضمون کے متعلق ہماری معلومات بہت زیادہ محدود ہیں، اور وہ کچھ ان غیر ملکی خیالات پر منحصر ہیں جو اس مضمون کے بارے میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ مثلاً گیریسن نہایت سادگی سے کہتا ہے "ہندوستانی تشریح جسم کے خارج از قیاس حصوں کی فرضی گنتی پر مشتمل ہے[1]۔" نیوبرگر بیان کرتا ہے — "یہ شعبدہ بازی اور اعداد سے متصف ہے، جن میں ۵ اور ۷ کا ہندسہ مخصوص کردار ادا کرتا ہے[2]۔" اسی طرح میجر لکھتا ہے۔ "ہندی تشریح و منافع الاعضاء کے بیشتر نظریات

۱۔ این انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف میڈیسن گیریسن، صفحہ ۷۱

۲۔ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے نیوبرگر آگے کہتا ہے "ہندی تشریح میں جسم کی بڑی عددی ذیلی تقسیم کسی قدر مندرجہ بالا ضابطہ کے مطابق کی گئی ہے۔ جسم ۶ خاص اور ۵۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

قیاس کی پیداوار ہیں اور تجربہ و معائنہ کے نتیجہ میں بہت کم ذکر ہے[1]۔

تاہم مغربی مورخین میں ہارنل کے ہم احسان مند ہیں، اس نے اس موضوع پر خصوصاً علم العظام سے متعلق مبصرانہ مطالعہ کے بعد لکھا ہے، اور قدیم ترین ہندوستانی طبی مصنفین کے یہاں تشریحی معلومات کی نہایت وسیع پیمانے پر تحقیق کی ہے۔ اس کی بسط و صحت کے بارے میں وہ لکھتا ہے ۔" ہم حیرت میں رہتے ہیں جب ایک طرف ان کا ابتدائی زمانہ غالباً چھٹی صدی قبل مسیح ـــــ اور دوسری طرف توضیح کے عجیب و غریب طریقوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چھوٹے حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جلد کے ۶ یا ۷ پرت ہیں ۵ حسی اعضاء ہیں (ہاتھ، پاؤں، بازو، تناسلی عضو اور زبان) پانچ کا تعلق خیال اور جذبہ سے ہے۔ ہوا صفرا بلغم، خون، پیشاب اور منہضم اور غیر منہضم غذا کے ۷ مخزن ہیں۔ عورتوں میں آٹھواں جنین کے لئے بھی ہے ۱۵ اندرونی اعضاء ہیں ۹ سوراخ ہیں۔ ۱۰ زندگی کے خاص مقامات ہیں .... ۱۰۷ مقامات ایسے ہیں جن کے زخم خطرناک یا مہلک ہیں۔ ۳۶۰ ہڈیاں، ۲۱۰ مفاصل، ۹۰۰ رباطات، ۵۰۰ عضلات ہیں .... عروق کی نسبت سے اس تعداد میں فرق واقع ہوتا رہتا ہے۔ ایک جگہ ۷۰۰ وریدیں بیان کی گئی ہیں جو ناف سے پھیلتی ہے، دوسری ۱۰ خاص عروق کے بارے میں خیال کیا گیا ہے کہ وہ قلب سے شروع ہوتی ہیں۔ ان سے مختلف ۲۴ مجاری (اعصاب) ہیں، جن کی ابتدا ناف سے ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مجاری اور ہیں جو تنفس، کھانا، پانی، کیلوس، خون، گوشت، چربی، پیشاب، پاخانہ، منی، اور خون حیض ہر ایک کے لئے دو ہیں۔ مصریوں کی طرح یہاں بھی عروق و اعصاب اور تمام اقسام کی خلائیں آپس میں گڈمڈ ہوگئی ہیں" ہسٹری آف میڈیسین۔ نیو برگر۔ صفحہ ۴۸ و ۴۹

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۷۷۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ ہندی تشریح کا تعارف میجر اس انداز میں کراتا ہے۔" سسرت کے مطابق جسم کے ۱۰۷ نہایت اہم حصے، اور ۷۰۰ عروق دمویہ ہیں جو سری خطہ سے اگتی ہیں اور تمام جسم میں پھیلتی ہیں۔ اوپر کی طرف، نیچے کی طرف اور جانبی طرف۔" جسم میں ۳۰۰ ہڈیاں ۹۰۰ رباطات اور

(ہ ۔ ۔ ارد صفحہ نمبر ۔ ۔ ۔)

کو پیش نظر رکھتے ہیں[1]"۔ اس سلسلہ میں ملکی محققین میں ہندوستانی اسکالر ڈاکٹر پی کوٹمبیاہ Dr. P. Kutumbiah کی کوشش اور محنت لائق تحسین ہے۔ موصوف نے قدیم ہندی طب کا نہایت شرح وبسط سے جائزہ لیا ہے۔ اور تمام طبی موضوعات، تشریح، منافع الاعضاء، اسباب الامراض معالجات وغیرہ پر مطالعہ و تحقیق کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ان کی کتاب "قدیم ہندوستانی طب" Ancient ndian Medicine سے ہندی تشریح کی معلومات بہت صحیح شکل میں سامنے آتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بہت قدیم زمانہ سے تشریح کا مطالعہ کیا گیا اور طب میں اس کی اہمیت وہاں کبھی نظر انداز نہیں ہوئی۔ تشریحی مذاہب کا وجود پیچھے ویدک زمانہ میں بھی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ رگ وید (ऋग्वेद) جیسے انتہائی پرانے نوشتوں میں بعض اندرونی اعضاء کے نام ملتے ہیں اور اس کے بھجنوں میں ہم پھیپھڑے، دل، قلب، معدہ، امعاء، گردوں اور دوسرے احشاء کا ذکر پاتے ہیں۔ اتھروید (अथर्ववेद) میں جہاں امراض کے نام اور علامات کا ذکر ہے وہاں وہ انسانی جسم کی معمولی تشریح کی پوری معلومات کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ۱۰ و ۲ باب میں ہم کو ایک بھجن کا عنوان "انسان کی حیرت انگیز ساخت" ملتا ہے۔ جس میں ڈھانچہ کے متعدد حصے اچاریہ۔ چرک نظام کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۵۰۰ عضلات ہوتے ہیں۔ عورتوں میں ان کے علاوہ مزید ۲۰ عضلات ہوتے ہیں ــــــ رحم اپنی شکل میں روہو مچھلی کے منہ سے مشابہ ہوتا ہے (منہ کے مقام پر تنگ اور اندرونی حصہ میں کشادہ) شرائن، اوردہ اور اعصاب ان سب کا مجاری کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے اور ۴۰ اہم مجاری بیان کی گئی ہیں جن میں ۱۰ اعصاب ۱۰ شرائن ۱۰ عروق لمفاویہ اور ۱۰ اوردہ ہیں۔ اس کے مطابق ۳۶ مجاری زبان میں ۲۴ ناک میں ۲۸ دونوں آنکھوں میں اور ۱۰ دونوں کانوں میں ہوتی ہیں۔" ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر اول۔ صفحہ ۶۹ و ۷۰

۱۔ میڈیسین آف اینشینٹ انڈیا (آسٹیولوجی)، ہارنل۔ صفحہ ۳

ساتھ قابلِ لحاظ ہم آہنگی میں محتاط اور تنظیمی طریقہ پر شمار کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۱ و ۳۲ باب میں قریب قریب تمام اہم اعضاء جن کو بعد میں اچاریہ چرک اور سسرت اسکول نے بیان کیا ہے گنائے گئے ہیں۔

اسی طرح یجروید (यजुर्वेद) کے بعض حصّوں کے غائر مطالعہ سے تشریح کا خاص سراغ ملتا ہے، جیساکہ جراحی حصّہ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۲۰-۹-۳)
کچھ تشریحی اصطلاحات کے حوالے جو ویدوں میں پائے جاتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں۔

ویدک نام	اصطلاحی نام	حوالہ
अन्त्र	امعاء	اتھرو ۳ ـ ۳۳ ـ ۲
भंशधु	غدہ مذی	اتھرو ۱۷ ـ ۹ ـ ۱۰
धमनी	شریان (اور عصب بھی)	اتھرو ۱۳ ـ ۱۷ ـ ۱
गविनी	حالبین	اتھرو ۶ ـ ۳ ـ ۱
गुदा	معاء مستقیم	اتھرو ۶ ـ ۲۹ ـ ۲
कफोद	پھیپھڑے	اتھرو ۴ ـ ۲ ـ ۱۰
क्लोम	قصبی شعبی شجر اور بالنقراس	اتھرو ۱۲ ـ ۸ ـ ۱۰
कुक्षि	معدہ اور امعاء	رگ ۸ ـ ۳۶ ـ ۳
मस्तिष्क	دماغ	اتھرو ۸ ـ ۲ ـ ۱۰
मोटास्नायुवृक्क	گردے	اتھرو ۴ ـ ۲ ـ ۱۰
मीन	گردن	اتھرو ۱۲ ـ ۱۲ ـ ۹
नाड़ी	عصب اور شریان بھی	اتھرو ۱۵ ـ ۷ ـ ۱۰
पेशी	عضلہ	اتھرو ۱ ـ ۲ ـ ۱۰
प्लीहा	طحال	اتھرو ۳ ـ ۳۳ ـ ۲
परिटेट	غشاء التعاب	اتھرو ۱۱ ـ ۱۲ ـ ۹

स्नायुक	موٹی رگ و نس	اتھرو	۱۱ ـ ۱۰ ـ ۱
शिरा:	ورید	اتھرو	۳ ـ ۱۰ ـ ۱
उदर	معدہ	رگ	۸ ـ ۴۲ ـ ۳
वृस्ति	مثانہ	اتھرو	۱ ـ ۴۳ ـ ۲
वृषण	خصیتہ	" "	۱۴ ـ ۱۲ ـ ۹
यकृत	جگر	اتھرو	۱ ـ ۴۲ ـ ۲
कपाल	جگر کا ۹	GOP	۱
अधर कण्ठ	منہ کا زیریں حصہ	SUKL	۲۴ بحر
जम्बिल	معدہ		
स्थूलगुद	بالائی معاء مستقیم		
शिरक कण्ठ	منہ کا بالائی حصہ		
विकट	جگر	اتھرو	BRAH
हृदय उपास	پھیپھڑے		BRAH
काकद	حلق	GOP	BRAH ۲

اتھرو وید کا دسواں کانڈ جو تخلیق (पुरुष) کے خاص بھجن پر مشتمل ہے جس میں ڈھانچے کے مختلف حصوں کی سر سے پیر تک ترتیب کے ساتھ تعداد پیش کی گئی ہے پاشن ایڑی گلف ٹخنہ کی ہڈی अंगुलि اصابع مچلک لمبی ہڈیاں श्रोणि ٹانگ کی ہڈیاں جنگھا ــــ گھٹنہ کی چپنی अस्थिवट या जानु جوڑ प्रस्थ جوف عانہ ران کی ہڈیاں उरु چھاتی کی ہڈی عظم قص उरस ग्रीवा گردن کی ہڈی स्तन (پسلیاں) कफोद کندھے کی ہڈی ــــــ स्कन्ध گردن کی ہڈیاں पृष्ठ (پشت کی ہڈیاں) अंस سفلی کی ہڈی ललाट ابرو ककाटिका چہرہ کی وسطی ہڈیاں कपाल کھوپڑی हनु جبڑا ہارنل[۲]

۱۔ سر گولڈ لول شاستری بمبئی۔　　(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

قدیم آریائی رشی جس طرح انسانی جسم کے مختلف حصّوں کی تشریحی معلومات رکھتے تھے۔ اسی طرح وہ متعدد جانوروں کی تشریح سے واقف تھے خصوصاً بکرے اور گھوڑے کے متعلق جن کو کہ وہ اکثر قربانی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس سے تشریح تقابلی (Comparative Anatomy) کے لئے بہترین مواد فراہم ہوا[1] مسٹر ایچ ایم ایلیٹ کے مطابق رائل لائبریری لکھنؤ میں علم مولیشیان پر ایک پرانی کتاب ہے جس کا ترجمہ سنسکرت سے غیاث الدین محمد شاہ خلجی کے حکم سے کیا گیا تھا۔ اس میں حیوانات کی تشریح الابدان اور ان سے متعلق امراض کا بیان مع علاج مشرح درج ہے[2]

زمانہ کی رفتار کے ساتھ تشریحی روایات صحیح معلومات کی شکل اختیار کرتی گئیں۔ اور طب کے متعدد اسکول اچار یہ سسرت ابھر آنے کے بعد ہندوستانی تشریح اپنی سائنٹفک ارتقائی حالت میں داخل ہوئی۔ ان اسکولوں میں اس کا محنت سے مطالعہ کیا گیا اور انسانی جسم سے متعلق حقائق کی ایک نہایت وسیع مقدار جمع کر دی گئی۔

منو मनु کے مجموعہ قوانین کے مطابق اگرچہ مردہ جسم کا ہر امتحان ممنوع تھا۔ کوئی بھی شخص جس نے میت کو چھوا ہے اسے پاکی حاصل کرنے کے واسطے غسل اور مذہبی رسوم کی ادائیگی ضروری تھی۔ مگر چوں کہ انسانی تشریح کی قابل اطمینان معلومات بغیر انسانی ڈسیکشن کے نہیں حاصل کی جاسکتیں اس لئے اس سختی کے باوجود ماہرین طب کے یہاں براہ راست یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس کو ہندوستان میں عملی طور پر انجام دیا گیا ہے اور سب سے پہلے[3] سسرت نے ان احکامات کی نافرمانی کرتے ہوئے مردہ اجسام کا امتحان کیا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ ۲) میڈیسین آف اینشینٹ انڈیا۔ بحوالہ اے ٹیکسٹ بک آف آیورویدا جلد اول۔ لکشمی پاٹھی۔ جام نگر (ہسٹوریکل بیک گراؤنڈ) صفحہ ۳۶۲ اور ۳۶۳

۱۔ اے ٹیکسٹ بک آف آیورویدا۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۶۲

۲۔ روئداد اجلاس اول۔ آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس۔ ۱۹۱۱ء صفحہ ۹۲

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ سیجر۔ اول۔ صفحہ ۶۷

سسرت کے عہد کے متعلق چھٹی صدی قبل مسیح کی روایت کو تسلیم کر لیا جائے[1] جو تحقیق کی روشنی میں زیادہ صحیح بھی ہے، تو تاریخ میں وہ پہلا شخص قرار پاتا ہے جس نے انسانی ڈسیکشن کا فرض

۱۔ سسرت۔ چرک اور وگھبھاٹ ہندی طب کے تین عظیم ترین نام ہیں جن کا تعلق دور برہما سے ہے۔ ان کی عظمت اور برتری پر جہاں سب کا اتفاق ہے وہاں ان کے زمانہ کے تعین میں انتہائی اختلاف پایا جاتا ہے۔ پاس کا کہنا ہے کہ چرک ایک ہزار برس قبل مسیح تھا، اور سسرت ایک ہزار برس بعد مسیح گذرا ہے۔ لیکن ہاس کہتا ہے کہ سسرت کی تصنیف پندرہویں صدی میں مرتب کی گئی ہے، یہ آخری بیان قطعی طور پر غلط ہے۔ اس لئے کہ ہاور (Bower Ms) مخطوطہ جو ۴۵۰ء کا تصنیف کردہ ہے۔ اس میں سسرت کے حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ نیوبرگر نے چرک کا زمانہ تقریباً عیسوی سن کے آغاز میں لکھا ہے اور سسرت کو پانچویں صدی بعد مسیح کا قرار دیا ہے۔ باور مخطوطہ کی روشنی میں یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ وگھبھاٹ جس نے اپنی کتاب میں چرک و سسرت دونوں کے حوالے پیش کئے ہیں، ساتویں صدی بعد مسیح کا شخص ہے اور اس میں رائیں زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ (ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۴۸)

ہندو روایات کے مطابق بعہد بدھ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں دو عظیم یونیورسٹیاں ٹیکسیلا اور وارانا سی تھیں۔ مشہور طبیب اچاریہ نے ٹیکسیلا میں تعلیم حاصل کی اور اس کے کم عمر معاصر شہرۂ آفاق جراح سسرت نے وارانا سی میں تعلیم پائی ـــــ اس روایت کو سنسکرت کے کچھ عالموں نے تسلیم کیا ہے (ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر اول صفحہ ۶۸) عظیم طبی مورخ جارج سارٹان نے بھی اچاریہ و سسرت کو چھٹی صدی قبل مسیح کا قرار دیا ہے (انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۷۶) اور میں بھی تاریخی جائزہ کی روشنی میں اس کو قابل ترجیح سمجھتا ہوں۔ سرولیم سیسل ڈیمپائر نے چھٹی صدی قبل مسیح کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔ "بدھ (۵۶۰ ـــ ۴۸۰ ق م) کے زمانہ میں نامور اطباء کے ہاتھوں طبی مدارس قائم ہوئے: (شارٹ ہسٹری آف سائنس صفحہ ۱۴) (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

انجام دیا اور نہ صرف سسرت بلکہ ہندی طب کے لئے اوّلیت کا یہ اعزاز انتہائی لائق فخر و ستائش ہے۔ ڈیسکشن کے آغاز سے متعلق آئندہ صفحات میں مزید تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے

سسرت سمہیتا میں سریر استھانا کے پانچویں باب کے آخر میں ڈیسکشن کی ہدایت ان الفاظ میں دی گئی ہے "تشریح کے علم کے بغیر جسم کے کسی حصہ یہاں تک کہ اس کی کھال کے بارے میں بھی کوئی صحیح بیان نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ کوئی بھی شخص جو تشریح کی مکمل معلومات حاصل کرنا چاہے۔ اسے ایک مردہ جسم تیار کرکے اس کے تمام حصوں کا بغور امتحان کرنا چاہیئے اس طرح دونوں طریقوں سے یعنی براہ راست عینی مشاہدہ اور مستند کتابوں کی مدد سے مکمل معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔" (سسرت سمہیتا ۱۱۱۔ ۵۔ ۴۹) لیکن بقول پی کوٹمیاہ اس کا "ڈسیکشن" کا طریقہ عجیب اور غیر مہذب تھا[1] سسرت اس کو اس طرح بیان کرتا ہے۔" اس مقصد کے لئے ایک ایسے جسم کو منتخب کرنا چاہیئے جس کے تمام حصے مکمل ہوں۔ اسی طرح وہ ایک ایسے شخص کا بھی جسم ہونا چاہیئے جو نہ بہت زیادہ بوڑھا ہو اور نہ کسی زہر یا طویل بیماری سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سنسکرت مخطوطہ کے ایک قدیم چینی ترجمہ کے مطابق چرک نے مہاراجہ کنشکا (۱۲۰۔ ۱۶۲ ء) کے عہد میں شہرت حاصل کی (ہسٹری آف میڈیسین میجر۔ اوّل صفحہ ۶۸) جارج سارٹان کی بھی یہی رائے ہے (انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل صفحہ ۲۶۹) لیکن چرک اور سسرت دونوں کی تصانیف کے مطالعہ سے صاف نمایاں ہوتا ہے کہ سسرت چرک کے بعد کی شخصیت ہے۔ چرک کے مقابلہ میں سسرت کے یہاں زیادہ وضاحتیں اور معلومات ہیں۔ اس سے زمانہ اور علم کی ارتقائی صورت کا اندازہ کرنے دیر نہیں لگتی۔ دونوں کے صحیح زمانہ کے تعین سے ہٹ کر جہاں تک ان کے تقدم اور تاخر کا سوال ہے، میں سمجھتا ہوں ان کی تصانیف کی روشنی میں وہ مختلف یہ نہیں ہونا چاہیئے بسسرت کے زمانہ کو چرک سے پہلے قرار دینا ان کی تصانیف اور قدیم ہندی طبی لٹریچر سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ بہرحال روایات کے تضاد کا یہ عالم ہے کہ اگر ایک طرف کچھ لوگ سسرت کو چھٹی صدی قبل مسیح کا سمجھتے ہیں تو دوسری طرف کچھ اسے چھٹی صدی بعد مسیح میں شمار کرتے ہیں اور پوری ہندی تاریخ میں یہ صورت عام ہے اور اس کی وجہ بقول میجر یہ ہے کہ "پرانے ہندو تاریخوں سے بہت کم دلچسپی رکھتے تھے۔"

۱۔ اینشینٹ انڈین میڈیسین۔ کوٹمیاہ۔ صفحہ ۲

مرا ہو. آنتوں کو تمام فضلات سے صاف کرنے کے بعد جسم کو سنیٹھے یا نزیزون (ایک درخت کی اندرونی چھال جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنی جاتی ہیں) یا گھاس یا سن میں لپیٹ کر ایک پنجرہ میں رکھنا چاہیئے۔ پھر اسے اچھی طرح محفوظ کر کے کسی چھپی ہوئی جگہ، یا کسی ایسے ندی میں جس کا بہاؤ تیز نہ ہو سڑنے اور تحلیل ہونے کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ سات دن کے وقفہ کے بعد پوری طرح تحلیل شدہ جسم کو باہر نکالنا چاہیئے۔ اور بہت آہستگی سے گھاس یا بانس یا نزیزون سے بنی ہوئی مورچھل سے صاف کرنا چاہیئے۔ اور اس وقت یکے بعد دیگرے جسم کے ہر ایک بڑے اور چھوٹے: ظاہری اور باطنی حصّہ کا جلد سے شروع کرتے ہوئے آنکھ سے معائنہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ فرد مائگی ختم ہو جائے اور صحیح حقیقت منکشف ہو جائے (سسرت سمہیتا ۱۱۱ . ۵ ، ۵۰ ، ۵۶)

عملی جراحت کے لئے عملی تشریح کی بہترین معلومات ضروری ہیں اور ہندوستان قدیم کو فن جراحت میں جو کمال حاصل رہا ہے اور جس میں کم ہم عصر قومیں ان کی شریک ہیں، وہ درحقیقت ان کی تشریحی واقفیت ہی کا نتیجہ ہے۔

سمہیتا یوگا زمانے (۲۵۰۰ ق م سے ۵۰۰ ق م) کے ویدک ماہرین کو جو تشریحی معلومات حاصل تھیں، ان کی فضیلت کو ڈاکٹر وائز کی تصدیق سے بہتر طریقہ پر سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کا انہوں نے اپنے ہندو نظام علاج کے تبصرہ میں ذکر کیا ہے۔ "ہندو حکماء احترام ملحوظ رکھتے ہوئے زندہ کے لئے مردہ کے استعمالات میں صحیح اور حکیمانہ نظریات کی وجہ سے بلاشبہ عزت کے مستحق ہیں اور وہ علم طب کے تمام شعبوں میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری شعبہ یعنی "عملی تشریح" کو پہلے سائنٹفک اور کامیاب ترقی دینے والے تھے[۱]

طب اور یوگا کی پریکٹس میں علم تشریح کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔ سسرت کہتا ہے "طبی افراد اور گیان دھیان والے یوگیوں کے فائدے کے لئے اس نے تشریحی حصّے لکھے ہیں۔ ان معلومات کی تصدیق کے لئے جو کتابوں سے حاصل کی گئی

---

۱. ٹیکسٹ بک آف آیوروید ا. جلد اول۔ حصّہ اوّل۔ صفحہ ۲۹۵

ہیں۔ سسرت نے ڈسکیشن کے عملی طریقہ کا مشورہ دیا ہے جسے [redacted] ڈسکیشن، کہا جاتا ہے۔"[1]

ازمنۂ قدیم میں ڈسکیشن کا رواج ہندی طب کے لئے بڑے امتیاز و شرف کا باعث ہے۔ مورخین نے اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ سر بھگوت سنگھ اپنی کتاب مختصر تاریخ آیورویدک میں لکھتے ہیں۔ "پرانے ہندو حکیم مردوں کو چیر کر عملی تشریح سکھاتے تھے۔" اسی طرح بی این سیل B. N. Seal بیان کرتے ہیں: "یہاں طلباء کے مشاہدہ و معائنہ کے لئے لاشوں کی قطع برید کی جاتی تھی"[2]

انڈین کیمسٹری کا مصنف لکھتا ہے: "سسرت کے مطابق مردہ جسموں کی چیر پھاڑ پر بذریعہ تجربہ و مشاہدہ مشاقی حاصل کرنے پر خاص زور دیا گیا ہے۔"[3]

ڈاکٹر ہارنل کہتے ہیں: "ابتدائی ہندی ماہرین تشریح کے نظریات حیرت انگیز طور پر درست ہیں۔ یہ اس حقیقت کا نتیجہ ہے کہ وہ صحیح امتحان کے لئے مردہ انسانی جسم کی مشق کے عادی تھے۔ اور ان کے نظریات ڈھانچہ کے تجربی علم کا براہ راست نتیجہ تھے"[4]

ہندی تشریح کے متعلق سر ولیم ہنٹر کا یہ بیان یقیناً اہم ہے "ہندوستان کا علم دوا جامع ہے اس میں جسم انسانی کی ترکیب، اندرونی اعضاء، پٹھوں، رگوں، اور شریانوں کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔"[5]

ہندی تشریح کے سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ علم تشریح کی جو کم معلومات انہیں حاصل تھیں ان کا اظہار بت تراشی میں بھی ہڈیوں اور عضلات کے تعین کی کمی سے

---

۱ ٹیکسٹ بک آف آیورویدا۔ جلد اوّل۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۲۹۵

۲۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب صفحہ ۵۲ Positive Science of the Ancient Hindus سیل کی بہترین کتاب ہے۔

۳۔ روئداد اجلاس اول آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس ۱۹۱۱ء صفحہ ۹۲

۴۔ اے ٹیکسٹ بک آف آیورویدا۔ جلد اول حصہ اول۔ صفحہ ۲۹۵

ہوتا ہے۔[1]

اس علم کی وہ معلومات جو ڈسیکشن کے ذریعہ حاصل کی گئی تھیں ان میں ان معلومات سے اضافہ ہوا جو جراحی اعمال سے حاصل ہوئی تھیں "حقائق کا مشاہدہ اور ان کو جمع کرنا سائنس کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے نہ کہ خود سائنس۔ انسانی ذہن کو صنعت وحرفت سے متعلق ضرورتیں مختلف نقطۂ نظر سے علیحدہ علیحدہ حقائق جمع کرنے کے لئے مجبور کرتی ہیں"[2]

بہر حال ہندوستانی تشریح کے ارتقاء میں ہم انسانی جسم کے متعلق مشاہدات اور حقائق کی فراوانی پاتے ہیں، جس میں تشریحی خیال کے مختلف مکاتیب نے نظام واصول کے مطابق ترتیب پیدا کی۔ ان میں اچاریہ، چرک اور سسرت اسکول زیادہ مشہور ہیں۔ چرک اور سسرت دونوں نے اپنی سمہیتاؤں کے مستقل باب "سریراستھانا" تشریح کے لئے وقف کئے ہیں۔ ان ابواب میں خاص تشریح کے علاوہ علم جنین اور نسیجیات سے بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ انداز تشریح کا اتنا ہی جامع اور وسیع تصور پیش کرتا ہے جتنا جدید طبی سائنس میں ہے۔ ہندوستانی ماہرین تشریح کا نسیجیات سے متعلق علم جیسا کہ خوردبین کی غیر موجودگی میں متوقع ہونا چاہیئے زیادہ تر خیالی اور تصوری ہے۔

علم العظام[3]

انسانی ڈھانچے کے متعلق ہندوستانیوں کے نظریات سے آگاہی میں ہمیں دو مختلف ذرائع سے مدد ملی ہے ایک طبی دوسرے غیر طبی۔

طبی ذرائع میں چرک، بھیل، سسرت، اور وگبھاٹ کے خلاصے اور اور ابواب (سمہتاس) شامل ہیں، اور غیر طبی صورت میں یم یاجنولکیہ۔ دھرم شاسترہ، وشنو سمرتی، وشنو دھرموتر، اگنی پران سے ان معلومات کو اخذ کیا گیا ہے۔ (Devanagari: यम याज्ञवल्कीय. धर्म शास्त्र, विष्णु स्मृति, विष्णु धर्मोत्तर, अग्नि पुराण)

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۴۹

۲۔ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ۱۰۴

۳۔ اس باب کے مواد میں ہارنل کے "علم العظام" سے استفادہ کیا گیا ہے۔

چار طبی تصانیف میں سے چرک اور بھیل بالکل اچاریہ سے مشابہ ہیں اور اس کی بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔ سسرت کی تصنیف البتہ اچاریہ سے اپنی تفصیلات میں مختلف ہے اور اس کو ایک آزاد کتاب کی حیثیت سے خیال کرنا چاہیئے۔ وگبھاٹ اپنی کوئی ذاتی خصوصیت نہیں رکھتا، یہ اچاریہ اور سسرت کے درمیان کی ایک چیز ہے ـــ ـــ ـــ غیر طبی ذرائع اپنے اصل خط و خال میں اچاریہ आत्रेय سے مشابہ ہیں اس طرح گویا مختلف قدیم تصانیف کو محتاط احتساب کے بعد دو بڑے اسکول میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی اچاریہ چرک اور دوسرے سسرت۔

اچاریہ۔ چرک کے مطابق:۔ جسم مندرجہ ذیل حصوں अंग پر مشتمل ہے دو بازو (बाहु) دو ٹانگیں (सक्थि) سر اور گردن शिरोग्रीवा اور धड़ अन्तराधि

یہ سب دریدہ جسم षडङ्ग بناتے ہیں۔

دانت اور ناخن سمیت ۳۶۰ ہڈیاں ہیں۔ ۳۲ دانت दन्त ۳۲ دانتوں کے اواری उलूखल ۲۰ ناخن नख ۶۰ انگلیاں अंगुलि ۲۰ لمبی ہڈیاں शलाका ہڈیوں کی چار بنیادیاں शलाकाधिष्ठान ۲ ایڑیاں पार्ष्णि ۴ ٹخنہ کی ہڈیاں गुल्फ ۴ پہنچہ کی ہڈیاں मणिका ۴ ساعد کی ہڈیاں अरत्नि چار ٹانگ کی ہڈیاں जंघा دو گھٹنے کی چپنی जानु دو کہنی کے حصے कपालिका ـــــ ران کی دو مجوف دار ہڈیاں ـــ ۲ ران کی ऊरु नलक ۲ بازو बाहु کی مجوف دار ہڈیاں نلکا यानी دو کندھے کی ہڈیاں ـــــ अंसफलक دو ہنسلی کی ہڈیاں अक्षक دو کولہے کی ہڈیاں श्रोणिफलक ایک عانہ کی ہڈی भग ۴۵ پشت کی ہڈیاں पृष्ठ ۱۴ چھاتی کی ہڈیاں उरस ۲۴ پسلیاں पार्श्वका ۲۴ پسلیوں کے گڑھے स्थालिका ۲۴ پسلیوں کے حد بے अर्बुद ان گڑھوں میں فٹ ہیں۔ ۱۵ گردن کی ہڈیاں ग्रीवा ایک سانس کی نالی जत्रु ـــــ دو ٹھوڑی کی جوف हन्वस्थि ایک ریزہ یا ٹھوڑی ـــــ तालुषक دو جبڑے کی دو Basal Tie-Bones یعنی हनुमूल बन्धन، ایک ناک کی

بنانے والی ہڈی ललाट नासिका, गन्ध कुट, دو کنپٹی शंख

چار Cranial Pan Shaped ہڈیاں कपाल शिरः کل ۳۶۰

(چرک سمہیتا ۱۵، ۷، ۴، ۶ جیسا کہ ہارنل نے بیان کیا ہے)

سسرت سمہیتا کے مطابق عمومی طب کے ماہرین ۳۶۰ ہڈیاں بتاتے ہیں۔ لیکن علم جراحت کی کتابوں میں صرف ۳۰۰ ہڈیوں کا ذکر ہے۔ ان میں ۱۰۶ اطراف میں ہیں ۱۲۸ جوف عانہ، پہلو، پشت، کندھے اور چھاتی میں اور ۶۶ گردن سے اوپر ہیں۔ ان ۳۰۰ ہڈیوں کی تفصیل درج ذیل ہے

اطراف: پیر کی ہر انگلی میں تین ہڈیاں ہیں۔ جن کی تعداد پندرہ ہوتی ہے۔ وہ ہڈیاں جو Sole Cluster اور ٹخنہ بناتی ہیں وہ سات ہیں۔ ایڑی میں ایک ہے ٹانگ میں دو ہیں۔ گھٹنہ میں ایک ہے۔ ایک ران میں بھی ہے۔ اس طرح طرف اسفل میں کل ۳۰ ہڈیاں ہیں۔ اسی کے مثل دوسری جانب بھی اور دونوں طرف اعلیٰ میں بھی ان کی تعداد تقریباً اتنی ہی ہے۔

جوف عانہ میں پانچ ہڈیاں ہیں۔ ان میں چار مقعد، عانہ اور کولھے کی اور پانچویں مخروطی عجز کی ہے۔ دونوں پہلوؤں میں چھتیس چھتیس ہڈیاں ہیں، پشت میں تیس ہیں چھاتی میں سترہ ہیں۔ اور دونوں طرف دو ہنسلی کی اور دو کندھے کی ہڈیاں ہیں۔ اس طرح اس حصہ میں کل ۱۲۸ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

۹ ہڈیاں گردن میں، ۴ سانس کی نالی میں اور دو جبڑوں میں ہیں۔ دانتوں کی تعداد ۳۲ ہے۔ ناک میں تین ہڈیاں ہیں۔ دو تالو میں ہیں۔ ایک ایک ہڈی ہر رخسارے، آنکھ، کان اور کنپٹی میں ہے ۱۱ اور ۶ جمجمہ میں ہیں۔ اس طرح ان کی تعداد ۶۶ ہوتی ہے۔

(سسرت سمہیتا ۱۱، ۵، ۱۷—۲۰ جیسا کہ ہارنل نے بیان کیا ہے)

۱۔ میڈیسین آف اینشینٹ انڈیا۔ علم العظام۔ صفحہ ۲۲

۲۔ " " " " " " صفحہ ۸۶ و ۸۷

ہندوستانی تشریحی ماہر جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔ چار اطراف، سروگردن، اور دھڑ۔ جدید تحقیق کے مطابق بڑے انسانی ڈھانچہ میں کان کی چھوٹی ہڈیوں کو نکال کر ۲۰۰ ہڈیاں ہیں۔ لیکن ہندوستانی تشریحی ماہر یا ۳۶۰ ہڈیاں شمار کرتے ہیں ۔ جیسا کہ اچاریہ ۔ چرک نے کیا ہے، یا ۳۰۰ ہڈیاں بیان کرتے ہیں جیسا کہ سسرت نے کیا ہے۔ تعداد میں یہ عظیم اختلاف درحقیقت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنی گنتی میں دانتوں، ناخنوں اور غضاریف کو بھی شمار کر لیا ہے اور دوسری بڑی بات یہ کہ انہوں نے ہڈیوں کے نمایاں حصوں مثلاً " زائد دل " اور " حدبوں " کو بھی علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے، بلکہ ایک ہی ہڈی کے دو مختلف زائدے بھی اس گنتی میں شامل ہیں اور عظام رسغ الید والقدم جیسی ہڈیاں جو کئی ہڈیوں کا مجموعہ ہیں انہیں ایک ہی ہڈی کی حیثیت سے گنا گیا ہے۔

قدیم ہندوستانی اور جدید تشریح کا تقابلی جدول

الف ۔ ۔ چاروں اطراف

	جدید		چرک		سسرت	
۱	سلامیات یا ہاتھ پیر کی انگلیوں کے مفاصل	۵۶	पाणिपाद अंगुलि	۶۰	पाणिपाद अंगुलि	۶۰
۲	عظام مشط الید یا عظام مشط القدم لمبی ہڈیاں	۲۰	शलाका	۲۰	तला	۲۰
۳	عظام رسغ الید والقدم	۳۰	अवस्थान	۴	कूर्च	۴
۴	ایڑی	ـ	पार्ष्णि	۲	पार्ष्णि	۲
۵	ساعد ۔ زند وکعبری	۴	अरत्नी	۴	अरत्नी	۴
۶	زائدہ ابریہ ۔ پہنچے کی ہڈیاں	ـ	मणिका	۴	मणिबन्ध	۴
۷	زائدہ مرفقیہ حفرہ مرفقیہ	ـ	कपालिका	۲	कूर्पर	۲
۸	ٹانگ (قصبہ وشظیہ)	۴	जंघा	۴	जंघा	۴

	جدید		چرک		سسرت	
۹	کعبین۔ ٹخنہ کی ہڈیاں	-	गुल्फ	۴	गुल्फ	۲
۱۰	رضفہ۔ گھٹنہ کی چپنی	۲	जानु	۱	जानु	۲
۱۱	بازو (عضد)	۲	बाहुनलक	۲	बाहु	۲
۱۲	ران (فخذ)	۲	ऊरुनलक	۲	ऊरु	۲
	کل	۱۲۰		۱۱۰		۱۰۶

از میڈیسین آف اینشنٹ انڈیا حصہ اوّل علم العظام صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹

ب ۔ دھڑ

	جدید		چرک		سسرت	
۱۳	ہنسلی کی ہڈی	۲	अक्षक	۲	अक्षक	۲
۱۴	کندھے کی ہڈی کتف	۲	अंसफलक	۲	अंसक	۲
۱۵	سینہ۔ پسلیاں	۲۴	पर्शुका وغیرہ	۷۲	पर्शुका وغیرہ	۷۲
۱۶	قص۔ چھاتی کی ہڈی	۱	उरस	۱۴	उरस	۱۷
۱۷	صدری وقطنی مہرے	۱۷	प्रेष्ठ	۴۵	प्रेष्ठ	۳۰
۱۸	عوض عانہ عجز	۱			त्रिक	۱
۱۹	عصص	۱			गुदा	۱
۲۰	خاصرہ، ورک	۲	श्रोणिफलक	۲	नितम्ब	۲
۲۱	عانہ		भगास्थि	۱	भग	۱
	کل	۵۰		۱۲۸		۱۲۸

ج ـــ سر اور گردن

نمبر	جدید		چرک		سسرت	
۲۲	گردن کی ہڈیاں. مہرے	۷	ग्रीवा	۱۵	ग्रीवा	۹
۲۳	قصبۃ الریہ شعب		जत्रु	۱	कण्ठ नाड़ी	۴
۲۴	جمجمہ					
	جبہہ	۱				
	یافوخ	۲	शिर: कपाल	۴	शिरः कपाल	۶
	قمحدوہ	۱				
	وتدی	۱				
	مصفاۃ	۱				
۲۵	عظم صدغ	۲	शंखक	۲	शंख	۲
۲۶	چہرہ					
	فک اعلیٰ	۲	हनु, हनुमूल	۳	हनु	۲
	فک اسفل	۱				
	قوس الحاجب		ललाट			
	ابرو					
۲۷	عظم الوجنہ	۲	गण्डकूट	۱	गण्ड	۲
۲۸	عظم الانف	۲	नासिका		नासा	۳
۲۹	عظام الحنک	۲	तालुषका	۲	तालु	۲
	عظم الدمع	۲				
	عظم صدفی اسفل	۲				
	قاسم الانف	۱				
	لامی	۱				
۳۰	اعضائی					

دانت		दन्त	۳۲	दन्त	۳۲
دانتوں کے اداری		उलूखल	۳۲	धनिकोष	۲
ناخن		नख	۲۰	कर्णं	۲
مقلہ چشم					
کان					
کل	۳۰		۱۱۲		۶۶
مجموعی تعداد	۲۰۰		۳۶۰		۳۰۰

سلامیات Phalanges पाणिपाद अंगुलि :- اچاریہ چرک اور سسرت دونوں نے ۶۰ پورو ے شمار کئے ہیں۔ ۳۰ دونوں ہاتھوں میں اور ۳۰ دونوں پاؤں میں حقیقی تعداد پوروں کی صرف ۵۶ ہے۔ انگوٹھے میں صرف دو پورو ے ہیں۔ مگر انہوں نے ان میں سے ہر ایک میں تین شمار کئے ہیں" قیاسی یکسانیت کے نظریہ کی بنیاد پر"

عظام مشط الید و القدم :- چرک اور سسشرت نے ان ہڈیوں کی تعداد ہر ایک ہاتھ اور ہر ایک پیر میں ۲۵ بیان کی ہے جو صحیح تعداد ہے۔ چرک نے مشط الید کو पाणि शलाका اور مشط القدم کو पाद शलाका نام دیا ہے۔ سسرت نے ان کو तल کے نام سے پکارا ہے، اور انہیں رسغ الید و القدم اور ٹخنہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے یعنی तलकूर्च गुल्फ

عظام رسغ الید و القدم :- چرک اور سسرت دونوں نے ان کو ایک ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے۔ چرک ان کو मणिकान کہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مشط الید اور مشط القدم کو مشترک بنیاد کی وجہ سے ایک واحد ہڈی میں پیوست خیال کیا ہے۔ چرک ان ہڈیوں کی ترکیبی ماہیت سے واقف نہیں تھا۔ اور ان کو واحد غیر منقسم ہڈیاں شمار کرتا تھا مگر سسرت ان ہڈیوں کی ترکیبی ساخت سے واقف تھا۔ جیسا کہ اس نام سے شہادت ملتی ہے جس سے اس نے ان کو موسوم کیا ہے اور وہ "कूर्च" ہے جس کے معنی ایک گچھے Cluster کے ہیں۔ لیکن اس نے اس گچھے کو ایک ہی ہڈی خیال کیا۔ ٹخنہ کو وہ कूर्च-शिर یعنی گچھے

کا سر کہتا ہے۔ لیکن بہت تعجب ہے کہ وہ اسے علیحدہ ہڈی نہیں شمار کرتا۔

چرک اور سشرت دونوں نے اپنی अरत्नि کو ایک علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے

زائدہ ابریہ اور کعبین: چرک نے ان سب زائدوں کو الگ الگ ہڈی کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ وہ چار زائدہ ابریہ पार्ष्णिका اور چار ٹخنے (کعب गुल्फ) شمار کرتا ہے۔ سسرت بعض نامعلوم سبب سے زائدہ ابریہ کے ہر جوڑے کو ایک زائدہ کی حیثیت سے اور اسی طرح ٹخنے کے ہر جوڑے کو ایک کی حیثیت سے شمار کرتا ہے اور اس طرح وہ زائدہ ابریہ کو بھی دو اور ٹخنہ کو بھی دو بیان کرتا ہے۔ عظم عضد کے زائدہ مرفقیہ کو ایک علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے چرک اور سسرت دونوں شمار کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کو مختلف نام دیتے ہیں۔ چرک कपालिका۔ اور سسرت कूर्पर کہتا ہے۔

عظم الکتف یا کندھے کی ہڈیاں: چرک اس ہڈی کو अंसफलक کہتا ہے یعنی کندھے کی چپٹی ہڈی سسرت نے اس کی کافی تفصیل دی ہے۔ وہ اس کی تکونی شکل کو درج کرتا ہے त्रिकसम्बन्ध اور اس کی دو اہم ساختیں अंसपीठ عین الکتف اور अंसकूट زائدہ اخرام کو بھی بیان کرتا ہے (سسرت کہتا ہے ...)

صدر: ۔ چرک اور سسرت دونوں نے جوف صدر کو پیچھے صدری مہروں سے جن کے لئے पृष्ठ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ دونوں پسلیوں (جنبین) پर्शु کی اصطلاح سے موسوم کیا گیا ہے) اور سامنے عظم القص اور غضاریف ضلعیہ (جنہیں متحدہ طور پر वरस्थ वक्ष की اصطلاح سے موسوم کیا گیا ہے) سے محدود قرار دیا ہے

چرک چھاتی उरस میں ١٤ ہڈیاں شمار کرتا ہے۔ ہندوستانی تشریح داں جیسا کہ اوپر دیکھا گیا غضاریف ضلعیہ کو نرم ہڈیوں (तरुणास्थि) کی حیثیت سے شمار کرتے تھے۔ چرک ہر ایک جانب صرف سات غضاریف شمار کرتا ہے جب کہ حقیقت میں وہ دس ہیں۔ آٹھویں، نویں اور دسویں غضاریف کو ساتویں سے چپاں ہونے کی وجہ سے اس نے علیحدہ ہڈیوں کی حیثیت سے نہیں گنا ہے۔ نہ ہی وہ عظم القص کو علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کو مخالف جانبوں کی غضاریف ضلعیہ کا نقطہ اتصال خیال کیا ہے۔ سسرت بہتر تشریحی معلومات پیش کرتا ہے اور وہ

عظم القص کو ایک علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے بیان کرتا ہے۔ اس نے غضاریف ضلعیہ کو بھی ہر ایک جانب ۸ شمار کیا ہے۔ آٹھویں، نویں اور دسویں غضاریف کو ایک عضروف شمار کرتے ہوئے۔ اس طرح وہ چھاتی کی ہڈیوں کی گنتی میں ۸×۲+۱ = ۱۷ تک پہنچتا ہے۔

ہندوستانی ماہرین تشریح نے اپنی پسلیوں کی گنتی میں ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا ہے کہ غضاریف ضلعیہ کو علیحدہ ہڈیوں کی حیثیت سے شمار کیا گیا تھا۔ پسلیوں کی صحیح تعداد ۲۴ ہے لیکن چرک و سسرت دونوں نے ان کی تعداد ۷۲ بیان کی ہے جو پسلیوں کی گنتی کے اس مخصوص طریقہ کا نتیجہ ہے۔ پسلیوں کے حدبے بھی خاص پسلیوں سے علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کئے گئے ہیں۔ اس طرح ان کو ۲۴×۲ = ۴۸ ہڈیاں گنا ہے۔ بارہ صدری مہروں کے اجنحہ کو بھی ہندوستانی ماہرین تشریح نے پسلیوں کے نظام کا حصہ خیال کیا ہے اور اس کی وجہ ان کا پسلیوں کے ساتھ اتصال ہے۔ اس لحاظ سے یہ اجنحہ علیحدہ ہڈیاں شمار کئے گئے۔ اور اس طرح ہر پسلی ان کے مطابق تین مختلف ہڈیوں پر مشتمل تھی۔ جسم۔ حدبہ اور اجنحہ جس سے کہ وہ جڑی رہتی ہے۔ شمار کے اس طریقہ سے انہوں نے پسلیوں کی تعداد ۲۴×۳ = ۷۲ بیان کی

عمود فقری:۔ چرک اور سسرت نے مہروں کو ایک دوسرے سے مختلف انداز پر شمار کیا ہے۔ ان میں سے دونوں نے عنقی مہروں کو گردن کا ایک حصہ اور ظہری و قطنی Dorsal, Lumber مہروں کو "پشت" کا ایک حصہ شمار کیا ہے۔ چرک نے پشت کی ہڈیوں کو شمار کرتے ہوئے عجز اور عصعص کو قطنی مہروں کے ساتھ شامل کیا ہے لیکن سسرت نے عجز اور عصعص کو جوف عانہ کی ہڈیوں میں شامل کیا ہے۔ چرک نے گردن [illegible] میں پندرہ ہڈیوں کو گنا ہے۔

عنقی مہرے سب ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ نمایاں طور پر وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ چرک نے اجنحہ کو علیحدہ ہڈیوں کی حیثیت سے اور تمام عنقی مہروں کے اجسام کو مروج تشریحی روایات کی بنیاد پر ایک ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے

اس طرح گردن میں اس کے مطابق ہڈیوں کی تعداد ۷×۲ = ۱۴+۱ = ۱۵ ہوتی

ہے۔ بسسرت ہمیشہ کی طرح زیادہ صحت ظاہر کرتا ہے ۔ وہ ساتوں مہروں کے اجسام کو چرک کی طرح ایک ہڈی کے بجائے علیحدہ ہڈیاں شمار کرتا ہے لیکن وہ اجنحہ کی گنتی کی وجہ سے الجھ گیا۔ جس کی بناء پر عنقی مہروں کی تعداد میں فرق واقع ہوگیا۔ ساتواں عنقی مہرا چوں کہ صدری مہروں کی شکل سے بہت زیادہ مشابہ ہوتا ہے اس لئے وہ پہلے چھ عنقی مہروں کے اجنحہ کو مجموعی حیثیت سے نظرانداز کرتا ہے۔ مگر علیحدہ ہڈیوں کی حیثیت سے ساتویں عنقی مہرہ کے دو اجنحہ شمار کرتا ہے ۔اس طرح اس کی گنتی کے مطابق گردن میں ۹ ہڈیاں ہو جاتی ہیں ۷ + ۲ = ۹

چرک پشت میں ۴۵ ہڈیاں بیان کرتا ہے ۔ بارہ صدری مہرے، پانچ قطنی مہرے، عجز اور عصعص ان سب کو وہ اپنی پشت کی گنتی میں شامل کرتا ہے ۔ ہر مہرہ ایک جسم، ایک سنسنہ اور دو اجنحہ پر مشتمل ہوتا ہے ۔ چرک نے ان میں سے ہر ایک کو ایک علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے اور ہر ایک مہرہ کو چار جدا ہڈی خیال کیا ہے ۔ عجز و عصعص کو وہ صرف ایک ہڈی گنتا ہے ۔ صدری مہروں کے دونوں اجنحہ کو اس نے پسلیوں میں شمار کیا تھا۔ اس لئے اب اس کے نزدیک صدری مہروں کی تعداد صرف ۲۴ رہ گئی لیکن پانچ قطنی مہروں کو وہ بیس مہروں کی حیثیت سے گنتا ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر ان کی تعداد ۴۵ ہو جاتی ہے ۔

بسسرت پشت میں تیس ہڈیاں شمار کرتا ہے ۔ وہ عجز اور عصعص کو نکال دیتا ہے جن کو کہ اس نے عانہ کی ہڈیوں کے ساتھ شمار کیا ہے ۔ ان کو چھوڑتے ہوئے وہ بارہ صدری مہرے اور پانچ کے بجائے چھ قطنی مہرے بیان کرتا ہے ۔" پہلے عجزی مہرہ کے اپنے حالات میں تغیر، کچھ قطنی خصوصیت اور کبھی اس کے علیحدہ وجوز" کی بنا پر بسسرت نے چھ قطنی مہرے شمار کئے ہیں۔ بسسرت چرک کے برخلاف ایک مہرے کو صرف تین ہڈیوں سے مرکب خیال کرتا ہے ۔جسم اور سنسنہ کو ایک ہڈی کی حیثیت سے اور دو اجنحہ کو علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کرتے ہوئے۔ یہ گنتی اس کے 'یکسانیت' کے اصول کے نظریات کی بنیاد پر ہے ۔ اس طرح وہ بارہ صدری مہروں کو صرف بارہ ہڈیاں ہی شمار کرتا ہے۔ کیونکہ اجنحہ کو وہ پہلے ہی

پسلیوں میں شمار کر چکا ہے۔ البتہ چھ قطنی مہروں کو وہ ۱۸ ہڈیاں گنتا ہے۔ اس طرح اس کے نزدیک پشت کی ہڈیوں کی تعداد ۳۰ تک پہنچ جاتی ہے۔

حوض عانہ: سسرت اور چرک حوض عانہ کی ہڈیوں کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ حوض عانہ مجموعہ ہے دو کولھے کی ہڈیوں اور عجز و عصعص کا۔ چرک نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا عجز و عصعص کو ایک ہی ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے اور وہ بھی اس کے نزدیک پشت کی ہڈیوں کی گنتی میں شامل ہے۔ کولھے کی ہڈی محض ایک ہڈی نہیں ہے بلکہ وہ تین ہڈیوں پر مشتمل ہے۔ ایک عانہ ایک خاصرہ ایک ورک، دونوں عظم عانہ سامنے سے ایک دوسرے سے مل کر قوس عانہ بناتی ہیں۔ چرک اور سسرت نے اس قوس عانہ کو ایک ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے اور اس کو भग: स्थि کہتا ہے ہر کولھے کی ہڈی کے بقیہ حصہ کو श्रोणिफलक (حوض عانہ کی چپٹی ہڈی) کہا گیا ہے۔ چرک نے حوض عانہ میں تین ہڈیاں شمار کی ہیں۔ دو भगास्थि اور ایک श्रोणिफलक سسرت نے پانچ ہڈیاں شمار کی ہیں۔ دو श्रोणिफलक کو اس نے नितम्ब کہا ہے۔ ایک भगास्थि ایک त्रिक عجز اور ایک عصعص یا مقعد کی ہڈی) गुद या गुदास्थि یہ جوف عانہ کی اصل ساخت کے موافق ہے چرک کے برخلاف اس نے عجز اور عصعص کو علیحدہ ہڈیاں شمار کیا ہے اور اس نے عجز کے لئے توصیفی اصطلاح त्रिक بھی استعمال کی ہے۔ سسرت کی عجز صرف ۴ ٹکڑوں کا مجموعہ ہے نہ کہ ۵ کا۔ جیسا کہ اس نے اس کے پہلے ٹکڑے کو قطنی مہروں کے ساتھ شمار کیا ہے۔

جمجمہ: ۔ جمجمہ آٹھ ہڈیوں سے مل کر بنا ہے۔ عظم الجبہہ، دو عظام یا فوخ، دو عظام صدغ، عظم قمحدوہ، عظم وتدی اور عظم مصفاۃ۔

عظم وتد اور مصفاۃ باہر جانبی طرف سے عظم الجبہہ کے ایک حصہ کی حیثیت سے دکھائی دیتی ہیں۔ ان سے ہندوستانی ماہرین تشریح ناواقف رہے۔

عظم صدغ کو چرک اور سسرت دونوں نے صحیح طریقہ پر دو شمار کیا۔ باقی رہیں چار ہڈیاں ایک عظم جبہہ دو عظام یا فوخ اور عظم قمحدوہ۔ چرک نے ان کو چار کی تعداد میں صحیح طور پر شمار کیا ہے۔ اور ان کو शिर: कपाल کہا ہے یعنی سر کی Pan—Shaped ہڈیاں سسرت نے शिर: कपाल کی ہڈیوں کو چھ بیان کیا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ عظم الجبہہ اور

قیمد وہ دو نصف سے مرکب ہیں۔ اور ہر ایک نصف کو اپنے "پدما یت کے اصول کے مطابق" وہ ایک علیحدہ ہڈی شمار کرتا ہے

سانس کی نالی:۔ سسرت نے سانس کی نالی کو कण्ठ नाडी کا نام دیا ہے۔ اور چرک اسے जत्रु کہتا ہے۔ یہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حنجرہ، قصبۃ الریہ، اور دو شعب۔ یہ ساختیں کسی صورت میں بھی ہڈیاں نہیں ہیں۔ بلکہ غضاریف سے بنی ہوتی ہیں۔ لیکن ہندوستانی تشریحی ماہرین نے غضاریف کو ہڈی کی حیثیت سے شمار کیا ہے۔ چرک نے سانس کی نالی کو ایک ہڈی قرار دیا ہے اور سسرت نے اس کو چار ہڈیوں پر مشتمل سمجھا ہے۔

چہرہ کی ہڈیاں: چہرہ مندرجہ ذیل ہڈیوں سے مرکب ہے۔ دو فک اعلیٰ ایک فک اسفل۔ زوج عظام الحنک۔ دو عظم الوجنہ۔ دو عظم الدمع دو عظم صدفی اسفل اور ایک قاسم الانف۔ ان میں سے ہندوستانی ماہرین تشریح عظم الحنک، عظم الدمع، عظم صدفی اسفل اور قاسم الانف کی موجودگی سے واقف نہیں تھے۔

چرک اور سسرت چہرہ کی بقیہ ہڈیوں کی گنتی میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ اختلاف کرتے ہیں۔ چہرہ کی ہڈیوں میں دو فک اعلیٰ اور ایک فک اسفل ہے۔ ہر فک اعلیٰ ایک جسم، زائدہ حنکیہ اور زائدہ سنخیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ سسرت ایک ہڈی کی حیثیت سے زائدہ حنکیہ کو مشتمل کر کے دو فک اعلیٰ شمار کرتا ہے۔ اور اس کو (بالائی) جبڑا हनु کہتا ہے۔ فک اسفل کو وہ ایک علیحدہ ہڈی کی حیثیت سے شمار کرتا ہے اور اس کو (زیریں) جبڑا हनु کہتا ہے۔ دونوں زائدہ حنکیہ (تالو) کو وہ علیحدہ ہڈیاں شمار کرتا ہے اس نے صحیح طریقہ پر دو عظم الوجنہ गण्ड شمار کی ہیں۔ دو عظم الانف کو وہ ایک ہڈی کی حیثیت سے گنتا ہے اور دو انفی جانبی غضاریف کو وہ دو ہڈیوں کی حیثیت سے گنتا ہے اور اس طرح اس کے نزدیک انفی ہڈیوں नासा کی تعداد تین ہوتی ہے۔ چرک ہر فک اعلیٰ کے زائدہ حنکیہ اور زائدہ سنخیہ کو علیحدہ ہڈیوں کی حیثیت سے شمار کرتا ہے۔ دونوں فک اعلیٰ کے اجسام کو دونوں عظم وجنہ، دونوں عظم انف اور دونوں قوس الحاجب کے ساتھ ایک واحد مسلسل ہڈی شمار کرتا ہے (नासिका, गण्ड कूट, ललाट)

فک اسفل ایک جسم اور دو شعبوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ خود جسم بھی پھر تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے یعنی حافتہ الاذاری مذربی قاعدہ اور مدمہ ذقنیہ یا ذقن۔ چرک فک اسفل کو چار علیحدہ ہڈیاں شمار کرتا ہے۔

۱۔ زائدہ محیہ दन्त-उलूखल ۲۔ ذقن (हन्वस्थि) ۳-۴۔ اور دو شعبے۔

(हनुमूल बन्धन) یہ لکھنا ضروری ہے کہ ہندوستانی ماہرین تشریح کی عظم حنک دونوں فک اعلیٰ کے زائدہ حنکیہ سے مطابقت رکھتی ہے اور اصل عظم حنک مراد نہیں ہے

فک اسفل و فک اعلیٰ دونوں کے حافتہ الاذری ۳۲ دانتوں کے گڑھوں (اواری) میں منقسم ہیں۔ ہر دانت کے لئے ایک گڑھا اور چرک نے ان میں سے ہر اواری (گڑھے) کو ایک علیحدہ ہڈی شمار کیا ہے۔

سسرت نے ہڈیوں کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے कपाल چپٹی रुचक نوکدار तरुण نرم ونازک مدور वलय مجوف नलक چپٹی ہڈیاں گھٹنوں، کہنیوں، کولہوں اور کندھوں، رخسار، حنک، کنپٹیوں، بین الظاہری خط (عجز) اور جمجمہ میں واقع ہوتی ہیں۔ نوکدار دانت میں نرم ونازک، ناک، کان، گردن، (گردن میں سانس کی نالی) اور مقلہ چشم अक्षिकोष میں جत्रु, कण्ठ नाड़ी میں واقع ہوتی ہیں۔

مدور یا خمیدہ ہڈیاں، ہاتھ، پیر، پہلو، پشت، بطن اور چھاتی میں واقع ہوتی ہیں۔ بقیہ ہڈیوں کو مجوف کی اصطلاح سے موسوم کیا گیا ہے۔ ہڈیوں اور ڈھانچہ کے افعال سسرت نے پورے طور پر ذہن نشین کئے ہیں

"جس طرح درخت اپنے تنے میں موجود گودے سے کھڑا رہتا ہے اسی طرح جسم سخت ہڈیوں کے سہارے پر قائم رہتا ہے۔ عضلات ہڈیوں سے مضبوطی کے ساتھ عروق کے ذریعہ (سیرا) اور رباطات (स्नायु) کے ذریعہ چپاں ہوتے ہیں۔ اور اس طرح جسم کو اس کی مخصوص صورت میں رکھتے ہیں اور اس کو بے وضع نہیں ہونے دیتے۔ (سسرت سمہیتا ۲۲،۲۱،۵،۱۱۱)

چرک نے مفاصل کی تعداد ۲۰۰ بیان کی ہے۔ لیکن اس نے ان کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے، البتہ سسرت کو ان کے متعلق قابل لحاظ حد تک صحیح معلومات حاصل

تھیں۔ جسم میں ۲۱۰ مفاصل ہیں۔ ان میں سے ۶۸ چاروں اطراف میں ۵۹ دھڑ میں اور ۸۳ کندھے سے اوپر یعنی سر اور گردن میں ہیں۔ ہر پیر کی انگلی میں تین جوڑ ہیں سوائے انگوٹھے کے کہ اس میں دو ہیں۔ گویا ہر پیر میں چودہ جوڑ ہوتے ہیں۔ گھٹنہ، ٹخنہ اور کولھے میں ایک ایک جوڑ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک ٹانگ میں سترہ جوڑ ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسری ٹانگ میں بھی اور اسی طرح دونوں بازوؤں میں بھی۔ جوف عانہ میں ۳، عمود فقری میں ۲۴، پہلو یعنی پسلیوں میں ۲۴، چھاتی میں ۸، گردن میں ۸، قصبۃ الریہ میں ۳۔ قاب اور پھیپھڑے کے آپس میں ملے ہوئے جوڑ ۱۸، دانتوں کے اواری میں ۳۲، ایک سندہ درقیہ कपालफलक اور ایک ناک میں ۲ مقلہ چشم اور خانۂ چشم کے درمیان۔ رخسارہ، صدغ اور کان میں ۶۔ جبڑوں کی ہڈیوں میں ۲، ابرو کے اوپر ۲، کنپٹی سے اوپر ۲۔ جمجمہ میں ۵ اور ایک پیشانی میں۔ وہ مزید چودہ مفاصل بیان کرتا ہے۔ جو دو سے زیادہ ہڈیوں سے بنتے ہیں सङ्घात تعداد میں ۱۴ ہیں اور وہ مندرجہ ذیل صورتوں میں سے ہر ایک میں ایک अस्थि-सङ्घात پایا جاتا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۲ ٹخنے، ۲ گھٹنے، اور ۲ کولھے کے جوڑ۔ بقیہ ۸ میں سے ۶ طرف اعلیٰ میں انہی صورتوں میں ہوتے ہیں۔ یعنی ایک ایک دونوں پہنچے دونوں کہنی اور دونوں کندھوں کے جوڑ میں۔ اور ایک جمجمہ میں اور ایک عجزی خط میں۔"

"مفاصل وسیع طور پر دو بڑے حصوں میں منقسم ہیں۔ مفاصل متحرکہ اور مفاصل غیر متحرکہ، چاروں اطراف، جبڑے اور صلب میں مفاصل متحرکہ ہیں۔ اور اس فاضل کے نزدیک بقیہ مفاصل غیر متحرک ہیں۔" ان مفاصل کو دوسرے طریقہ پر آٹھ قسموں میں بیان کیا ہے۔

۱۔ कोर (مفصل رزی) ——— جیسے انگلی، ٹخنہ، پہنچہ، گھٹنہ اور کہنی کے جوڑ۔

۲۔ उलूखल (شکل میں ہاون کے مثل یعنی مفصل کروی) ——— جیسے کندھے، کولھے، اور اواری اسنان کے جوڑ۔

۳۔ सामुद्ग (پیالہ کے مثل) ——— جیسے مفصل قصی ترقوی، مفصل عجزی

خامری ۔ لحام عانہ اور مفصل عجزی قطنی ۔

۴۔ प्रतर ________ جیسے گردن کے مفاصل اور عمود فقری ۔

۵۔ तुन्नसेवनी (سلائی) ________ جیسے صدغ اور جمجمہ کے مفاصل

۶۔ वायसतुण्ड ________ جیسے رخسارے کے ہر جانب کے مفاصل ۔

۷۔ मण्डल (مدور) ________ قصبۃ الریہ ، قلب ، چشم اور پھیپھڑے کے مفاصل

۸۔ शंखावर्त (گھونگھے کا پیچ در پیچ ہونا) ________ جیسے کان اور ناک کے مفاصل ۔

مفاصل کے نام ان کی شکل کے مطابق ہیں (سسرت iii ، ۵ ، ۲۳ ، ۲۹)

علم العضلات

عضلات کے سلسلہ میں چرک کی معلومات بہت ابتدائی تھیں ۔ جسم کے ۵۶ چھوٹے حصّوں کی اپنی گنتی میں وہ "دو گوشت کے ڈھیر" دونوں ٹانگوں (जंघा) دو دونوں رانوں اور دو دونوں بازوؤں میں بیان کرتا ہے ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بازو ، ران اور ٹانگوں کے "لحمی ڈھیر" کے اجزاء ترکیبی کو ممتاز کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے ۔ اگرچہ وہ جسم کے عضلات کی تعداد ۵۰۰ بیان کرتا ہے ۔ مگر وہ کہتا ہے کہ یہ تعداد گنتی کے ذریعہ قابل دریافت نہیں ہے ، بلکہ صرف ایک استنباطی چیز ہے ۔

سسرت نہ صرف عضلات کی مجموعی تعداد بیان کرتا ہے بلکہ ان کی تقسیم بھی کرتا ہے ۔ پھر بھی عضلات سے متعلق اس کی معلومات ہڈیوں کی معلومات سے بہت کم تھیں ۔

عضلات کی کل تعداد ۵۰۰ ہے ۔ جن میں ۴۰۰ چاروں اطراف میں ۶۶ دھڑ میں اور ۳۴ ترقوہ سے اوپر کے خطّہ میں ہیں ۔ اس کے یہاں پیر کی ہر انگلی میں تین عضلات ہیں

اس طرح ایک پیر کی انگلیوں میں ۱۵ عضلات ہوتے ہیں، ۱۰ پیر کے اگلے حصہ میں ۱۰ ایڑی میں ۱۰ ٹخنے اور تلوے میں ۲۰ ٹخنے اور گھٹنے کے درمیان ۵ گھٹنے میں ۲۰ ران میں ۱۰ کولھے کے جوڑ میں، اس طرح ایک زیریں جارحہ میں ۱۰۰ عضلات ہیں۔ دوسرے زیریں جارحہ میں اور دونوں بالائی جوارح میں بھی اسی کے مثل ہیں۔ جوض عانہ میں تین، ذکر میں ایک، عجان (سیون) میں ایک، خصیتین میں دو، ہر سرین میں پانچ، مثانہ سے اوپر بالائی حصہ میں دو، بطن میں پانچ، سرہ میں ایک، بالائی پشت میں ہر ایک جانب طولاً پانچ، عمود فقری کے دونوں جانب چھ، چھاتی میں دس، کندھے میں سات، قلب ومعدہ کے خطہ میں دو، جگر طحال اور قولون کے خطہ میں چھ، گردن کے پچھلے حصہ میں چار، جبڑوں میں آٹھ، غضروف درقیہ میں دو، حنک میں دو، زبان میں ایک، گالوں میں دو، ناک میں دو، آنکھوں میں دو، گردن کے اگلے حصہ میں چار، دونوں کانوں میں دو، پیشانی میں چار اور سر کے بالائی حصہ میں ایک۔ عورتوں میں ۲۰ عضلات مردوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ دس دونوں پستانوں میں یعنی ہر ایک میں پانچ، جو عنفوان شباب میں بڑھ جاتے ہیں۔ چار فرج میں، دو بیرونی حصہ میں اور دو اندرونی حصہ میں، رحم میں تین، اور تین منی اور دم حیض کے راستہ میں۔

مردوں کے عضلات سے مطابقت رکھتے ہوئے جیسا کہ ذکر اور صفن کے متعلق اوپر گذرا عورتوں میں بھی ایسے عضلات ہیں جو ان کے اندرونی تولیدی اعضاء کو ڈھکتے ہیں۔

عضلات کی تقسیم ان کی شکل وصورت کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ منفصل، موٹے، پتلے، وسیع، فصں دار، چھوٹے، لمبے، اسطوانی، سخت، نرم، چکنے، کھردرے، اور یہ عضلات مفاصل کو، ہڈیوں کو، شرائن کو اور عصبی ریشوں کو ان کی ضرورتوں کے مطابق ڈھکتے ہیں۔

(سسرت سمہیتا iii، ۵، ۳۷، ۴۵)

قدیم ہندوستانیوں کے عضلات اور جدید عضلات کا تقابلی جدول

خطہ	سشرت	جدید تشریح	ریمارکس
	طرف اسفل		
پیر کی انگلیاں	۵×۳ = ۱۵		
پیر کا اگلا حصہ	۱۰	۱۹	
تخنہ اور تلوا	۱۰		
ایڑی	۱۰	—	
ٹانگ	۲۰	۱۳	
گھٹنہ	۵	—	
ران	۲۰	۲۴	
کولھے کے جوڑ	۱۰	—	
کل	۱۰۰	۵۶	
	طرف اعلیٰ		
کل	۱۰۰	۵۷	
	دھڑ		
۱ خطہ عانی	۳	۷	دونوں جانب
عجان	۱	۱۱	
ذکر	۱	—	
حبل منوی	۷	۲	
خصیتین	۲	—	

مثانہ	۲	—	
بطن	۵	۱۷	
چھاتی. خط قلب الله بعدہٗ	۱۰+۲ = ۱۲	۵۸	
جگر طحال اور قولون کے خط میں	۶	—	
سرہ (ناف)	۱	—	
کندھا	(۷)	(۱۲)	← اس کو طرف اعلیٰ میں پہلے ہی شمار کیا جاچکا ہے.
بالائی پشت	۲×۵ = ۱۰	—	
جانبی پشت	۶	۱۶	
سرین	۲×۵ = ۱۰	(۱۸)	← اس کو طرف اسفل میں پہلے ہی شامل کیا جاچکا ہے
	کل ۶۶	۱۱۱	

سر اور گردن

گردن کی پشت	۴	۱۴	دونوں جانب
جبڑے	۲×۴ = ۸	۸	دونوں جانب
درقیہ	۱×۲ = ۲	—	
زبان	۱	۱۷	
گال	۲	۲	
ناک	۲	۱۰	
گردن کے سامنے	۴	۲۸	
آنکھ	۲	۱۴	
پیشانی	۴	۲	
حنک	۲	۸	

سر کے بالائی جانب	۱	۲
کان	۲	۱۸
حنجرہ	ـ	۱۹
حلق	ـ	۱۲
منہ	ـ	۱۶
پپوٹا	ـ	۶
کل	۳۴	۱۷۶

جسم کے مجموعی عضلات کی تعداد ۵۱۳ ہے۔ سسرت نے ۵۰۰ بیان کی ہے۔ ان دونوں مجموعوں کے درمیان تناقض ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی درمیانی گنتی میں بہت تھوڑا اختلاف ہے لیکن عضلات کی جدول کے تقابلی مطالعہ سے جس میں کہ تمام جسم کے عضلات کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا گیا ہے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان دونوں نظاموں کے درمیان بڑا اور بنیادی فرق ہے۔ سسرت ایک طرف اسفل میں ۴۰۰ عضلات بیان کرتا ہے اور "یکسانیت و مماثلت" میں اپنے پختہ عقیدہ کی وجہ سے طرف اعلیٰ کے لئے بھی یہی تعداد بیان کرتا ہے، لیکن جدید تشریح کے مطابق بالائی اطراف میں مجموعی تعداد صرف ۵۷ ہے اور زیریں میں ۵۶، دھڑ اور سر و گردن کے عضلات کی مجموعی تعداد سسرت کے نزدیک ۶۶ اور ۳۴ ہے، جبکہ ان کی حقیقی تعداد ۱۱۱ اور ۱۷۶ ہے۔

سسرتا کے یہاں ہر جارحہ کے عضلات کی تعداد حقیقی تعداد سے تقریباً دگنی دی گئی ہے جبکہ دھڑ اور سر و گردن دونوں میں اس کی تعداد حقیقی تعداد سے بہت کم ہے۔ اس حقیقت کی بہ خود غلط طریقہ پر صرف اس طرح وضاحت کی جا سکتی ہے کہ اس نے جوارح کی گنتی میں عضلات کو دو چند کر دیا اور دوسری طرف وہ ان علیحدہ علیحدہ عضلات کو پورے طور پر ممتاز کرنے میں ناکام رہا جو سر و گردن اور دھڑ کی مختلف تہیں بناتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ چرک صرف "لمبی توھیر" بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے، جب کہ

سسرت نے انٹلمی ڈمیروں کے ترکیبی حصّوں کو ممتاز کرنے کی کوشش کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جوارح میں اوتار کی کثیر تعداد کی موجودگی نے جن سے کہ متعدد عضلات چسپاں ہیں، اسس کو الجھا یاہے یا یہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ان عضلات کی گنتی کا قصداً ایک مختلف طریقہ اپنایا ہے۔ اوتار کو عضلات کے جسم سے علیحدہ حیثیت میں شمار کرتے ہوئے۔ اس تصوّر کی حمایت میں ہم سسرت کی فہرست میں پندرہ عضلات پانچوں انگلیوں میں ۱۰ عضلات ایڑی میں ۱۰ عضلات کولھے کے جوڑ میں ۵ عضلات گھٹنہ کے جوڑ میں پاتے ہیں۔ حالانکہ ان جگہوں میں حقیقت میں کوئی عضلہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اوتار ہیں۔ تو یہ تقریباً یقینی ہے کہ سسرت نے اوتار کو علیحدہ عضلات کی حیثیت سے شمار کیا ہے۔ وہاں سب ملاکر ۱۵ اوتار انگلیوں میں ۱۱ ٹخنہ کے آس پاس ۶ گھٹنہ کے آس پاس اور ۸ کولھے کے ۱۰ دگرد ہیں۔ ان اوتار کی تعداد کو حذف کرنے کے بعد سسرت کے یہاں ہر جارحہ میں ۶۰ عضلات بچتے ہیں۔

دھڑ، گردن اندسر میں جیساکہ ہم نے خیال کیا ہے کہ اس کا عضلات کا علیحدہ علیحدہ امتیاز بہت ناکافی تھا۔ جوارح کے عضلات کے مبدأ کے مختلف سروں کو علیحدہ عضلات کی حیثیت سے لیا جاسکتا ہے۔ دھڑ وسر اور گردن کے عضلات کی جو تعداد دی یہ بیان کی گئی ہے وہ عضلات کی صحیح تعداد سے اتنی زیادہ مختلف ہے کہ ان میں مطابقت پیدا کرنا اپنی کوششوں کا صحیح معرف نہیں ہوگا۔ صرف ایک چیز جو کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ سسرت نے مختلف عضلات میں کسی تفریق کی کوشش کے بغیر، جو سطحی، عمقی یا جزوی (بہت چھوٹے) طور پر وہاں واقع ہوتے ہیں، ان خطوں کے محض زیادہ ظاہر عضلات کو شمار کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جدید تشریح کے ۵۱۲ عضلات میں بہت سے چھوٹے عضلات شامل ہیں۔ جن کی تفریق صرف ابھی حال میں تکمیل کو پہنچی ہے۔

स्नायु: عضلات पेशी کے علاوہ سسرت تین دوسری ساختیں بیان کرتا ہے
رباطات میں اوران کی تعداد چرک وسسرت دونوں स्नायु ـــــ सीमन्त केन्द्र نے ۹۰۰ بیان کی ہے۔ केन्द्र کی تعداد ۱۶ ہے اوران کو स्नायु سے علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔

لیکن اپنی स्नायु کی تقسیم میں سسرت केन्द्र کو شامل کرتا ہے ۔ ان کو بڑے स्नायु کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے सीमन्त کو صرف पारिग्रहघात کے تسلسل میں بیان کیا ہے ، جس کو کہ پہلے ذکر آچکا ہے اور غالباً اس سے غلاف وغشاء زلالی مراد ہے ۔ کسی کسی موقعہ پر اعصاب اور عضلات رباطات کے ساتھ گڈ مڈ ہیں ۔ اسی طرح سسرت سمہیتا ۱۱ ، ۱: ۵۹ میں مختلف بیماریوں کو بیان کرتے ہوئے جو वायु سے پیدا ہوتی ہیں ۔ سسرت دو کو بیان کرتا ہے ۔ جن میں دو بڑی केन्द्र جو زیریں جارحہ میں ران سے برآمد ہوتی ہیں اور نیچے پیر کے آخری حصہ اور انگلیوں تک جاتی ہیں پر جوش वायु کا ان پر دباؤ ہوتا ہے جس سے کہ زیریں جوارح اپنی حرکت کی قوت سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ یہاں صاف طریقے پر कन्द عصبی تنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

رباطات (स्नायु) چار قسم کے ہیں ۔ شاخ در شاخ ، کروی ، وسیع اور مسامدار چاروں جوارح اور مفاصل میں شاخ در شاخ स्नायु ہیں ، केन्द्र (یعنی بڑے स्नायु) کروی ہیں ۔ معدہ ، امعاء ، اور مثانہ کے اندرونی حصوں کے سنایو مسامدار ہیں وہ جو معدہ یا مثانہ کے اندرونی حصوں میں ہیں ۔ انہیں صحیح طور پر ان حصوں کے عضلات عاصرہ سے مختص کرنا چاہیئے ۔

स्नायु کے فعل کو سسرت نے واضح طور پر سمجھا ہے ۔

" جس طرح لکڑی کے تختوں کی ایک کشتی جو بہت سی گانٹھوں سے خوب اچھی طرح بندھی ہوئی ہوتی ہے پانی میں بہت سے سامان اور جانوروں کا بوجھ برداشت کرسکتی ہے ۔ اسی طرح ایک انسان اپنے جوڑوں کی وجہ سے جو ایک دوسرے سے سنایو کے ذریعہ بندھے ہوئے ہوتے ہیں وزن برداشت کرسکتا ہے ۔ ہڈیوں ، عضلات یا مفاصل کی خرابی سے جسم اتنا زیادہ متاثر نہیں ہوتا جتنا کہ سنایں کی خرابی سے ہوتا ہے "۔ (سسرت سمہیتا ۱۱ ، ۵ ، ۳۶)

علم العروق

بہت قدیم زمانے میں ہندوستانی اطباء قلب اور عروق دمویہ کی قابل لحاظ معلومات رکھتے تھے۔ اتھروید میں قلب کو کئی مرتبہ بیان کیا گیا ہے اور اے، وی، ایکس ۸، ۴۳، ۳۱ میں ایک حوالہ اس طرح دیا گیا ہے "۹ دروازوں والا کنول" قلب کا کنول سے مقابلہ سنسکرت لٹریچر میں بہت عام ہے۔ چندوگیا اپنیشد (छान्दोग्य उपनिषद) میں قلب کو مندرجہ ذیل طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ "اس جسم میں ایک چھوٹا مکان ہے جس کی شکل ایک کنول کی طرح ہے اور اس مکان میں تھوڑی سی جگہ ہے۔ قلب کے مختصر خلا میں اتنی ہی جگہ ہے جتنی ساری بیرونی دنیا میں ہے۔ وہاں ایک سو ایک شرائن ہیں جو قلب سے شروع ہوتی ہیں[1]"۔ مزید برآں سبھالا اپنیشد (सुबल उपनिषद) میں ہم پڑھتے ہیں۔ "چھاتی کے بیچ میں گوشت کا ایک ڈھیر ہے۔ پھر اس کے بیچ میں کنول (سفید) سے مشابہ ایک دوسرا گوشت کا ڈھیر ہے جس کو: दहरा کہتے ہیں ——— وہ مختلف سمتوں میں پھیلتا ہے۔ قلب میں ۱۰ سوراخ ہیں جن میں (پانچ) प्राणास بہتے ہیں[2]"۔ اتھروید کے مختلف بھجنوں میں ہماری धमनी ; सिरा: , हीर , स्नायु :, سے مڈبھیڑ ہوتی ہے اور یہ وہ الفاظ ہیں جو بعد میں طبی لٹریچر میں جسم کی "مجاری" Ducts کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

چرک نے زیادہ اضافہ نہیں کیا ہے نہ قلب کی ساخت کے لحاظ سے اور نہ قلب کی توضیح کے لحاظ سے، لیکن جسم کی مجاری (Ducts) کے لحاظ سے اس نے اپنے خصوصی نظریات کا اضافہ کیا ہے۔ وہ اس نظریہ کو کہ جسم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ مجاری (Ducts) کا مجموعہ ہے تردید کرنے کی غرض سے بیان کرتا ہے۔ قلب دس

1. Chandogya Upanished. English Translation "The Three Principal Upani- sheds" By Shree Purohit Swami and W. B. Yeats, P. iii. 1952.

۲- Madhva Sastri "Samanya Vedanta Upanishads" Subhala Upanished, Chapter IV.

धमनी کی اصل (جڑ) ہے اور وہ धमनी جسم کے ہر حصہ میں دوڑتی ہیں۔ وہ تینوں لفظ धमनी، सिर: اور स्रोत کو مجاری (Ducts) کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جو ایک ہی کام انجام دیتی ہیں اور ان کے درمیان کسی بھی تفریق سے انکار کرتا ہے۔ وہ धमनी کی تعداد ۲۰۰ اور सिरा کی ۷۰۰ بیان کرتا ہے لیکن وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تعداد ایک استنباطی چیز ہے۔

سسرت تشریح کے دوسرے حصوں کی طرح قلب اور عروق دمویہ کی زیادہ مکمل اور مبصرانہ معلومات پیش کرتا ہے۔ قلب کنول کی کلی کی شکل کا ہے۔ وہ اپنی راس کے ساتھ نیچے کی طرف رُخ کئے لٹکا ہوا ہے۔ (سسرت سمہیتا iii، ۴، ۳۲) रस اگرچہ تمام اعضاء میں دوڑتا ہے، مگر اس کا اصل مقام قلب میں ہے۔ جہاں سے وہ ۲۴ عروق کے ذریعہ بہتا ہے اور ان عروق کی شاخیں اس کو جسم کے بعید ترین حصوں اور اطراف میں لے جاتی ہیں (سسرت سمہیتا i، ۱۴، ۳) وہ چار قسم کی مجاری (Ducts) بیان کرتا ہے۔ वात: पित कफ اور रक्त वहासिरा شرا کی تعداد ۷۰۰ اور धमनी کی ۲۴ بیان کرتا ہے ان مجاری Ducts کے علاوہ وہ स्रोत کا بھی ذکر کرتا ہے جن کی تعداد ۲۲ ہے۔ ان Ducts کے مبداء کے سلسلہ میں وہ کوئی واضح بات نہیں کرتا۔ سسرت سمہیتا iii، ۳، ۹ اور سسرت سمہیتا iii، ۷، ۲ میں धमनी اور सिर: کے متعلق بیان کرتا ہے کہ وہ ناف سے شروع ہوتی ہیں لیکن سسرت سمہیتا iii، ۹، ۱۳ میں وہ کہتا ہے: "وہ مجاری جو قلب کے جوف سے شرا اور دھمانی کے علاوہ نکلتی ہیں اور تمام جسم میں پائی جاتی ہیں انہیں स्रोत کہتے ہیں"۔ یہاں قلب کو सिरा: धमनी اور स्रोत کے مبدا کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ واضح طور سے ۲۴ धमनी بیان کرتا ہے جو کہ قلب سے شروع ہوتی ہیں۔ وہ دوبارہ iii، ۴، ۳۰ میں بیان کرتا ہے۔ وہ عروق (دھمانی) جو جسم کی اصل قوت حیات لے جاتی ہیں قلب سے چسپاں ہوتی ہیں۔

धमनी کی کل تعداد ۲۴ ہے۔ ان میں ۱۰ جسم کے بالائی حصہ میں جاتی ہیں ۱۰ جسم کے زیریں حصہ میں اور چار دونوں جانب۔ ۱۰ جو جسم کے بالائی حصہ میں جاتی ہیں ان

سے شاخیں نکلتی ہیں اور وہ تین قسموں میں تقسیم ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان کی تعداد ۳۰ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے دس وات، پت، کف वातपित्त اور رسا کو لے جانے کا کام انجام دیتی ہیں یعنی ہر ایک کے لئے دو ۔ ۸ शब्द ، रूप रस اور गन्ध کو لے جانے کا کام کرتی ہیں یعنی ہر ایک کے لئے دو ۔ بقیہ ۱۲ میں سے دو بولنے کے شغل کے لئے، دو شور و غل गोपत्त کے لئے جو بولنے سے مختلف ہے، دو سلانے کے لئے، دو جگانے کے لئے، دو آنسو لانے کے لئے، دو عورتوں میں دودھ لے جانے کے لئے اور مردوں میں منی کے لئے ہیں۔ وہ دھمانی جو ناف سے اوپر جسم کے حصوں یعنی جانبین، دونوں بازو، پشت، سینہ کندھے، ہاتھ وغیرہ میں ہیں وہ جسم کے نچلے حصہ سے مضبوطی سے بندھی ہوئی ہیں۔ وات وغیرہ کا لے جانا تمام دھمانی میں عام ہے وہ دھمانی جو جسم کے زیریں حصہ میں جاتی ہیں، وہ بھی مختلف شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں اور ان کی شاخوں کی تعداد بھی تیس ہوتی ہے۔ وہ وات، پیشاب، فضلہ، منی، دم حیض وغیرہ کی نکاسی کرتی ہیں۔ یہ سب: पित्ताशयस्थित: کی جگہ سے مربوط ہوتی ہیں اور نیچے کی طرف ان مواد کو کھینچتی ہیں جو ہضم کے جذب پذیر سامان کے ساتھ جسم کا تغذیہ کرنے اور جذب ہونے کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ دھمانی جو पित्ताशय سے مربوط ہوتی ہیں تمام جسم میں خلاصہ غذا لے جاتی ہیں (اتنی جلدی جتنا کہ وہ حرارت کے عمل سے ہضم ہوا ہے) اسے بالائی دورہ کرنے والی دھمانی کو مہیا کر کے اور ان کے ذریعہ قلب کو جس کو کہ رسا کے محل کی حیثیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔ دس دھمانی وات، پت، کف वातपित्त اور رسا کو لے جانے کی خدمت انجام دیتی ہیں۔ دو ہر ایک کے لئے۔ دو امعاء سے مربوط ہوتی ہیں خلاصہ غذا لے جانے کے لئے، دو پانی لے جانے کے لئے۔ دو مثانہ سے مربوط ہوتی ہیں پیشاب کو باہر خارج کرنے کے لئے۔ دو منی کو پیدا کرنے کے لئے۔ دو اس کو باہر نکالنے کے لئے۔ اور یہی عورتوں میں حیضی جریان کو منضبط کرتی ہیں۔ دو امعاء کبیرہ سے متعلق ہوتی ہیں۔ فضلہ کو باہر خارج کرنے کے لئے۔ اور آٹھ دوسری جو پسینہ لے جاتی ہیں۔ یہ ان دھمانی کے ذریعہ جن سے کہ آنتیں، پیشاب، فضلہ، معاء مستقیم، مثانہ اور ذکر ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

وہ چار دھمانی جو صلیب کی طرح دونوں جانب جاتی ہیں ان میں سے ہر ایک کی سینکڑوں اور ہزاروں شاخیں ہوتی ہیں۔ یہ بے شمار شاخیں دریچوں کی طرح تمام جسم میں پھیلی ہیں ان کے منہ بالوں کے سوراخ ہیں۔ جن کی راہ پسینہ باہر نکلتا ہے اور جو रस سے جسم کا تغذیہ کرتی ہیں۔ انہی کے ذریعہ تیل، تپلی چھڑکنے والی چیزوں، مراہم وغیرہ کے موثر اجزاء جلد کی حرارت کے عمل کے بعد جسم کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ (سسرت سمہیتا iii، ۹، ۴۰)

مندرجہ ذیل ڈائی گرام کے ذریعہ اسے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

۲۴ دھمانی धमनी

۴ ـ دو آنسو لانے کے لئے۔ دو دودھ کے لئے
۸ ـ دو ہونے کے لئے دو شور کے لئے دو سلانے کیلئے دو جگانے کیلئے
۸ ـ دو سننے کے لئے دو دیکھنے کے لئے دو سونگھنے کیلئے دو ذائقہ کے لئے۔
۱۰ ـ دو वात کیلئے دو पित्त کیلئے دو कफ کیلئے دو रक्त اور دو रस کے لئے

(کل) ۳۰

↑

۱۰ × ۳ = ۳۰

|

۱۰

|

بے شمار شاخوں میں تقسیم اور پسینہ اور रस کے لئے نالیاں Channels بناتے ہوئے ← ۲ ـ ۲۴ ـ ۲ → بے شمار شاخوں میں تقسیم اور پسینہ اور रस کے لئے نالیاں Channels بناتے ہوئے۔

|

۱۰

|

۱۰ × ۳ = ۳۰

↓

۳۰

۱۰ـ ۲ وات ۲ پت کے لئے ۲ کف کے۔ دو رکت کیلئے ۲ رسا کے لئے
۲ ـ خلاصہ غذا لے جانے کے لئے
۲ ـ پانی لے جانے کے لئے
۲ ـ مثانہ سے متعلق پیشاب باہر خارج کرنے کے لئے
۲ ـ منی لے جانے کے لئے
۲ ـ منی باہر خارج کرنے کے لئے
(۲ عورتوں میں دم طمث کے اخراج کے لئے)
۲ ـ پاخانہ کی نالیوں کی حیثیت سے خدمت انجام دیتی ہیں۔
۸ ـ پسینہ کے لئے

वात सिरा: کی کل تعداد ۷۰۰ ہے لیکن چالیس خاص ہیں۔ ان میں سے دس وات لے جانے کیلئے دس پت पित्त کے لئے دس کف कफ کے لئے اور دس رکت रक्त کے لئے ہیں۔ ان چاروں میں سے ہر ایک گروپ ۱۷۵ شاخوں میں تقسیم ہوتا ہے جس سے انکی مجموعی تعداد ۷۰۰ ہو جاتی ہے۔ ۲۵ ہر ٹانگ میں वात لے جانے والی سِرا سِرا: ہیں اور اسی طرح ۲۵ ہر ایک ہاتھ میں ہیں۔ ۳۴ कोष्ठ (دھڑ) کے لئے ہیں ان میں سے ۸ خط عانی میں واقع ہیں۔ جو کہ مقعد اور ذکر ــــ سے متعلق ہوتی ہیں۔ ۲ ہر پہلو میں، ۶ پشت میں، ۶ جوف ــــ بطن میں اور ۱۰ خط صدر میں ہوتی ہیں ــــ ۴۱ ترقوہ سے اوپر والے حصہ میں واقع ہوتی ہیں۔ جن میں سے کہ ۱۴ گردن میں، ۴ دونوں کانوں میں، ۹ زبان میں، ۶ ناک میں اور ۸ دونوں آنکھوں میں۔ یہ تعداد ۱۷۵ सिरा: کی ہوئی جو वात لے جاتی ہیں۔

वात لے جانے والی सिरा: ہی کے مثل تعداد میں پت، کف اور रक्त لے جانے والی सिरा: ہیں البتہ ان تین میں فرق یہ ہے کہ ان میں بجائے آٹھ کے دس آنکھوں میں واقع ہوتی ہیں اور بجائے چار کے دو کان میں واقع ہوتی ہیں (سسرت سمہیتا iii، ۷-۵۱۷)

اور ان کی تقسیم کا ڈائی گرام शिरा:

شرا शिरा. ۷۰۰

۴۰	۱۰ کف لے جانے والی ——— ۱۷۵		۷۰۰
	۱۰ پٹ لے جانے والی ——— ۱۷۵		
	۱۰ وات لے جانے والی ——— ۱۷۵		
	۱۰ رکت لے جانے والی ——— ۱۷۵		

۱۷۵ کی تقسیم وات لے جانے والی شرا

۲۵ وات لے جانے والی شرا ایک ٹانگ میں
۲۵ " " " دوسری ٹانگ میں
۲۵ " " " ایک ہاتھ میں
۲۵ " " " دوسرے ہاتھ میں
۳۴ " " " دھڑ میں

ان ۳۴ میں سے ۸ عانائی خطہ میں جو مقعد اور ذکر سے چپیاں ہوتی ہیں

۴ ——— ۲ ہر ایک پہلو میں
۶ ——— پشت میں
۶ ——— جوف بطن میں
۱۰ ——— خط صدر میں

۴۱ وات لے جانیوالی شرا ترقوہ سے اوپر کے خطہ میں جنکی تفصیل درج ذیل ہے

۱۴ ——— گردن میں واقع ہوتی ہیں
۴ ——— کانوں میں ۔ ہر ایک میں دو

۹ ــــــ زبان میں
۶ ــــــ ناک میں
۸ ــــــ دونوں آنکھوں میں
ــــــــ
۱۷۵
ــــــــ

دھمانی اور شرا کے علاوہ سسرت स्रोत کو بھی بیان کرتا ہے۔ ان کی تعداد اس نے ۲۲ گنائی ہے۔ یہ مجاری (Ducts) قلب کے جوف سے شروع ہوتی ہیں اور تمام جسم کے راستوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ مجاری سانس (زندگی) کھانا، پانی، رسا، خون، عضلات، چربی، پیشاب، پاخانہ، منی اور خون حیض لے جانے کے لئے ہیں۔
(سسرت سمہیتا iii، ۹، (۱-۱۲)

"ہندوستانی تشریح و منافع الاعضاء کا پیچیدہ مقام شرا اور دھمانی اور سروتا کی تقسیم و درجہ بندی ہے Ducts اور Passages ، Channels جو شرائین اور وریدہ، اعصاب اور لمفاوی عروق پر مشتمل ہیں" B. N. Seal لکھتا ہے۔ یہ مشکل خود قدیم ہندی مصنفین نے محسوس کی ہے۔ تمام متاخرین نے اس مشکل کو جو بہت زیادہ الجھن کا باعث ہے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ خاص غلطی جو اس سلسلہ میں واقع ہوئی ہے وہ یہ کہ اس موضوع پر ہر مصنف پہلے سے قائم کئے ہوئے تصورات کی روشنی میں مسئلہ کو حل کرتا ہے اور خود اپنے نظریات کو قدیم تصانیف میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہے جس کی وجہ سے پیچیدگی اسی طرح پر برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ جی۔ سین شرا کو ورید کی حیثیت سے دھمانی کو شرائین کی حیثیت سے اور ناڑی کو اعصاب کی حیثیت سے بیان کرتا ہے۔ بی۔ سیل نے خیال کیا ہے کہ شرا شرائین ہیں اور دھمانی کا استعمال وریدوں کی طرح عصب کے لئے بھی ہوا ہے۔ K. L. Bishagratua دھمانی کا ترجمہ شریان، عصب اور مجاری کی حیثیت سے اور شرا کا عام عروق دمویہ کی حیثیت سے کرتا ہے۔ لیکن کسی شخص نے بھی سوائے واس گپتا کے اس مسئلہ کو تاریخی اور ارتقائی

نقطۂ نظر سے حل کرنے کی کوشش نہیں کی ہے شرا، دھمانی، ناڑی اور سروتا ایسے الفاظ ہیں جو اپنا ایک تاریخی پس منظر رکھتے ہیں. لفظ شرا اور دھمانی کا مع ہیرا اور ناڑی کے اتھروید میں بار بار استعمال ہوا ہے. چنانچہ اتھر وید ۱، ۱۷، ۳ میں " تو زیریں حصّہ کی سراؤ باقی جزو، تو بالائی حصّہ کی، باقی جزو۔ اسی طرح تو درمیانی حصّہ کی، اسی طرح تو چھوٹی، اسی طرح تو بڑی، دھمانی "! اس اشلوک کے ملاحظہ سے بولنگ (Bolling) رائے زنی کرتا ہے۔ " ا، ۱۷، ۳ میں ورید اور شریان کے درمیان واضح امتیاز انہی الفاظ کے ۷، ۳۵، ۱ میں " اندرونی نالیوں" کے زیادہ عام مفہوم کے ساتھ احشاء اور فرج وغیرہ کے معنی میں داخل ہونے کی وجہ سے مبہم ہو گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے متعلق تصوّرات کتنے غیر واضح تھے۔

داس گپتا لکھتا ہے " لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ا، ۱۷، ۳ میں ورید اور شریان کے درمیان امتیاز کا وہ مفہوم نہیں ہے جو ان اصطلاحات کے سلسلہ میں موجودہ زمانہ میں سمجھا جاتا ہے " دھمانی، شرا اور سنایو کی تقسیم معلوم ہوتا ہے کہ ان کی باہمی نزاکت کی بنیاد پر ہے. موٹی نالیاں (ﷲ) دھمانی کہلاتی تھیں، نازک شرا کہلاتی تھیں اور اس سے بھی زیادہ نازک سنایو کہلاتی تھی۔ ان کے عام افعال کم و بیش ایک ہی خیال کئے گئے تھے۔ اگرچہ یہ اغلباً جسم میں جگہ کے اعتبار سے جہاں کہ یہ واقع ہوتی ہیں اور اعضاء کے اعتبار سے جن سے یہ متعلق ہوتی ہیں مختلف ہوتی ہیں "

چرک میں ان کے افعال اور امتیاز کے مفہوم کے سلسلہ میں کوئی مزید اضافہ نہیں ملتا چرک صاف طور پر دھمانی، شرا اور سروتا کو نالی کی حیثیت سے بیان کرتا ہے جن کے یکساں افعال ہیں لیکن وہ صرف سائز میں مختلف ہیں۔ دھمانی، شرا کے مقابلہ میں زیادہ بڑی ہیں. سسرت چرک کے نظریہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ شرا سروتا اور دھمانی ایک ہی ہیں، اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے کہ وہ ظاہری شکل، تعداد اور افعال میں مختلف ہیں اور ان کو ایک سمجھنے کی وجہ ان کا قریبی تعلق، یکساں افعال، اور نزاکت ہے اور اسی طرح یہ بھی کہ قدیم مصنفین کی طرف سے

انہیں یکساں اصطلاحات میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور بعض اوقات انہوں نے خیال کیا کہ وہ ایک ہی فعل انجام دیتی ہیں۔ حالانکہ ان کے افعال درحقیقت مختلف ہیں۔

(سسرت سمہیتا iii ۹۰،۲) ظاہری شکل کے لحاظ سے: چنانچہ وات لے جانے والی عروق رنگ میں گندمی یا ہلکی سنہری بھوری ہوتی ہیں۔ جب کپت لے جانے والی عروق گرم ہیں اور نیلے رنگ کی ہیں۔ کف لے جانے والی عروق ٹھنڈی ہیں اور سفید رنگ کی ہیں۔ رکت لے جانے والی عروق سرخ رنگ کی ہیں اور وہ نہ گرم ہیں اور نہ ٹھنڈی۔

تعداد کے لحاظ سے — خاص دھمانی ۲۴ ہیں، شرا ۷۰۰ ہیں اور سروتا ۲۲ ہیں۔

افعال کے لحاظ سے — سسرت شرا اور دھمانی کے مختلف افعال متعین کرتا ہے۔

"شرا اپنی انقباض پذیری اور انبساط پذیری وغیرہ کی وجہ سے جسم کو قوت دیتی ہیں اور تغذیہ کرتی ہیں بالکل اسی طرح جیسے چھوٹی نہر یا چشمہ زمین یا باغ کو نم اور زرخیز رکھنے کی خدمت انجام دیتا ہے۔" (سسرت iii، ۷، ۲)

انقباض پذیری اور انبساط پذیری "شرا" کی معلوم خصوصیات ہیں، لیکن اوردہ کے باب میں سسرت بااصول طور پر شرا کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں یہ سراغ ملتا ہے کہ شرا سے اس کے نزدیک وریدیں مراد تھیں۔ شرا بیان کرتے ہوئے وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ رنگ میں زردی مائل سرخ، نیلی، سفید اور سرخ ہیں[1]

۱۔ سسرت اپنی سمہیتا، iii، ۷، ۱۲ میں شرا کا رنگ زردی مائل سرخ، نیلا، سفید اور سرخ بیان کرتا ہے۔ اور پھر اے، وی × ۲/۷، ۱۱ میں ہم پڑھتے ہیں۔

"جس نے انسان کے اندر سیلابوں کو جمع کر دیا جو ہر مخالف سمت میں چلتے ہیں۔ اور جن کو ایسی ندیوں میں جو گلابی، گلابی سرخ، تانبے جیسے گہرے رنگوں کی ہوں بہایا، اور جو انسان میں ہر ہر راستہ میں اوپر اور نیچے دوڑتی ہیں۔" (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

وہ آگے بیان کرتا ہے کہ شرا وات، پت، کف، اور خون لے جاتی ہیں یقینی طور پر یہاں کچھ الجھن ہے۔ نیلی عروق تو ہی صرف وریدیں ہو سکتی ہیں۔ بقیہ متن کا کچھ دوسرا مفہوم ہونا چاہیئے۔

دھمانی کے افعال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اوپر جانے والی دھمانی جسم کے خاص افعال انجام دیتی ہیں جیسے آواز، ذائقہ، احساس، بینائی، بو، سانس لینا، جمائی، چھینک، ہنسی، شور، رونا وغیرہ، اور جسم کی سالمیت کو برقرار رکھنے کا فعل ادا کرتی ہیں۔ نیچے جانے والی دھمانی، وایو، پیشاب، پاخانہ، منی اور خون حیض کو نیچے لے جانے کے لئے نالیاں بناتی ہیں (سسرت ااا، ۹، ۴ اور ۶)

ان کے افعال کے مندرجہ بالا تعین سے یہ ظاہر ہے کہ دھمانی، اعصاب اور مجاری کے قائم مقام ہیں دھمانی اور شرا کی تفصیلی فہرست کے تنقیدی موازنہ پر یہ محسوس ہو جائے گا کہ شرا کی فہرست میں: مجری: معین اعصاب اور رسا لے جانے والی عروق کا بلکہ صرف وات عروق کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ معنی خیز ہے کہ رسا کا لے جانا محض دھمانی سے مخصوص کیا گیا ہے۔ رسا غذا کے ہضم کا آخری ماحصل ہے۔ یہ جگر اور طحال میں خون (رکت) میں منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا بڑا ظرف قلب ہے۔ منافع الاعضاء کے ہندوستانی ماہرین کے نزدیک "شریانی" خون وہ خون ہے جو جگر اور طحال میں رہتا ہے۔

سی چکر برتی کہتا ہے[1]

"وات، پت، کف اور रक्त वहासिरा کی عصبی، وریدی، لمفادی اور شریانی نظام کے ساتھ مماثلت دور از کار اور تخمینی نہیں ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ بیان شریان اور ورید کے درمیان آیا کوئی واضح فرق کرتا ہے۔ یہ ایک مشتبہ اور غیر یقینی سی بات ہے۔

1 - Chakraberty, Chandra "An . interpretation of Ancient Hindu Medicine" P. 36, 1923

مندرجہ بالا بحث سے حسب ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ قلب ان تمام "عروق" اور "نالیوں" کے ساتھ جو اس سے شروع ہوتی ہیں۔ یا فرض کر لیجیے کہ وہ اس سے شروع ہوتی ہیں، عروقی نظام بناتا ہے۔ یہ عروقی نظام عروق "دموی" عروق "لمفاوی" اور عصبی نظاموں میں تقسیم ہوتا ہے۔

۲۔ عروق دموی نظام کی تفریق "وریدی" اور "شریانی" نظام کے ساتھ نہیں کی گئی ہے۔

۳۔ یہ کوشش اور حجت کہ شرا اور دھمانی خاص قسم کے عروق مثلاً اوردہ، شرائن یا اعصاب کے لئے استعمال کئے گئے تھے، بالکل بودی اور کمزور ہے۔ یہ اصطلاحات بلا تفریق جسم کی مختلف نالیوں کے لئے استعمال کی گئی تھیں۔

۴۔ اگرچہ دو قسم کے خون کے درمیان امتیاز کیا گیا ہے۔ سرخ اور نیلا۔ لیکن شریانوں اور وریدوں کے درمیان ان اصطلاحات کے جدید مفہوم میں امتیاز نہیں کیا گیا ہے۔

۵۔ دھمانی ان نالیوں کو ظاہر کیا گیا ہے جن کی دیواریں موٹی ہیں اور سشرا ان نالیوں کو جن کی دیواریں پتلی ہیں۔ یہ استعمال بھی یکساں نہیں ہے۔

۶۔ اعصاب کی بھی نالی کی حیثیت سے تقسیم کی گئی ہے۔ اور ان کو بھی سشرا اور دھمانی کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

علم الاعصاب

ہندوستانی طبی ذخیرہ تصانیف میں دماغ کے متعلق بہت کم کہا گیا ہے۔ اتھروید میں اسس کا سر سے امتیاز کیا گیا تھا۔ چنانچہ × ، ۲۸ میں ہے۔ "وہ خدا ہے جس نے اس کا دماغ، اس کی پیشانی، اس کا پچھلا سر پیدا کیا۔ جس نے پہلے اس کی کھوپڑی پیدا کی، جو انسان کے دہانہ میں جمع ہو جائیں، وہ آخرت کی طرف پہنچ جاتی ہیں۔"

چرک ا، ۱۱ ـ ۴۷ میں سر، قلب، بازوؤں وغیرہ کو قوت حیات کے حصوں کی

حیثیت سے بیان کرتا ہے۔ پھر ا، ۷، ۱۱ میں کہتا ہے۔ "جسم کا وہ حصہ جس سے زندگی وابستہ ہے جو خلقی طور پر اس میں موجود ہے اور جس سے مجموعی احساسات تعلق رکھتے ہیں اور جس کو جسم کے تمام حصوں میں سب سے زیادہ اہم کہا گیا ہے۔ اسے سر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

بھیلا نے بھی دماغ کا شعور حاصل کیا ہے اور اس کو "منس" मनस کا مرکز قرار دیا ہے۔ بسسرت دماغ کی اہمیت سے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ وہ سانگ ([illegible]नाक) سے خیال کو پیش کرتا ہے کہ دماغ احساسات کا مرکز ہے۔ دسسرت سمہیتا (iiا، ۳، ۱۸) وہ دماغی اعصاب کے کم از کم چار جوڑوں سے واقف تھا۔ چنانچہ iii، ۶، ۶۶ - ۶۷ میں وہ کہتا ہے [illegible] نا [illegible] کے دونوں جانب چار دھمانی ہیں۔ ایک [illegible] اور ایک [illegible] حنجرہ کے ہر جانب واقع ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی جراحت گونگا پن یا آواز میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ اور قوت ذائقہ کا نقصان بھی۔ دو اعصاب (مشرا) کان کے نیچے ان کی پشت پر ہیں۔ ان کو [illegible] کہا جاتا ہے، وہ اگر کٹ جائیں تو بہرہ پن پیدا ہو جائے گا —— منخرۃ الانف کے دونوں جانب، ناک کے اندر دو اعصاب ہیں جنہیں [illegible] کہا جاتا ہے۔ وہ اگر کٹ جائیں تو سونگھنے کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ابرو کے پیچھے آنکھوں سے نیچے اعصاب ہیں جنہیں [illegible] کہا جاتا ہے۔ اگر وہ کٹ جائیں تو اندھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ تمام معروف اعصاب ابرو کے وسط میں راستہ میں ملتے ہیں۔ وہ آگے کہتا ہے کہ اعصاب کھوپری کے اندر دماغ کے بالائی حصہ سے چسپاں ہیں اور یہ جگہ جسے रोमावर्त کہتے ہیں۔ منتظم اعلیٰ ہے (अधिपति) رسسرت سمہیتا iii، ۶، ۷۸، ۸۰) چار دھمانی کو بیان کرتے ہوئے جو شل صلیب کے جلد میں جاتی ہیں اور جن کے تفرعات بھی جلد میں جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ "علاوہ ازیں یہ خوشی اور درد کے احساسات لے جاتی ہیں۔"

دسسرت سمہیتا iii، ۹، ۸) سسرت اور چرک دونوں نے قلب کو شعور و احساس کا واحد مقام خیال کیا اور یہ چیز عصبی نظام کو عروقی نظام میں شامل کرنے کا باعث ہوئی۔

علم الاحشاء

اتھروید، قلب، پھیپھڑوں، مرارہ، گردوں، جگر، طحال، معدہ اور چھوٹی آنت، معاء مستقیم اور اس سے اوپر کا حصہ، بڑی آنتوں، بطن، قولون، ناف، مغز اور مشیمہ کو بیان کرتا ہے۔ چرک پھیپھڑے کے لئے لفظ क्लोम استعمال کرتا ہے اور صرف ایک کیلئے۔ سسرت اس کے علاوہ لفظ फुफ्फुस استعمال کرتا ہے اور وہ بھی صرف ایک کے لئے۔ وہ اصرار کرتا ہے کہ क्लोम دائیں جانب جگر کیساتھ ساتھ ہوتا ہے اور फुफ्फुस بائیں جانب طحال کے ساتھ ساتھ۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ایک ہی عضو کے لئے دو مختلف اصطلاحیں استعمال کی ہوں۔ اس لئے کہ دایاں پھیپھڑا حجم اور فصوص کی تعداد میں بائیں سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ اتھروید، چرک اور سسرت سب اس لفظ کو واحد استعمال کرتے ہیں۔ اندرونی اعضاء میں سے چرک اور سسرت معدہ اور امعاء سے اچھی طرح واقف تھے۔ معدہ आमाशय کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ پیٹ کے ظرف سے اوپر واقع ہوتا ہے۔ سسرت معدہ کے اندرونی سوراخ دار حصہ کو بیان کرتا ہے، لیکن باطنی حصہ کا کوئی بیان موجود نہیں ہے۔ چرک باطنی حصہ کو تین خانوں میں تقسیم کرتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ یہ تقسیم خالص تصوراتی ہے۔ آنتیں (क्षुद्रान्त्रासि) چھوٹی (पक्वाशय) ، اور بڑی آنتوں (स्थूलान्त्र) میں تقسیم کی گئی ہیں۔ بڑی آنت کا آخری سرا गुदम (معاء مستقیم) کہلاتا ہے اور یہ गुदास्थि (مقعد) میں ختم ہوتا ہے۔ سسرت معاء مستقیم کا حسب ذیل بیان دیتا ہے "بڑی آنتوں کا زیریں سرا جو معاء مستقیم کی خمیدگی میں پہنچتا ہے، اور جس کی لمبائی ۴½ انگل ہے गुदम کہلاتا ہے۔ اس کے باطنی حصہ میں تین خمیدہ نالیاں ہیں۔ یہ نالیاں یا انگوٹھی کے مثل عضلات ایک دوسرے سے ۱½ انگل الگ ہوتے ہیں اور یہ علی الترتیب संवरणी, विसर्जनी, प्रवाहिणी یا بہاؤ کی نالیاں کہلاتی ہیں۔ براز کا خارج ہونا اور مقعد کا بند ہونا، یہ چار انگشت کی جگہ رکھتی ہے۔ اور اس کے جانبی طرف ایک انگلی برابر چوڑا ابھار ہوتا ہے (سسرت سمہیتا ۲،۲،۴)

بالغ مردوں کی آنتوں کی لمبائی ۳½ व्याम (تقریباً سات گز) ہوتی ہے. جب کہ بالغ عورت کی آنتوں کی لمبائی صرف چھ گز ہوتی ہے. (سسرت ۸،۵،iii) سسرت مثانہ کا بیان دیتے ہوئے کہتا ہے. یہ جوف عانہ میں واقع ہوتا ہے اور اپنے مختلف جانب میں یہ پشت، صلب، ناف، صفن، معا مستقیم، کنج ران (GROIN) اور قضیب سے محدود ہوتا ہے. اس میں ایک واحد سوراخ ہوتا ہے جس کا منہ نیچے واقع ہوتا ہے. اور وہ ایک تونبے کی شکل میں سِرا اور سنا یو کے جال سے ڈھکا ہوتا ہے یہ ساخت میں بہت زیادہ باریک ہوتا ہے. اور اگرچہ یہ جوف عانہ کے اندر واقع ہوتا ہے مگر اپنے منہ یا بیرونی سوراخ کے ذریعہ معا مستقیم، قضیب اور خصیتین کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، پیشاب کی نالیاں امعا کبیرہ کے پاس سے گذرتی ہیں اور مسلسل مثانہ کو بھرتی رہتی ہیں اور اس نظام کے فضول سامان سے اس کو تر رکھتی ہیں. بالکل اسی انداز سے جیسے دریا اپنے پانی کو سمندر میں لے جاتا ہے. یہ راستے یا نالیاں (جو تعداد میں دو ہوتی ہیں) ان سینکڑوں شاخوں سے اپنی ابتدا کرتی ہیں جو ننگی آنکھوں سے اپنی انتہائی باریک ساخت کی وجہ سے نظر نہیں آتیں اور خواہ نیند کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں پیشاب کو معدہ کے خط کے نیچے سے مثانہ میں لے جاتی ہیں اور اس کو اس اہم رقیق سے بھرا رکھنے کے لئے اپنا فعل انجام دیتی رہتی ہیں. (سسرت سمہیتا، ii، ۳، ۱۴) بچوں کا مثانہ سائز میں چھوٹا اور عضلی ساخت کے لحاظ سے کمزور ہوتا ہے. (سسرت ii، ۳، ۱۰) رحم (गर्भाशय) کے متعلق وہ کہتا ہے. وہ اس خلا میں واقع ہے جو पक्वाशय اور पित्ताशय سے محدود ہے اور مثانہ سے متصل گھونگھے کے اندرونی حصہ کی طرح ہے (سسرت iii، ۵، ۴۳) عورت کی فرج شکل میں گھونگھے کی ناف سے مشابہ ہوتی ہے. اس میں تین پیچیدہ گھماؤ (आवर्त، ہوتے ہیں. رحم تیسرے پچھلے پیچیدہ گھماؤ پر واقع ہوتا ہے. رحم کی شکل روہو مچھلی کے منہ سے مشابہ ہوتی ہے. (سسرت iii، ۵، ۴۷) عرق منی کو بیان کیا گیا ہے. منی ان نالیوں سے ہوکر گذرتی ہے جو تقریباً دو انگشت چوڑی مثانہ کے دونوں طرف، اور اس کی گردن کے ٹھیک نیچے واقع ہیں اور بالآخر نالی سے باہر نکل جاتی ہے (سسرت

سمہیتا iii، ۴، ۲۲، اور ۲۳) دو قسم کے مغ اعظم کی تعریف کی گئی ہے۔ شحم تمام حیوانات کے بطن میں موجود ہوتی ہے اور چھوٹی اور بڑی ہڈیوں کے مغ میں بھی ہوتی ہے بڑی ہڈیوں میں خصوصاً جن کے جوف میں یہ شحم ہوتی ہے اس شحم کو مغ (मज्जा) کہتے ہیں دوسری اور تمام ہڈیوں میں پائی جانیوالی شحم کو شحم دھوی: रकानिमेद کہتے ہیں۔ (سسرت iii، ۴، ۱۲، اور ۱۳)

یہ بات بہت صاف ہے کہ ہندوستانی طبی مصنفین جسم انسانی کی ساخت کے بارے میں واضح خیالات رکھتے تھے۔ اور اس کی بنیاد اس کے تنظیمی مطالعہ پر تھی۔ وہ انسانی ڈسیکشن کی پہلی راہ بنانے والے تھے۔ اور وہ طبی سائنس سے تشریح کے رشتہ کو صحیح طریقہ پر سمجھتے تھے۔ "جسم کی تشریح کے جاننے سے ان تمام چیزوں کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جو اس کے لئے مفید ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے اطباء نے تشریح کی قابل تعریف معلومات حاصل کیں" (چرک سمہیتا ۱۷، ۶، ۲، اور ۳) "صرف وہ شخص جس نے انسانی جسم کی اندرونی ترکیب کو ملاحظہ کیا ہے اور اس موضوع پر جو کام ہوا ہے اسے خوب اچھی طرح پڑھا ہے اور تمام شبہات اس کے دماغ سے نکل گئے ہیں۔ وہ آیورویدک کا فاضل ہے اور وہ علاج معالجہ میں پریکٹس کا صحیح حق رکھتا ہے۔" (سسرت سمہیتا iii، ۵، ۷، ۵)

علم کی ابتدا کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ توقع کے مطابق ہے کہ ان کی تشریح کی معلومات نامکمل تھیں احشاء کے سلسلہ میں یہ کمی زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ حیاتی قوت رکھنے والے اعضاء مثلاً قلب، پھیپھڑوں، جگر اور دماغ کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان اعضاء کو کھولنے اور ان کے اندرون کے متعلق تحقیق کرنے کے فطری ذوق تجسس سے وہ دور رہے۔ یہ افسوسناک سرد مہری اور بے توجہی ان کے ڈسیکشن کے انوکھے طریقوں کا سبب ہوئی۔ کھوپڑی یا قلب کو پانی میں کتنا ہی زیادہ کیوں نہ تر رکھا جائے لیکن اس سے اس کے اندرون کا کھلنا کسی طرح ممکن نہیں۔

برش ڈسیکشن میں چاقو کا ایک کمزور بدل ہے۔ نیوبرگر کی یہ تنقید کہ "ہندوستانی تشریح بیانی اور توصیفی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک گنتی اور تقسیم ہے[1]" جہاں تک ان کی خالص تشریح کی معلومات کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے ٹھیک ہے۔ جدید مفہوم میں ان

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن نیوبرگر۔ اول۔ صفحہ ۴۸

کے بیانات ناقص ہیں۔ لیکن انہوں نے چیزوں کو دوسری خوب آشنا چیزوں سے موازنہ کے ذریعہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے مثال کے طور پہ مفاصل کی پوری تقسیم جانے بوجھے مشاہدات کی بنیاد پر ہے جن کے لئے کسی بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ عجز کو تکونی ہڈی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (त्रिक)

مجوف ہڈیاں नलिका میں نرسل کی طرح۔ مجمہ کی ہڈیوں کو कपाल چپٹی شکل اور قلب کو کنول کی کلی سے مشابہت سے کر بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسری تشبیہات بھی ہیں ہندوستانی تشریح اپنی ترقی میں سسرت اسکول کی رہین احسان ہے۔ جو سرجری کا اسکول ہے اور اسی لئے سرجری کی ضروریات کے تحت ذیلی طور پر اس کو ترقی کا موقع ملا۔ کسور اور خلوع کی خاطر علم العظام اور مفاصل کی ضرورت لاحق ہوئی۔ نظام بولی وتناسلی کا مطالعہ قابلہ گری اور مثانہ سے پتھری نکالنے کے سلسلہ میں کیا گیا۔ معالجاتی طور پر حقنہ کے عام استعمال نے معاء مستقیم کے متعلق قابل لحاظ حد تک صحیح معلومات کی جانب رہنمائی کی۔

علم العروق نے تمام ماہرین جراحت کو اپنے بغور مطالعہ کی طرف مجبور کیا۔ جراحی آپریشن نے تشریح اقلیمی (Regional Anatomy) کی معلومات کا مطالعہ کیا بلکہ نتیجتاً اس طرف زیادہ محنت کی گئی۔ اور اکثر غیر ضروری اور اکتا دینے والی حد تک جسم کی ساختوں کے بیانات دیئے گئے۔ تشریح اقلیمی کو मर्म کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اور मर्म کو رباطات، اوردہ، عضلات عظام اور عضلات پانچ خاص ساختوں کا مقام اتصال سمجھا گیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق انسانی جسم میں ۱۰۷ मर्म ہیں۔ ان ۱۰۷ मर्म میں سے ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مقام، ترکیب اور جراحی اہمیت طبی ماہرین نے शल्यतन्त्र کو मर्म (سرجری) کے سلسلہ میں نصف احاطہ کرنے والے کی حیثیت سے بیان ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسے ہی کسی شخص کے کسی मर्म میں زخم لگتا ہے وہ فوراً مر جاتا ہے۔ (سسرت سمہیتا ااا، ۶۰، ۸۳)

"فن جراحت کے ماہرین نے قاعدہ مقرر کیا ہے کہ کسی جراحی آپریشن میں ہر مقامی مرما کی وضع اور حجم کو پہلے اہمیت دینا چاہیئے اور شگاف اس طرح لگانا چاہیئے کہ وہ خاص

مرما متاثر نہ ہو کیونکہ جب کوئی شگاف اس تک پہنچ جاتا ہے یا زخم بھی مرما کے کنارہ یا حاشیہ کو متاثر کرتا ہے تو وہ مہلک ہو سکتا ہے (سسرت iii، ۶، ۸۱) یہ ان مرما کی معلومات ہی کا کمال تھا جس نے ہندوستانی جراحت کو عملی لحاظ سے اتنا بہتر بنایا باوجود اس کے کہ ان کی تشریح کی معلومات اتنی صحیح اور عمیق نہیں تھیں۔

چینی تشریح

چین کی تہذیب اپنی قدامت میں مصر اور بابل ہی کے قریب ہے لیکن ابتدا میں وہ چونکہ بیرونی دنیا سے بالکل بے تعلق رہا اور اس کے روابط دوسرے ممالک سے عام نہیں ہو سکے اس لئے غیر ملکی تاریخیں اس کے تفصیلی تذکرہ سے خالی ہیں۔ ملکی روایات اور افسانوں کا سلسلہ تقریباً ۲۷۰۰ ق م تک پیچھے جاتا ہے لیکن تاریخی ریکارڈ کی کڑیاں ۲۰۰۰ ق م سے آگے نہیں ملتیں[1]۔

دوسروں سے رابطہ نہ رہنے کی وجہ سے چینی طب یا وہاں کے دیگر علوم وفنون کے سلسلہ میں ایک خاص فائدہ یہ پہنچا کہ وہ بیرونی سائے کے اثرات سے محروم ہے[2] اور مراحل نشوونما اور ارتقائی سفر میں ان کی اپنی کوششیں ہی کام کرتی رہیں۔ اسی لئے خالص صورت میں مقامی اور دیسی علوم وفنون اور ان کے نظریات کا مطالعہ بہت آسان بنا ہوا ہے۔

روایات کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ چین میں طب کا بانی شن ننگ **Shen-Nung**

۱۔ شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۱۴

۲ تاریخ طب ایران۔ اول۔ صفحہ ۱۰۴

(تقریباً ۲۸۰۰ق م) ہے۔ پن تساؤ Pen T, Sao (گیاہ نامہ) کے نام سے اس نے ایک کتاب تصنیف کی اور یہ قدیم ترین طبی کتاب ہے جو وہاں تصنیف کی گئی ہے[1]

چینی طب کی اہم اور سب سے مستند کتاب "قانون طب" (Nei Ching) جس کی فنی عظمت تین ہزار برس گذر جانے کے بعد بھی قائم ہے اور جو آج بھی چینی اطباء کے لئے صحیفۂ آسمانی سے کم نہیں ہے ایک لحاظ سے قدیم چین کی سرکاری طبی تعلیم کی نمائندگی کرتی ہے۔ روایت کے مطابق ہنگ ٹی Huang Ti زرد شہنشاہ (۲۶۹۸ - ۲۵۹۸) کے ذریعہ یہ تصنیف وجود میں آئی۔ بہر حال یہ غالباً اپنی موجودہ شکل میں چاؤ سلطنت میں ۱۰۰۰ق م کے قریب زمانہ میں مرتب کی گئی ہے۔ اگرچہ اس کے بعض حصے زیادہ قدیم ماخذ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ قانون دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک "سادہ سوالات Su Wen" جو قیاس ہے کہ شہنشاہ ہنگ ٹی اور اس کے وزیر چی پیا Ch'l Pai کے مابین مکالمہ کی یادگار ہیں اور دوسرے "خفیہ باب Ling Shu" غرزابری یعنی سوئی چبھونے کے ذریعہ علاج پر ایک خاص رسالہ[2]

اس قانون کا تشریحی حصہ وزیر سلطنت چی پیا کے مندرجہ ذیل بیان پر مشتمل ہے۔ جو تشریح کی تاریخ میں بہت لائق نظر ہے۔

"موت کے بعد انسانی جسم کا ڈسکیشن کیا جا سکتا ہے۔ اور اعضا کے حجم، آنتوں کی وسعت، عروق کی لمبائی، خون کی حالت اور روح کی مقدار سے متعلق مشاہدات کئے جا سکتے ہیں"۔ انسانی ڈسکیشن کے متعلق یہ ایک صریحی ثبوت ہے جو چینی طب کے لئے مایۂ فخر بن سکتا ہے[3]

یہاں ڈونلڈ کیمبل کی روایت کے مطابق پن چا ئی اُو کا ذکر بھی ضروری ہے۔ وہ

۱۔ تاریخ طب ایران۔ اوّل۔ صفحہ ۱۰۴

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۸۹

۳۔ " " " " " ۹۰

لکھتا ہے: "اسکندریہ میں واقع بطالمہ کے تشریحی اسکول سے کئی صدی قبل چینی طبیب چن چائی اور Pien Ch' Iao نے مردوں کے ڈیسکشن کے فرائض انجام دئے ہیں۔ اس نے اپنی تحقیقاتی تفصیلات کو ایک کتاب "علم النفس" میں بیان کیا ہے۔ موجودہ دور کے چینی اطباء سے بھی اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے" [1]

لیکن اگر ایک زمانہ میں وہاں یہ عمل رائج تھا تو بعد میں کنفیوشس اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کی تعلیمات کے نتیجہ میں اسے روک دیا گیا، جنہوں نے انسانی جسم کو مقدس خیال کرتے ہوئے ہر طور پر اس کی تقطیع سے منع کیا، ڈسیکشن کی یہ مخالفت چینی طب کی رفتار ترقی پر بہت اثر انداز ہوئی۔ اور یہ صورت اب سے کچھ عرصہ پہلے تک باقی رہی [2] شہنشاہ کانگ ہی Kang-Hi (۱۶۶۲-۱۷۲۲ء) نے مغربی تشریح سے متعارف کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کی منشا کے مطابق پادری ڈی اونس Pierre Dionis کی تشریح کا جیسوئٹ پی پیرینین Jesuit P. Perennin نے ترجمہ کیا۔ مگر اس سلسلہ میں دیسی اطباء کی مخالفتوں کی وجہ سے کامیابی نہیں ہوسکی۔ انیسویں صدی سے چین میں مغربی تشریحی توضیحات کا دوبارہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن انہوں نے مروج نظریات پر کوئی بہت گہرا اثر نہیں قائم کیا [3]

دیسی رائے Viceroy ہسپتال طبی اسکول چین کا پہلا جدید طبی اسکول تھا جو ۱۸۸۱ء میں قائم ہوا۔ اس میں کوئی ڈسیکشن نہیں کیا گیا۔ اور تشریح کی تعلیم چارٹ اور ماڈل سے دی جاتی رہی۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں ایک صدارتی فرمان کے ذریعہ قانونی طور پر پہلی مرتبہ چین میں انسانی لاش کے ڈیسکشن کی اجازت دی گئی [4] اور اسی زمانہ میں

۱۔ ارلی میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۸

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۹۰

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۶۳

۴۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل صفحہ ۹۱

وانگ چینگ چین نے علم تشریح کی بعض قدیم غلطیوں کی تصحیح کر کے ایک انقلابی قدم اٹھایا۔ قدیم مذہبی عقیدے کے مطابق جو کوئی تقطیع شدہ جسم کے ساتھ موت کی دنیا میں پہنچتا ہے اسے اپنے اجداد کی ہم نشینی کی خوشی میسر نہیں آسکتی۔ چنانچہ جسم کے جو حصے آپریشن میں نکالے جاتے تھے وہ محفوظ کر لئے جاتے تھے۔ اور انہیں مردہ کے ساتھ قبر میں رکھا جاتا تھا۔ پوسٹ مارٹم ڈسیکشن تقدس کے منافی تھا۔ مجرموں کے اجسام کے استثنیٰ کے ساتھ صرف شاذ صورتوں میں اسے مباح سمجھا گیا تھا۔ قدیم ایام میں مذہبی ممانعت کی اس قسم کی خلاف ورزیوں، یا زیادہ تر پھانسی کی سزا پانے والے مجرموں کے مشاہدہ یا پھر شدید جراحتوں کے ذریعہ احشاء کے مقام اور شکل اور علم العظام کی سطحی معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس سلسلے میں مردہ کے تمام بقیہ حصے احتیاط کے ساتھ محفوظ کر لئے جانے کے عمل سے بھی فائدہ اٹھایا گیا۔ تقابلی مقصد کی خاطر جانوروں کے ڈسیکشن کا ثبوت نہیں ملتا۔ چینیوں کے تشریحی بیانات کے مفہوم میں ان کی دقیق اصطلاحات کی بدولت اکثر پریشان ہوتی ہے۔ یہ بیانات عملی طب کے مقصد سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ تر احشاء اور نظام دوران خون پر مشتمل ہیں۔[1]

قانون طبؒ کی تشریح کی بنیاد ڈسیکشن نہیں ہے۔ وہ زیادہ تر خیال آرائی پر منحصر ہے۔ زبان، مری، معدہ، امعا اور معاء مستقیم کے وزن اور لمبائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ چھوٹی آنت اور بڑی آنت میں سولہ بل بتائے گئے ہیں۔ مرد میں ۳۶۵ اور عورت میں ۳۶۰ ہڈیاں شمار کی گئی ہیں۔ جوڑ بھی ۳۶۵ بیان کئے گئے ہیں۔ عروقی نظام کو سال کے بارہ مہینوں کی مطابقت میں بارہ خاص عروق پر اور چار موسموں کی مطابقت میں چار خاص شرائن پر مشتمل خیال کیا گیا ہے۔

قانون کی منافع الاعضاء بھی زیادہ تر قیاس کی پیداوار ہے۔ قلب جسم کا شہزادہ اور قوت حیات کا مقام ہے۔ پھیپھڑے اس کے وزیر، تنفس کا سرچشمہ اور ارواح حیوانیہ کا مسکن ہیں۔ جگر فوجی رہنما اور جسم کا روحانی حصہ یا روح کے رہنے کی جگہ ہے

۱۔　ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۶۳

جو عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔ مرارہ ایک دیانت دار عہدہ دار اور جرأت کا مؤلد ہے۔ گردے زور اور قوت کا محل ہیں۔ معدہ عوامی غلے کے گودام کے ذمہ دار کی حیثیت سے خدمت انجام دیتا ہے۔ قلب گردوں پر حکومت کرتا ہے۔ پھیپھڑے قلب پر حکومت کرتے ہیں۔ جگر پھیپھڑوں پر حکومت کرتا ہے۔ گردے طحال پر حکومت کرتے ہیں۔

دوران خون سے متعلق قانون کی عبارتوں نے متعدد مشاہدہ نگاروں کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کیا ہے۔ "قلب جسم کے تمام خون کی تنظیم کرتا ہے .... خون ایک دائرہ میں مسلسل گردش کرتا ہے اور کبھی نہیں رکتا۔" اس سے اور اس سے مشابہ ایک اور بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ "قانون" دوران خون کی دریافت میں دوسروں پر سبقت لے گیا ہے۔ گریہ ثبوت مدد دار نہیں ہے۔ قانون نہ شرائن اور اوردہ کے درمیان امتیاز کرتا ہے اور نہ بعد میں قانون کے شارح اور تبصرہ نگار دوران خون کا واضح تصور ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان میں سے ایک اصرار کرتا ہے کہ خون کا بہاؤ وریدوں سے شروع ہوتا ہے[1]۔

چینیوں کے یہاں عروقی نظام بارہ خاص وریدوں سے مرکب ہے۔ جن میں سے چھ ایجابی عناصر پر اور چھ منفی عناصر پر مشتمل ہیں۔ ان میں کی بعض ہاتھ پیروں میں ختم ہوتی ہیں اور بعض وہاں سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ ۱۲ وریدیں دو خاص جمع کرنے والی نالیوں سے مکمل ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک جسم کے پچھلے حصہ میں چلتی ہے۔ اور ایجابی عناصر پر مشتمل ہوتی ہے اور دوسری جسم کے اگلے حصہ میں چلتی ہے۔ اور منفی عناصر سے تعلق رکھتی ہے۔ ان ۱۲ وریدوں کی ۲۲ شاخیں ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹی عروق کی کافی تعداد بیان کی گئی ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ چینی منافع الاعضاء دوران خون اور حیاتی ہوا کا تصور رکھتی ہے۔ اور اس پر اصرار کرتی ہے کہ ۲۴ گھنٹے میں ۵۰ چکر لگتے ہیں۔ اور تنفس کے درمیان خون اور ہوا کا چھ انچ سفر طے ہوتا ہے[2]۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۹۲

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۶۵

قانون کے مطابق جگر غصہ کا مقام ہے۔ قلب خوشی کا طحال خیال کا، پھیپھڑے غم کا، گردے خوف کا۔ جگر آنسو بناتا ہے، قلب پسینہ، طحال لعاب دہن، پھیپھڑے ناک کی رطوبت اور گردے تھوک۔ قانون کی تشریح اور منافع الاعضاء، مشاہدہ اور تجربہ کے بجائے مسلہ آفرینش کے چینی نظریہ پر مبنی ہیں[1]۔

یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ قدیم چین کا علم دواسازی بھی نہایت پیچیدہ ہے۔ اور تجربہ و مشاہدہ کے بجائے مابعد الطبیعیاتی نظریات کی بنیاد پر ہے۔ جسم میں پانچ اعضائے رئیسہ قرار دئے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک خاص رنگ خاص ذائقہ اور خاص بو کے تحت رکھا گیا ہے۔ مثلاً اعضاء رئیسہ قلب، جگر، طحال، پھیپھڑوں اور گردوں میں سے، جگر جس میں مرارہ، آنکھیں، عضلات اور رباط بھی آتے ہیں نیلے رنگ کے تابع ہے اور اس کے علاج میں ایسی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں جن کا رنگ نیلا، ذائقہ ترش، اور بو سڑی ہوئی ہو۔ قلب جس میں امعاء صغیرہ، خون اور زبان بھی شامل ہیں، سرخ رنگ سے متعلق ہے، اور اس کا علاج سرخ رنگ، شیریں ذائقہ اور جلے ہوئے بالوں جیسی بو رکھنے والی دواؤں سے کیا جاتا ہے۔ طحال جس کے تحت معدہ اور منہ بھی ہیں، زرد رنگ سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس کے علاج کے لئے دواؤں کا زرد رنگ شیریں ذائقہ اور تیز مسالوں کی سی بو رکھنا ضروری ہے۔ پھیپھڑے جن کے زیر اثر بڑی آنت اور ناک بھی ہیں۔ سفید رنگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی دواؤں کے لئے سفید رنگ چرپرہ ذائقہ اور مچھلی ایسی بو شرط ہے ـــــ گردے جن کے ساتھ مثانہ، کان اور ہڈیاں بھی ہیں، سیاہ رنگ سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان کا علاج سیاہ رنگ، کھاری مزہ، اور سڑی ہوئی بو رکھنے والی ادویہ سے کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ان اعضاء رئیسہ میں سے ہر ایک کسی خاص عنصر سے تعلق رکھتا ہے۔ جگر لکڑی کے، طحال مٹی کے، قلب آگ کے، پھیپھڑے دھات کے اور گردے

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۹۲

پانی کے ماتحت ہیں۔

پھر ان تمام اعضاء رئیسہ کو کسی نہ کسی جانور کی شکل سے مماثل کیا گیا ہے۔ جگر کو نیلے اژدھے سے، قلب کو سرخ پرندے، پھیپھڑوں کو سفید چیتے سے، گردوں کو کالے کچھوے سے اور طحال کو سنہرے رنگ سے۔ ان تمام چیزوں میں در اصل ین یانگ کے فلسفیانہ اصول، جہات اربعہ (مشرق، مغرب، شمال، جنوب) کی افادی صورتیں، وجسم کے خاص اعضاء کو ظاہر کرنے والے "اعداد" کی اہمیت کام کر رہی ہے۔

چینی طب کی ایک قابل اہم خصوصیت جانوروں کے اجسام کے استعمال کی ابتدا ہے جس نے اسے بہت وسیع کر دیا ہے۔ پوشیدہ اور دھندلی فکر کے باوجود ان تصورات نے بعد کے آنے والے دنوں میں علاج بالعضویات Organano T' eropy کی رہنمائی کی۔ یہ موجودہ تحریک ایک قدیم چینی تصور کی مرہونِ منت ہے۔ مثال کے طور پر مختلف جانوروں کے جگر، پھیپھڑوں اور گردوں کے مرکبات کو جگر، پھیپھڑوں اور گردوں کے امراض کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔ یا نوجوان آدمی کا جوہر یا جانوروں کے عصبی نسیجہ کمزوری کی حالت میں دیئے جاتے ہیں۔ مرغیوں کے پوٹے (پرندوں کا معدہ) معدہ کے امراض کے لئے جانوروں کے خصیے ضعف باہ کے لئے، مشیمہ بچوں کی پیدائش کی مدد کے لئے۔ اس قسم کے اجزاء کا استعمال دوسری اقوام کی علم الادویہ میں بھی ملتا ہے۔[۱] اور اس کا تعلق بھی کسی حد تک تشریحی معلومات سے ہے۔

چینی طب میں ہڈیوں کی تعداد ۳۶۵ بیان کی گئی ہے اور کھوپڑی، کلائی، ٹانگ اور شانہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ہڈی کے طور پر شمار کیا گیا ہے۔ ان کے یہاں تمام عضلات، نظام اعصاب اور حسی اعضاء کے متعلق صحیح معلومات نہیں ملتی ہیں۔ دماغ کے سلسلہ میں قابل ذکر بیان کیا گیا ہے کہ وہ جمجمہ میں صرف ایک چھوٹے حصے میں رہتا ہے۔ نخاع کو خیال کیا گیا ہے کہ اس کی انتہا خصیتین پر ہوتی ہے۔ افسانوی انسان Tschi-sung-Tin تسی سنگ ٹن ۲۵۰۰ ق م کے زمانہ کا چینی لٹریچر یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ قلب کنول کے پھول سے مشابہ

(۱) ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۶۹

ہے اور اس میں حجرہ کہلاتا ہے۔ اس میں سات منفذ اور تین حصے ہوتے ہیں اور یہ پانچویں مہرے پر سہارا گئے ہوتا ہے پھیپھڑے تیسرے مہرے پر واقع ہوتے ہیں۔ اس میں ۸ فص ہوتے ہیں اور یہ ۸۰ چھوٹے سوراخوں سے چھدا ہوتا ہے۔ جگر میں سات فص ہوتے ہیں اور یہ نویں مہرے کی سیدھ میں ہوتا ہے۔ مرارہ شراب کی مشک سے مشابہ ہے۔ طحال گیارہویں مہرے پر واقع ہوتا ہے۔ باقلا کی شکل کے گردے چودھویں مہرے سے متعلق ہیں۔ متذکرہ اعضاء کے علاوہ معدہ اور بولی راستوں کے ساتھ مثانہ کے بیان کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ چینی تشریح میں ایک مجوف عضو کا ذکر ملتا ہے جو تین حصوں میں تقسیم ہے۔ اور جس کے بغیر احشاء اپنا فعل انجام نہیں دے سکتے۔ اسے Santsiao کا نام دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ صفاق یا غشاء الربہ ہو۔ عروق کی رفتار بالکل خیالی طور پر بیان کی گئی ہے۔

علم الجنین کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات عام تھے۔ پہلے مہینہ میں جنین پانی کے ایک قطرہ کے مانند ہوتا ہے۔ دوسرے مہینے میں شفتالو کی پتی کی طرح، تیسرے میں جنس کے لحاظ سے تعزیق ہوتی ہے۔ چوتھے میں جنین انسانی شکل اختیار کرتا ہے۔ پانچویں میں ہڈیوں اور مفاصل میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ چھٹے میں بال اُگتے ہیں۔ اگر وہ لڑکا ہے تو ساتویں مہینے کے آخر میں ماں کے جسم کے بائیں جانب اس کے دائیں ہاتھ کی حرکت ہوتی ہے اور اگر وہ لڑکی ہے تو آٹھویں مہینے کے آخر میں دائیں جانب اس کا بایاں ہاتھ حرکت کرتا ہے۔ نویں مہینہ کے آخر میں جنین کی وضع میں بیرونی لمس کے ذریعہ تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ دسویں مہینہ کے آخر میں نشو ونما مکمل ہو جاتا ہے۔ حمل کی مدت ۲۷۰ دن ہے بچہ کی جنس کی تشخیص ماں کی نبض سے کی جا سکتی ہے۔ اگر دائیں جانب عظیم ہو تو لڑکے کی اور اگر بائیں جانب عظیم ہو تو لڑکی کی علامت ہے۔[2]

۱۔ ہسٹری آف دی ڈیویلپمنٹ آف اور نالج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم۔ صفحہ ۱۲

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۶۳

ایرانی تشریح

طب کا موضوع اور اس کی تاریخ ایران قدیم کے ان علوم میں سے ہے جن کی طرف بیشتر مورخین نے اشارہ کیا ہے۔ دوسرے علوم کی طرح یہ علم ایران میں بہت قدیم زمانہ اور اس کے بعد ہخامنشی، اشکانیانی اور ساسانی دور میں ایک بلند مقام رکھتا تھا۔ جہاں تک مورخین اور تذکرہ نویسیوں سے استفادہ کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی دور سے قبل خصوصاً ساسانی دور میں ایران میں بہت اچھے اور قابل اعتماد طبی ادارے قائم تھے۔

بہترین کتاب جس سے ہخامنشی اور اس سے پہلے کے دور کی طب کے متعلق ہمیں کچھ معلومات ملتی ہیں۔ وہ زرتشتیوں کی مذہبی کتاب اوستا اور ان کی دوسری مذہبی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ مشرق و مغرب کے مورخین (خصوصاً یونانی) سے اس سلسلہ میں مدد ملتی ہے۔

ایرانی طب نے ملکی ذرائع کے علاوہ دوسری اقوام و ممالک کی طبوں سے بھی کافی اثرات قبول کئے ہیں۔ اور ان کے اختلاط و آمیزش کا اس کی تشکیل میں بڑا حصہ ہے۔ یہ بالکل لازمی ہے کہ پڑوسی اقوام کی طبیں ایک دوسرے سے اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

ایران بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہا اور اس کی طب میں یہ اثر بہت نمایاں طور پر موجود ہے۔ قدیم ایرانی یعنی ہخامنشی دور سے قبل، زرتشتی اور آریائی ان تینوں زمانوں کی بہت سی روایات اور افسانے طب اور اطباء سے متعلق مشہور ہیں جن سے ایرانی طب پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے۔

تاریخ کے صفحات سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت آریائی قوم کی ہجرت اور ایران میں ان کے قیام کے بعد سے ایرانی طب کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور قدیم ترین ایرانی طبی تاریخ کا دور "دور آریائی" ہے۔ یہ آریائی اوّل خود ایرانی نسل سے ہیں اور ان کی اصطلاح میں یہ آیا، یاد شیر تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا زمانہ مسیح کی ولادت سے تین ہزار سال قبل شروع ہوتا ہے۔

اس دور میں زرتشتی عقیدے کے مطابق پہلا طبیب تریتا Thrita ہے۔ اور یہ نام مصری امحوطب، یونانی اسقلیبوس اور رومی اسکولاپیوس کے مرتبہ کا ہے۔ جہاں اسے رب الشفا سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ابتدائی آریائی دور میں یما Yema اور ترا تارونا Thraetaona یہ دونوں طبیب بھی نہایت اہم گذرے ہیں۔

۷۰۰ سال قبل مسیح تک یونانی اور بقراطی طب کا ایران پر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ لیکن بقراط کے ظہور کے بعد یونانی تمدن کے عہد زریں کے اثر، یونانیوں اور ایرانیوں کے اختلاط اور ایران و یونان کی باہمی جنگ سے یونانی طب کا قدم ایرانی سرزمین پر آیا۔ اور ایرانی طب پر گہرا نقش چھوڑ گیا۔ بعض کا خیال ہے کہ طبی اصول و قوانین اور طبی تعلیم پہلے ایرانیوں کے ذریعہ یونان میں منتقل ہوئی ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ مسیح کی ولادت سے ۷۰۰ سال قبل تک یونانی علوم کا ایران میں اثر نظر نہیں آتا ہے۔ یہاں تک کہ ۵۰۰ سال قبل مسیح یعنی دو سو سال بعد یونانی علوم کے آثار ایران میں نمایاں ہونے شروع ہوئے۔

ایران قدیم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں زرتشت یا اردبیلا کے مکتب یونان کے طبی مکاتب سے بہت پہلے موجود تھے۔

ایران قدیم میں دو مشہور مکتب تھے ۔ایک مکتب مزدلیسنا اور دوسرا مکتب اکباتان۔
مزدلیسنا مکتب زرتشت کی رہنمائی میں شمال غربی ایران (آذربائیجان) میں قائم تھا
دوسرا مکتب اکباتان زرتشت کے تقریباً سو سال بعد قائم ہوا۔ اس کا بانی اس کا ایک شاگرد دستنا پورہ اہوم ستوت Saena Poure Ahum Stute تھا۔ مشہور مورخ پلوٹارک Plutarque لکھتا ہے کہ اس مکتب میں سو طالب علم حکمت، نجوم، طب اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔[1]

یونانی طب کے ایران پہنچنے سے قبل کے دور میں قدیم ایرانی طب پر گہرے مذہبی اثرات طاری ہیں۔ علم تشریح کے ساتھ بھی یہی صورت ہے۔ زرتشتیوں کی مذہبی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی بدن کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہندوستانیوں کے مانند اعضاء کے لئے تشبیہات مقرر کی گئی ہیں۔ مثلاً عضلہ، جلد، ہڈی، مغز اور عصب کو زمین سے، بالوں کو درخت اور پودوں سے، رگ، خون اور ترشحات بدن کو پانی سے مشابہت دی گئی ہے اور اسی طرح دوسری مشابہتیں ہیں۔

جنین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی ترکیب عضلات بالوں اور اعضاء باطنہ (یعنی امعاء، احشاء، قلب، ریہ اور دوسرے) سے ہوتی ہے۔ یہ سب خود آپس میں ترکیب پاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں بنتے ہیں۔ اسی طرح عروق، مفاصل اور ہڈیوں کا بھی اوستا میں ذکر کیا گیا ہے۔

قدیم ایرانیوں کے قانون میں اچھے جسم اور خوش شکل اور متناسب اعضاء والوں کو نیکی اور خوبی سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے برعکس بہرے، اندھے، پست قد، کم شعور، پوزپشت، کوزسینہ، مبروص اور اسی قسم کے عیب والوں کو اچھی نظر سے نہیں یاد کیا گیا ہے بلکہ انھیں قابل نفرین سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ برص کے مریضوں سے نہ صرف پرہیز کیا جاتا تھا بلکہ ان کو شہر سے باہر آبادی سے دور چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایران قدیم میں بدشکل اور بدہیکل کو ادھورا مزدا کا پیرو

۱۔ تاریخ طب ایران۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۲

(مومن) ماننے کے بجائے اہرمن کا ماننے والا اور غیر دیانت دار سمجھا جاتا تھا۔ وندیداد کے دوسرے باب کے ۳۶ ویں اور ۳۷ ویں فقرے میں لکھا ہے کہ "اہورا مزدا نے جمشید کو حکم دیا کہ وہ عظیم غار جو تم نے بنایا ہے اس میں عورت و مرد دونوں رہیں تاکہ نسل منقطع نہ ہو۔ ناقص افراد مثلاً کوزپشت، کوز سینہ، بخیل، دھوکہ باز اسی طرح وہ جن کے دانتوں کی ترتیب خراب ہو، مبروص اور وہ لوگ جن میں اہرمنی علامات ہوں، نہ داخل ہوں۔"

قدیم مورخ ہیرڈوٹس نے لکھا ہے "اگر زرتشتیوں میں سے کوئی جذام یا برص میں مبتلا ہوتا تھا تو شہر میں اس کا داخلہ ممنوع ہوتا تھا۔ اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے نہیں دیا جاتا تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ مرض اس گناہ کی پاداش میں ہے جو مریض نے آفتاب کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ سفید کبوتروں کو بھی بھگا دیتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مرض ان کی وجہ سے پھیلتا ہے[1]۔"

زرتشتیوں کی کتاب مقدس میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا گیا ہے۔ "جسم انسانی، دنیا کی ایک شکل" یعنی انسانی جسم کا ہر حصہ زمین کے کچھ حصوں کے مشابہ ہے۔ کمر آسمان ہے۔ انسجہ ریت کی طرح ہیں۔ ہڈیاں چوٹیوں کے مثل ہیں۔ عروق دریاؤں کے مشابہ ہیں۔ جسم کا خون سمندر کے پانی کی طرح ہے۔ جگر روئیدگی کے مانند ہے۔ وہ مقامات جہاں بال بکثرت اگتے ہیں گھنے جنگل کے مطابق ہیں۔ اور جسم کا گوداز مین کے رقیق فلزات کی طرح ہے[2]۔

قدیم زرتشتی مذہبی کتابوں میں جو تشریحی الفاظ ملتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں[3]:

الوتک، زفن	منہ	زفر	جبڑا
رائیک	صورت	زنو	زانو

۱۔ تاریخ طب ایران۔ جلد اوّل صفحہ ۲۱۴
۲۔ میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ الگوڈ۔ صفحہ ۲۰
۳۔ تاریخ طب ایران۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۲۱۶

ازدو، انگلوشت	انگلی	سرگوئی	تہیگاہ
ازدی	ہڈی	سوش	پھیپھڑہ
اشکہ	پنڈلی	سوپچی	شانہ
اوتھا	چربی	نستان	پستان
ادرو	شکم	سیشا	پیبغل
بارو	بازو	کھرب	پٹھڑ
بنا	ناف	گیسو	سر کے بال
پاد	پاؤں	گریو	گردن
پاشنہ	تلوے	گوش	کان
پانسنہ	جلد	مزگ	مغز
پرشتی	پشت	مئیدی	کمر
تنو	تن	موشتی	مشت
دنداں	دانت	ناثو انگھن	مرد کی ناک
دورتیرہ، چشمن	چشم	دانا	عورت کی ناک
رئش	بال	نر	سینہ
ران	ران	دندنا	سر
رزدی	قلب	وھوتی	خون
زستکو	ہاتھ	ھخ	ہتھیلی
ہبروت	ابرو	ھزوا	زبان

اسرائیلی تشریح

اسرائیلی طب میں انسانی تشریح کی معلومات محدود تھیں۔ ڈسیکشن بالکل ممنوع تھا۔ قانونی طور پر بھی اور اسرائیلیت کے عام عقیدے کی بنا پر بھی۔ اس لئے کہ یہ لاش کی بے ادبی اور توہین تھی۔ جسے گوارا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس تعلیم کی ہزاروں سال سے سختی کے ساتھ اتباع کی جاتی رہی۔ اور اب بھی بہت سے شدت پسند یہودیوں کے درمیان یہ چیز پائی جاتی ہے۔ لاشوں کو محفوظ رکھنے کا جو عمل مصریوں کے یہاں پایا جاتا تھا۔ اس کی بھی اسی سبب کی بنا پر ممانعت کی گئی تھی۔

قدیم یہودی اطباء کی تشریحی معلومات زیادہ تر جسم کی ظاہری شکل کے مشاہدہ اور ان جانوروں کے مشاہدہ پر منحصر تھیں جنہیں کھانے یا مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے قربان کیا جاتا تھا۔ ان دو ذرائع سے بہر حال انہوں نے قابل لحاظ تشریحی معلومات حاصل کیں جیسا کہ تشریحی اصطلاحات سے ظاہر ہوتا ہے۔

ان کے یہاں جسم کے نظر آنے والے حصوں کے عبرانی نام ہیں۔ مثلاً سر، آنکھیں، ہونٹ، کان، جبڑے، گردن، دانت، سینہ، کمر، ریڑھ، ران، کولھے، ٹانگیں، تناسلی اعضاء اور پیر ——— قلب، گردے، معدہ اور جگر کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن دماغ یا

محال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ خیال اور حرکت کا تعلق قلب سے ہے۔ نبض کا کوئی براہ راست ثبوت نہیں نظر آتا۔ تلمود (یہودیوں کی مذہبی کتاب) کے مطابق ان کا خیال تھا کہ چاند دنوں سے مطابقت کرتے ہوئے جسم کے ۲۴۸ حصے ہیں اور ان "حصوں" سے ان کی مراد ہڈیاں، اوتار اور گوشت تھا۔ اسی طرح وہ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ سورج کے دنوں کی مطابقت میں ۳۶۵ اوتار ہیں[1]۔

جانوروں پر کی گئیں تحقیقات کے علاوہ علم العظام کی معلومات انسانی جسم کے امتحان سے بھی اخذ کی گئی تھیں (تلمودی مصنفین کے مطابق انسانی ڈھانچہ ۲۴۸ ہڈیوں پر مشتمل تھا۔ یہ تعداد ۱۶ یا ۱۷ سال کے ایک شخص کے امتحان کے ذریعہ معلوم کی گئی تھی۔ انہیں ابالنے کے بعد جس سے کہ جسم کے وہ حصے جو نعظم کے ذریعہ متحد نہیں ہیں، علیحدہ علیحدہ ہو سکیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ اسمٰعیل (۱۰۰ سال بعد مسیح) کے شاگردوں نے ایک سزا یافتہ بیسوا کے جسم کو حاصل کیا اور ہڈیوں کی روایتی تعداد کا امتحان کرنے کے لئے اسے ابالا۔ تھوڈس Thodos طبیب ایک ماہر کی حیثیت سے بولتے ہوئے قطعی طور پر یہ اظہار کرنے کے قابل تھا کہ مہروں کی وہ تعداد جو اس کے سامنے رکھی گئی ہے۔ کسی ایک شخص کے جسم سے نکلے ہوئے مہروں کی نہیں ہو سکتی ہے لیکن تشریح کی مروجہ معلومات کا زیادہ حصہ جیسا کہ احشار کی معلومات سے ثابت ہوتا ہے مذبح خانوں پر کئے گئے جانوروں کے مشاہدات سے متعلق ہے۔

تشریحی نقطہ نظر سے وہ بیانات دلچسپ ہیں جو جسم کی پیدائشی یا اکتسابی بدہئیتی سے تعلق رکھتے ہیں، اسے مذہبی پیشوائی کے منافی اور ناقابل سمجھا جاتا تھا۔ اس طویل فہرست میں سر کی غیر طبعی شکل، کوزپشت، اعوجاج الساق، اعوجاج القدم، چپٹے پاؤں، اور کثیر الاصابع شامل ہیں۔ مختلف اعضا کے افعال سے متعلق ایک عوامی روایت یہ ہے کہ "گردے مشورہ دیتے ہیں، قلب تصدیق کرتا ہے، زبان آوازوں کا اندازہ

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۶۰ و ۶۱

کرتی ہے، منہ اس کی تکمیل کرتا ہے، مری ہر قسم کی غذا وصول کرتی ہے اور اسے آگے بڑھاتی ہے، قصبۃ الریہ آواز پیدا کرتی ہے۔ پھیپھڑے ہر قسم کی رطوبت جذب کرتے ہیں، جگر غصہ لاتا ہے، صفرا غصہ کم کرتا ہے، طحال قہقہہ پیدا کرتا ہے، معدہ نیند کا باعث ہوتا ہے اور ناک بیدار کرتی ہے۔" لیکن علمی حلقوں کے خیالات اس صورت سے بالکل مختلف تھے جیسا کہ ان نظریات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعور کا مقام "کھوپڑی کے گودے" میں خیال کیا گیا تھا اور یہ مشہور تھا کہ جانوروں میں طحال یا رحم کا نکال دینا مہلک نہیں ہے۔ (اس کی سند اس واقعہ سے نکالی گئی تھی کہ مصری سوداگر گایوں اور سوروں سے رحم نکال کر انہیں غیر ممالک کے لوگوں کو فروخت کرتے تھے تاکہ دوسرے علاقوں میں ان کی نسل نہ بڑھ سکے) اسی طرح یہ کہ زیر بغل اطراف کا فالج نخاع کی جراحت کا نتیجہ ہے۔

تلمودی علم الجنین کے مطابق ہڈیاں، اوتار، ناخن، سر کا گودا، آنکھ کی سفیدی بچہ میں باپ کی طرف سے آتی ہے "جو سفید تخم ریزی کرتا ہے۔" جلد، خون، گوشت، بال، اور آنکھ کا سیاہ حلقہ ماں سے ورثہ میں ملتا ہے "جس سے سرخ تخم ریزی ہوتی ہے۔" خدا زندگی اور روح، چہرہ کی شکل، آنکھوں کی روشنی، کانوں کی قوت سماعت، منہ کی قوت گویائی، کام کے لئے ہاتھوں کی مہارت، اور پاؤں کی قوت رفتار، اور شعور و بصیرت عطا کرتا ہے۔ بعض کے مطابق نشو ونما سر سے شروع ہوتا ہے اور بعض کے مطابق ناف سے۔ حمل کی مدت ۲۷۱ یا ۲۷۴ دن شمار کی گئی ہے[1]۔ فرج کی رحم سے بہت واضح طریقہ پر تفریق کی گئی ہے[2]۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۳۱۹

۲ " " " " " ۳۲۲

اٹروریائی تشریح

وہ نجومی یا فال نکالنے والا جو جانوروں کے احشاء کے امتحان سے فال نکالتا تھا، اٹروریائی باشندوں میں بڑا صاحب اثر و اقتدار ہوتا تھا۔

پائینسنزا کا کانسی کا جگر اپنی اٹروریائی نقاشی کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے کہ قدیم اٹروریائی باشندے بابلیوں اور دوسری قدیم اقوام کی طرح جگر کو پیش گوئی کے مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ ویٹیکن ذخائر میں ایک آئینہ کے الٹی جانب ایک اٹروریائی جیوتشی فال نکالنے کے لئے مختلف اعضاء کا امتحان کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

ان تشریحی اصطلاحات میں سے جو یہ جیوتشی استعمال کرتے تھے، لاطینی کے واسطے سے ہم تک کچھ اصطلاحات آئی ہیں۔ مثلاً فخذ، قصبتہ، سعال، کسر، اور ناصور[۱]۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۷

ایزٹکس تشریح

ایزٹکس (میکسیکو کا ایک مشہور قبیلہ) اطباء کے علم یا ان کی تشریحی معلومات کے متعلق ہم بہت کم جانتے ہیں۔ لیکن اندرونی و بیرونی دونوں قسم کے اعضاء کے لئے وسیع ایزٹکس تشریحی اصطلاحات اشارہ کرتی ہیں کہ انسانی قربانی کے ذریعہ ایزٹک مذہبی رہنما اور اطباء نے تشریح کا کافی علم حاصل کیا تھا۔

وہ ہڈیوں کو بٹھاتے تھے اور ان کو پلاسٹر یا گوند کے سہارے جبائر Splint میں رکھتے تھے۔ تربان یا ترفین (Trephining یا Trepanning) سے کھوپڑی میں سوراخ کئے جاتے تھے۔ لمبی ہڈیاں جب ٹوٹ جاتی تھیں تو انہیں ہڈی کے ٹکڑوں کے ساتھ جوڑا جاتا تھا۔ لبوں اور ناک کی جراحتیں بالوں کے ذریعہ سی جاتی تھیں اور متعفن زخموں کو داغا جاتا تھا۔ گندے زخم پانی، نمک، پیشاب یا بعض نباتات کے عرق سے دھوئے جاتے تھے۔

جراحی آپریشن آتش فشاں مادہ کے چاقوؤں کے ذریعہ انجام دیئے جاتے تھے[1]

---

1 ہسٹری آف میڈیسن میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴

یونانی تشریح

تیرھویں صدی ــــ اسقلبیوس

یونانی، طب کے حقیقی بانی تھے، اور اسقلبیوس Aesculapius خواہ ذہنی نام ہو یا ایک حقیقی وجود رکھتا ہو۔ یونانی طب کی تاریخ کا پہلا نام ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جنگ ٹراجن یا ٹرائے (۱۲۰۰ ق م) سے پہلے تھا۔ ٹرائے کے معرکہ کی تاریخی حیثیت سے بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اس لئے کہ وہاں سے یونانی علم و تمدن کی اوّل ترین منزل کا سراغ لگتا ہے۔

بارھویں صدی ــــ ماخون ــ بدرلیوس

ٹرائے کی اس جنگ میں اسقلبیوس کے دو بیٹے[1] ماخون Machaon اور بدرلیوس

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔ میجر: اوّل ۔ صفحہ ۱۰۲ ۔ ان بیٹوں کے علاوہ اسقلبیوس کی دو بیٹیاں بھی تھیں جن میں سے ایک کا نام ہائیجیا Hygiea صحت کی دیوی تھا۔ جس سے کہ Hygien نکلا ہے اور دوسری کا نام پینیشیا Panacea تمام بیماریوں کو ٹالنے والی دیوی تھا۔

Podaleirios سرجن کی حیثیت سے یونانی فوج میں شریک تھے[1] میجر نے ٹرائے کے محاصرہ کا زمانہ ۱۱۸۲ - ۱۱۹۲ ق م لکھا ہے[2]
گویا اسقلیبوس کے ان دونوں بیٹوں کو بارہویں صدی کا نمائندہ خیال کیا جاسکتا ہے

اسقلیبوس تعلیم جسم کی ساخت اور استعمال پر مشتمل ہے اور ہمارے پاس بالیقین [illegible] --
کہ اسقلیبوس کے شاگرد تشریح کے ابتدائی محرم تھے[3]

گیارہویں، دسویں اور نویں صدی ــــ ہومر

ہومر Homer جس کا زمانہ نویں صدی سے تقریباً پہلے کا ہے[4]۔ اس کی [illegible] کے مضامین کی وجہ سے طب کی تاریخ میں بہت خاص مرتبہ رکھتا ہے۔ اس نے یونانی طب سے متعلق پہلی واقفیت بہم پہنچائی۔ اس کی نظموں سے پیشہ ور طبیبوں کی طب اور سرجری میں پہلے سے ترقی یافتہ پریکٹس کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں بھی دواؤں کے متعلق معلومات رکھتی تھیں۔ ان میں زخموں اور ان کے مابعد اثرات اور علاج کا بہت صحیح بیان ہے۔ درد دور کرنے والی اور زخم بھرنے والی دوائیں، دافع جنون جڑی بوٹیاں اور برادہ فولادی طبی استعمال اور گندھک جلا کر مکان کی صفائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ تشریحی معلومات کی وسعت تقریباً۔ ۱۵ مخصوص الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے[5]۔

یہ تشریحی معلومات کچھ قربانیوں کے منظر سے (ابتدائی زمانہ میں انسان کی بھی قربانی کی جاتی تھی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ قربانی یونان کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ مگر یونان میں اسے زیادہ عام ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ مشرق میں انسانی قربانی کو مذہب کا ایک خاص جز سمجھا گیا تھا) اور زیادہ تر ان مشاہدات سے اخذ

۱۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۱۹
۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۹
۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۰۰
۴۔ الیڈ Iliad اوڈیسی اس کی مشہور منظوم تصانیف ہیں۔
۵۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۵۵ و ۵۶

کی گئی تھیں جو زخموں اور بالخصوص کسورِ ضلوع سے حاصل ہوئے تھے۔[1]

ہومر نے ۱۴۱ قسم کی جراحتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سر، گردن، صدر، مثانہ، عمود فقری کے جوڑ اور عظم الفخذ کا کسر شامل ہے۔[2]

جالینوس نے ہومر کے زمانہ میں طب کی پریکٹس کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی جو اب ناپید ہے۔ اسی طرح اس سے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں جوزف فرنکو اڈمال گیگن کی L. anatomie Et La Physiologie D Homer ہے۔[3]

ہومر کے زمانہ میں تشریحی معلومات طب کے دوسرے مضامین کی طرح ابتدائی درجے میں تھیں لیکن ادبیت کے اعزاز کی بنا پر انہیں اہم تاریخی درجہ حاصل ہے۔ ہومر نے ہمیں جو معلومات عطا کی ہیں ان کا تعلق محض نویں صدی سے نہیں ہے بلکہ وہ ان معلومات کو بھی ظاہر کرتی ہیں جو گذشتہ صدیوں میں حاصل تھیں۔ یونانی طب جس کی باقاعدہ تاریخ تیرہویں صدی اسقلیبیوس کے زمانے شروع ہوئی نویں صدی تک پہنچتے پہنچتے ایک فن کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ دسویں اور گیارہویں صدی میں طب اور جراحت کو عملی اعتبار سے خاص مرتبہ حاصل تھا۔ ہومر کی نظموں سے اس پر روشنی پڑتی ہے مگر اس وقت تک تمام علوم کی طرح یہ محض علم سینہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

آٹھویں و ساتویں صدی

۸۰۰ ق م سے پہلے یونان میں تحریر کا رواج نہیں ہوا تھا۔ اہم ترین واقعات بھی زبانی یاد رکھنے کی حد تک محدود رہتے تھے اور سینہ بہ سینہ منتقل کر دیئے جاتے تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وقائع کو محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ شعرگوئی ہے۔ یہ نہ صرف اثر و تاثیر کے اعتبار سے مفید ہوتا ہے بلکہ اس طرح یاد کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ یونان کی ابتدائی

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اول۔ صفحہ ۹۱
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۰۲
۳۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول، صفحہ ۵۵ و ۵۶

تاریخ کا ایوان بھی اسی پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ہومر کی نظموں میں جو روایات او... ۱۰۰ اشخاص مخصوص ہیں۔ وہ یونانی تاریخ کے سلسلہ میں ابتدائی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہومر کی طرح دوسرے شعراء مثلاً ساموس کے باشندہ آسیوس (غالباً ... صدی ...) کے باشندہ یومیلوس (آٹھویں صدی قبل مسیح) اور ہیسانڈر (آٹھویں صدی ...) قابل ذکر ہیں۔ جن کی شاعری نے زبانی روایات کے ساتھ ابتدائی مواد ... فراہم کیا۔

اور جہاں تک تاریخ نگاری کا تعلق ہے چھٹی صدی قبل مسیح سے ... ثبوت ہمیں ملتا ہے۔ سب سے قدیم یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس ہے جس کا تعلق پانچویں صدی قبل مسیح ہے۔ گویا ہومر کی نظمیں قدامت کے لحاظ سے پہلے درجہ پر ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسری سند نہیں ہے۔

یونان کی اصل ذہنی بیداری ساتویں صدی قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے جس میں ڈلفی Delphi کی علمی آواز کا بہت زیادہ حصہ ہے بعد میں ۵۹۴ قبل میں سولن کے قوانین کا بھی اس میں بڑا ہاتھ ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی میں جو حکماء مثلاً Thales تالیس یا طالیس اور اناکزیمنڈر Anaximander وغیرہ گذرے ہیں وہ مختلف حیثیتوں سے مشہور ہیں۔ لیکن تشریح کے بارے میں کوئی سراغ نہیں ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چھٹی صدی قبل مسیح کے اختتام سے پیشتر یونان کی علمی طبی یا تشریحی تاریخ کے سلسلہ میں ہمیں بہت کم معلومات حاصل ہیں اور نہ اب بظاہر اس کا کوئی امکان ہو سکتا ہے۔

یہاں تالیس کے سلسلہ میں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ وہ ایک عنصر کی حیثیت سے پانی کا قائل تھا اور اس کا خیال تھا کہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی ساری چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔

چھٹی صدی

چھٹی صدی قبل مسیح میں تشریحی دلچسپیاں بڑی شان و کمال کے ساتھ نمایاں ہیں اور یہ کوئی بعید از قیاس چیز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ تشریحی ذوق پچھلی صدیوں کے اثرات کا نتیجہ ہو جنہیں اس سے قبل تاریخ کے صفحات میں جگہ نہیں مل سکی۔ قدیم یونانی اپنے علمی

شوقِ تحقیق میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ تمام چیزوں میں دلچسپی رکھنے والے تھے۔ انہوں نے مظاہرِ فطرت سے نقاب اٹھانے کی کوشش کی۔ اس سے بھی زیادہ وہ حکمت کی جستجو میں رہے جو لوگ حکمت سے دلچسپی رکھتے تھے ان کو σοφισταί Sophists کہا جاتا تھا انہوں نے بشمول طب تمام علوم سے بحث کی۔ اس گروہ کے بہت نمایاں فرد فیثاغورث نے Sophist کی اصطلاح کو اس کے زیادہ نمائشی ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا اور زیادہ واجبی اور منکسر لفظ φιλοσοφία Philosophia کو ترجیح دی۔ جس کے معنی "حکمت سے محبت" ہیں۔ اسی طرح Philosophy اور Philosopher کی اصطلاح وضع ہوئی جو آج بھی مستعمل ہے۔ ان لوگوں کی کوششیں صرف غیر تجربی اور محض منطقی چیزوں تک محدود نہیں تھیں۔ بلکہ یہ موجودہ اصطلاح کے مطابق صحیح معنوں میں طبیعی فلسفی Natural Philosopher یا سائنس داں Scientist کہلانے کے مستحق ہیں[1]۔

فیثاغورث

ان حکماء میں جنہوں نے طب پر سب سے ابتدائی اور بہت پائیدار اثرات نافذ کئے ہیں۔ فیثاغورث Pythagoras (۵۸۰ - ۴۸۹ ق م) کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ ساموس (Samos) کے رہنے والے اس حکیم نے مطالعہ کی غرض سے بہت زیادہ سفر کے بعد (مصر اور شاید بابل) قروطان Crotona میں ایک مذہبی اور علمی مرکز قائم کیا۔ اس نے نہ صرف علم حساب، علم ہیئت اور علم آواز پر لافانی کام کیا، بلکہ جسمانی ساخت کی تخلیق پیدائش اور نشو و نما، حسیات کے افعال اور دماغی سرگرمی اور اسی طرح بیماریوں کے علاج میں بھی بڑی خدمات انجام دیں۔ اس کی تحقیقات کے سب سے زیادہ قابل لحاظ نظریاتی نتائج میں اس کا اس بات سے انکار تھا کہ زندگی کی ابتدا عفونی مادہ سے ہوتی ہے ایک جنین کے ضروری وجود کا حقیقی بیان ۔ اس نے دماغی بیماریوں

---

۱. ہسٹری آف میڈیسن، سیجرسٹ، اوّل، صفحہ ۱۱۰

کا فرق بھی بیان کیا۔ جس سے دماغ میں قوت متخیلہ کا مقام ظاہر ہوا[1]

فیثاغورثی اعداد کی بحران کے سلسلے میں بڑی اہمیت ہے اور بحران کے دنوں کا تعین انہی پر منحصر ہے۔

قرطانی اسکول کے بانی کی حیثیت سے وہ بہت بڑے اعزاز کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ اس عظیم فلسفی کے حالات ہمیں بہت کم معلوم ہیں۔ اس لئے کہ اس نے کوئی تصنیف اپنی یادگار نہیں چھوڑی ہے۔ وہ عوام سے علوم کے اخفاء کا سبب قائل تھا اس لئے بھی اس کی معلومات کے زیادہ عام ہونے کا سوال نہیں تھا۔ اور نہ اس زمانہ میں ایسے مؤرخ ہی تھے جو اس کے حالات قلمبند کرتے۔

فیثاغورث کے سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اپنی طویل سیاحت میں وہ ہندوستان بھی گیا تھا جہاں ہندوستان کی مشہور بزرگ شخصیت مہاتما بدھ سے اس کی ملاقات ہوئی اور اگرچہ بدھ مذہب کی قبولیت سے مؤرخوں نے انکار کیا ہے۔ لیکن بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے ذہن و فکر پر بہت اثرات مرتب ہوئے اور وہ یہاں سے مذہبی اور مقامی اثرات لے کر مصر ہوتا ہوا یونان لوٹا اور قرطان میں اس نے جو مذہبی اور علمی جماعت بنائی، اس کے اصولوں میں بدھ جھلک موجود تھی۔

چھٹی صدی سے متعلق ایک سوال

ہندی روایات کا آغاز اچاریہ اور سسرت کے قدیم طبی مراکز سے کیا جاتا ہے، اور بڑا اتفاق یہ ہے کہ یہ زمانہ بھی چھٹی صدی قبل مسیح کا ہے جس کے تعین میں ویدوں سے مدد ملتی ہے۔ میں اس کے ثبوت کے طور پر اے، ایف، روڈلف ہرنل کا حوالہ (ہند قدیم کی طب کا مطالعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷) پیش کرتا ہوں جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس دور کی یکسانیت کی وجہ سے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یونانی

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین نیوبرگر۔ اول۔ صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶

طب وعلوم اور یونانی تشریح ہندوستانی طب وعلوم اور ہندوستانی تشریح سے متاثر ہوئی۔ یا ہندوستان نے یونانی اثرات قبول کئے، یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے صحیح اور فیصلہ کن حل کا امکان مشکل ہے[1] مشرق ومغرب کے اکثر مورخین نے یونان کو اصل سرچشمہ قرار دیا ہے، مگر واٹر[2]، ویبر[3]، ویلر، روہنل[5] وغیرہ ایسے مورخین بھی موجود ہیں جو ہر علم کی اولیت کو یونان سے منسوب نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں یونانی ہندوستان کے خوشہ چین تھے لیکن تاریخی کڑیوں کے نہ ملنے کی وجہ سے کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنا اور غیر جانبدار ہوکر کچھ کہنا ایک مورخ کے لئے بہت دشوار ہے۔

الکمیان

طبی تعلیم کی ترقی فیثاغورث کے کم عمر معاصر، عمیق مفکر، فلسفی اور طبیب الکمیان Αλκμαίων (تقریباً ۵۰۰ ق م) کی بہت زیادہ احسان مند ہے۔ اس قروطانی طبیب کو یونانی طب کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یخچر پر اس کی کتاب Περί φύσεως یونانی طبی ذخیرہ کی ابتدا قائم کرتے ہوئے شروع زمانہ ہی میں ضائع ہو گئی۔ اس کی تحریرات کے صرف چند نامکمل حصے تاریخی تبرکات کے طور پر موجود ہیں۔ اس کو سب سے پہلے بطنی حصوں سے متعارف کرانے اور عصب بصری کے منکشف کرنے کی عزت حاصل ہے۔ اس نے انسانی ڈھانچے میں خالی اوردہ (یعنی شرائن φλέβες) اور خون سے پُر اوردہ (یعنی ورید αἱμόρροοι

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس سارٹان۔ اوّل۔ صفحہ ۷۶

۲۔ مصنف انڈین لٹریچر

۳۔ مصنف ریویو آف ہسٹری آف میڈیسین اور ہسٹری آف میڈیسین امنگ دی ایشیاٹک

۴۔ مصنف ہسٹری آف انڈین لٹریچر

۵۔ مصنف اسٹی اولوجی آف اینشنٹ انڈیا

ES BES(φλεβες) کے درمیان امتیاز کیا۔ وہ ہوائی راستوں Air Passages سے واقف تھا۔ اس نے ذریعہ الریہ αρτηρίη معلوم کی اس نے خیال کیا کہ جنس کا انجام نر یا عورت کے مادہ کے غلبہ پر منحصر ہے۔ سر کے متعلق اس نے خیال کیا کہ وہ پہلا عضو ہے جو رحم میں غذا جذب کرنے کی قابلیت کے لئے بنتا ہے۔ اس نے نبض، منی کی ابتدا، اور حسی مقامات کی توضیح کی اور منافع الاعضائی تجربات کئے۔

نیند کی تشریح کرتے ہوئے اس نے کہا کہ وہ عروق دمویہ میں خون کے پیچھے رک جانے کا نتیجہ ہے (یعنی نیند کی حالت میں دماغی عروق میں خون کی مقدار اور اس کا دباؤ کم ہوتا ہے) احساسات کے خلل کی بنا پر جو دماغی صدمہ کے نتیجہ میں واقع ہوتا ہے۔ اس نے تصور کیا کہ اندھاپن اور بہرہ پن اس رہنمائی کے بند ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے جو طبعی حالت سے دماغ کے ہٹنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اس تحقیقی مشاہدے کے بعد کہ ایک جانور جنسی عمل کے بعد مر گیا اور اس کے نخاعی مادہ کی مقدار میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوئی اس نے اس عام مقبول خیال کی نفی کی کہ منی نخاع سے آتی ہے۔

اس عظیم محقق کا بہت اہم اضافہ یہ ہے کہ اس نے سب سے پہلے یہ نظریہ قائم کیا کہ دماغ ذہنی تحریکات کا مرکزی عضو ہے[۱] اور آگے چل کر اسی سے بقراط کو رہنمائی حاصل ہوئی۔ طبعی فلاسفر کے اس آخری رکن نے اس نظریہ کو وسعت دی کہ بیماری بدنی کیفیات کے عدم توازن کا نام ہے۔ تشریح اور علم جنین سے اسے انتہائی شغف تھا۔ اس نے دماغ کو اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کی حیثیت سے متعارف کرایا جب کہ متعدد قدیم اور بعد کی تحریریں اسے صرف بلغم مترشح کرنے والے ایک غدہ کی حیثیت سے بیان کرتی ہیں[۲]

فیثاغورثی اسکول کے اس ممبر نے تشریح اور منافع الاعضاء۔ دونوں میں بڑا اعزاز

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اول صفحہ ۱۰۶، اور ہسٹری آف سائنس اول صفحہ ۷۷

۲۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین اکرک نیشٹ۔ صفحہ ۴۸

حاصل کیا۔ اس نے نہ صرف دماغ کو فکر و ادراک کے ایک عضو کی حیثیت سے پہچانا بلکہ اعصاب کا بہت باقاعدہ ڈسیکشن کرتے ہوئے دماغ تک ان کا سراغ لگایا۔ عصب بصری اور نفیر (کان اور حلق کی درمیانی نالی Auditory Tube جس کو یوسٹیشین کی دوبارہ تحقیق کی وجہ سے Eustachian Tube کہتے ہیں) معلوم کی۔ (نیوبرگر نے نفیر کے انکشاف پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے) قوت باصرہ پر صحیح مشاہدات کئے۔ صحت کی تعریف کرتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ وہ جسم کی مادی خصوصیات کے مساویانہ قیام کا نام ہے[1]

اس نے جانوروں پر ڈسیکشن کئے ہیں۔ لیکن ایک فیثا غورثی ہونے کی بنا پر انسانی لاش کو اس نے ڈسیکشن کے لئے نہیں استعمال کیا[2] مگر کلیفورڈ البرٹ Clifford Allburt کا کہنا ہے کہ الکمیان نے انسانی لاش کا بھی ڈسیکشن کیا ہے لیکن اس کے بارے میں کوئی دوسری شہادت نہیں مل سکی ہے۔ کلیفورڈ کے مطابق اس نے مقلہ چشم کا ڈسیکشن کر کے آنکھ کے طبقات بیان کئے اور تقاطع بصری تک عصب بصری کا پتہ لگایا اور یہ بھی کہا کہ وہ دونوں عصب ایک نقطہ پر آپس میں مل جاتے ہیں[3]

پانچویں صدی ۔ ہپن

پانچویں صدی تشریح کے لئے بہت سازگار ثابت ہوئی اور اس دور میں کافی افراد نے ماہرین تشریح کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔

ہپن (Hippon) پانچویں صدی قبل مسیح کے دوسرے تہائی کا ایک نام ہے کراٹینس (Kratinos) شاعر نے "مطلق غیب داں" کہہ کر اس کی تضحیک کی کوشش کی ہے۔ ارسطو نے اسے حکماء میں تسلیم کیا ہے، بلکہ اس کو ایک حد تک تجربی محقق خیال کیا جاتا ہے[4] متعدد منافع الاعضائی اور مابین المرضی حقائق کی تشریح اس سے

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۳۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۳ (۳۔ گریک میڈیسین ان روم۔ صفحہ ۹۸و۹۹

۴ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۰

وابستہ کی گئی ہے[۱]

ہیراکلائی ٹس

انکساغورس کے بیان میں جس انداز سے اس کا ذکر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے الکمیان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جانوروں کے ڈسیکشن کیے ہیں، اور اس سلسلہ میں انک غورس کا اس سے تعلق رہا ہے، لیکن علیحدہ سے اس کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا ہے۔

انکساغورس

کلیزو مینیا کا رہنے والا اور آیونیا ئی اسکول کا آخری فلسفی انکساغورس Anaxagoras (۴۲۸ ق م - ۴۹۹ ق م) جس نے ایتھنز میں علمی روح پیدا کی تشریح اور طب میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا[۲] یہ ایبذیقورس کا ہم عصر اور پیراکلیس Periclos کا استاد تھا۔ اس نے اپنے Homoio Mereian نظریہ کے ذریعہ اپنی روحانی زندگی اختیار کرنے کی طرح شہرت حاصل کی۔ ہیراکلائی ٹس Heracleitos جیسے حکماء سے متعلق ہوتے ہوئے اس نے الکمیان کی روشن مثال کی اتباع میں جانوروں کے ڈسیکشن کئے۔ اس نے دماغ کے ڈسیکشن کی بنیاد ڈالی اس کے جانبی بطون Lateral Ventricles معلوم کئے اور ایک ماہر تشریحی حقیقت کی حیثیت سے ایک سینگ والے ہرن میں صرف ایک بطن Ventricle کی دریافت کا ذکر کیا ہے۔ دماغ کو اس نے خیال کیا کہ وہ پہلا عضو ہے جو جنین میں نشو و نما پاتا ہے[۳]

۱- انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۸۶

۲- " " " " " " "

۳- ہسٹری آف میڈیسین۔ نیو برگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۰۹

ایمپیڈوقلیس

ایمپیڈوقلیس Empedocles of Akragas (۴۳۵ق م۔ ۴۹۵ق م نیوبرگر۔ ۴۳۲ق م - ۵۰۴ق م الجرک نبکسٹ۔ ۴۳۰ق م - ۵۰۰ق م میجر) کے تشریح اور منافع الاعضاء میں بہت سے ملاحظات ہیں۔ اس نے دلائل سے واضح کیا کہ احساسات متعین راستوں کے ذریعہ دماغ تک رسائی حاصل کرتے ہیں[۱] عناصر اربعہ کا نظریہ اسی طبیب کا پیش کیا ہوا ہے۔ علم الجنین کا ذکر کرتے ہوئے اس نے یقین کیا کہ جنین چالیس دن میں رحم میں مکمل ہو جاتا ہے اور قلب پہلا عضو ہے جو بنتا ہے[۲] اس نے الکمیان کے مقابلہ میں یہ خیال کیا کہ قلب شعور وادراک کا مقام ہے جبکہ الکمیان نے دماغ کو ذہنی تجربات کا مرکز قرار دیا تھا۔ علم الجنین کے سلسلہ میں اس نے بعض تحقیقات کیں۔ ایٹیس Aetios کے بیان کے مطابق اس نے معلومات دیتے ہوئے کہا "جنین ایک غشاء میں لپٹا ہوا ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قلب پہلے بنتا ہے اور ناخن اور اس قسم کی دوسری چیزیں بعد میں۔ پیدائش کے بعد تنفس اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک کہ وہ رطوبات جو جنین میں دورہ کرتی رہتی ہیں رک نہیں جاتیں"۔ اس نے ڈارونی ارتقاء کا نظریہ پہلے ہی پیش کیا تھا لیکن اسے اس وقت قبول نہیں کیا گیا۔ "کچھ تو تائیدی کمی کی وجہ سے اور کچھ ارسطو کی مخالفت کی بناء پر"[۳] (جونیس Jones)

ایمپیڈوقلیس نے تجرباتی طریقہ پر ہوا کی مادیت ثابت کی۔ اس نے کان کی پُرپیچ شکل تیہ Labyrinth کا انکشاف کیا" اسکینر نے Skiner کان کی چھوٹی ہڈیاں Auditory Ossicles کی دریافت بھی اس سے منسوب کی ہے لیکن تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کا سہرا درحقیقت عرب اطباء کے سر ہے۔" اس نے

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسن۔ صفحہ ۴۰

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۰۹

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۴

سب سے پہلے ایک باضابطہ اصول کے ساتھ قلب تک خون جانے اور قلب سے ...
واپس آنے کا نظریہ پیش کیا اور اس کی ان کوششوں کے ... تنفسی ... Respi
—ratory Rythm مقرر ہوا۔ اس نے یہ بتلایا کہ تنفس کا عمل ...
ذریعہ انجام نہیں پاتا ہے۔ بلکہ پوری جلد اس میں حصہ لیتی ہے ...
نظام کا مرکز قرار دیا ۔۔۔ اور عروق دمویہ کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے کہا ...
عضو میں طبعی حرارت کو لے جانے کا فعل بھی ادا کرتا ہے۔ اس نے انکشاف ...
تاثرات بیرونی اشیاء کا نتیجہ ہیں لیکن وہ محض انفعالی بھی نہیں ...
بزبری Adoptation کا قائل تھا۔ اور عضو ... کا غیر واضح نظریہ رکھتا ...
اس کے لئے ایک بڑے فخر کی بات یہ ہے کہ وہ سسلی اسکول کا بانی تھا جس نے طب
اور تشریح پر لازوال نقوش ثبت کئے ہیں۔

دیمقراطیس ۔ دمقراط

نظریہ سالمات Atomism کا خاص بانی اور بہت جہاندیدہ طبیب دیمقراط
Democritos تقریباً ۴۶۰ق م ابڈیرا (Abdera) کا رہنے
والا اور لیوسیپاس (Leucippos) کا نامور استاد تھا۔ طب پر نظریاتی
اور عملی دونوں حیثیتوں سے اس نے بڑے اثرات قائم کئے ہیں۔
سائنٹفک تجربیت کے میدان میں روایات اس کو ارسطو کے بہت اہم پیش رو
کا مرتبہ عطا کرتی ہیں۔ اس کا نظام اپنے تفرع کے اعتبار سے موجودہ زمانہ تک طبعی فلا
کی تمام حقیقی تحقیقات کا نقطۂ آغاز قائم کرتا ہے۔ اس نے تجربہ کو ہماری نیچر کی معلومات
کا بنیادی ذریعہ قرار دیا۔
حیوانات کی تشریح میں اس کی خدمات بڑی قابل قدر ہیں۔ کچھ عرصہ قبل اس

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۸۷

ایک ذاتی تحقیق گرگٹ کی تشریح پر شائع ہوئی ہے۔ اس نے حواس اور تولید کی منافع [illegible] اعصاب میں ہمیشہ باقی رہنے والی معلومات کا اضافہ کیا۔ ایک بیش قیمت بات یہ کہ اس نے [illegible] کی طرف توجہ مبذول کی۔ اس نے ورم کی وضاحت کی کہ وہ بلغم کے اجتماع کا نتیجہ [illegible] خیال کیا کہ داء الکلب اعصاب کا ایک ورم ہے[1]

اس نے [illegible] کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ وصاے آتے بعض ایٹموں [illegible] امراض کے ایٹم کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس میں نظریہ جراثیم کی [illegible] نفسیاتی معالجے اور موسیقی معالجے پر کچھ [illegible] اس سے منسوب کی جاتی ہیں

اس نے خواب کی تشریح کی کہ وہ دوسرے [illegible] کی ہلکی سی تشبیہ کے اثر کا نتیجہ ہے جو سونے والے کی روح پر ہوتا ہے۔ یہ خواب سے متعلق سب سے قدیم نظریہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی تعبیر کا شرف پچھلے زمانہ کے میسوپوٹامیہ اور مصر والوں کو حاصل ہے۔ اور یقینی طور پر یہ تعبیر و تشریح کم سے کم چھٹی صدی قبل مسیح سے یونان کے شفاء کے مندروں کے معمولات میں داخل تھی[2]

ارسطو اپل بنجمن کے لکھنے کے مطابق اس نے تشریح، وبا، تشخیص اور غذا پر بڑے ہی شوق کے ساتھ لکھا ہے[3]۔ یعقوبی نے اس کی ایک کتاب "فی طبائع الحیوان" کا ذکر کیا ہے[4]

فیلولاس

وابستگان فیثاغورث کے درمیان فیلولاس Philolaos اپنے

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ بیو برگر۔ صفحہ ۱۱۰

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۸۸ و ۸۹

۳۔ پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۲۱

۴۔ تاریخ یعقوبی۔ اوّل۔ صفحہ ۱۳۵

ایک یا دو منافع الاعضائی اور ماہیئت المرضی اصولوں کی وجہ سے ایک غیر معمولی شخصیت ہے اس نے اپنے استاد کی تعلیمات کو وسعت دی۔ اس نے نفسانی، جذباتی اور نموئی اعمال کے درمیان امتیاز کیا، اور ان کے مقامات کا تعین کیا، جس کو آگے چل کر افلاطون اور ارسطو نے زیادہ واضح طور پر بیان کیا۔ اس نے قوت نفسانی کو دماغ میں، جو ذہانت کا مقام ہے، جذباتی کو قلب میں اور نموئی کو ناف میں مخصوص قرار دیا ہے۔

اس نے بتلایا کہ تخم ریزی Insemination کے افعال اور تولید کا تعلق جنسی اعضا سے ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ حرارت جسم کی تعمیر کرتی ہے۔ تنفس اس کو ٹھنڈا کرنے کا باعث بنتا ہے اور بیماریاں صفرا، خون اور بلغم کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔[۱] خاص بات یہ ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں سودا کا ذکر نہیں کیا ہے۔

دیوجانس

طبعی فلاسفہ کی اس جماعت نے جس سے الکمیان اور ایمپیڈوقلیس وغیرہ تعلق رکھتے ہیں، ڈیسکشن کے فرائض انجام دیئے ہیں، اور اس سلسلہ میں نہ صرف الکمیان کے بارے میں ثبوت ملتا ہے بلکہ ان میں سے سب سے آخری اپولونیا کے دیوجانس Diogenes کے متعلق بھی یقینی شہادت ملتی ہے کہ اس نے بڑی محنت سے ڈیسکشن کا فرض ادا کیا ہے۔ ارسطو کی کتاب "حیات الحیوان" Historia Animalium سے اس کے عروق دمویہ کے بیان پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ کتاب ہپوس کی تحریرات تک خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔ یہ بہت صحیح حقیقتوں پر مبنی ہے اگر ذہن میں یہ واقعہ رکھیں کہ ارسطو کے بعد تک شرائین اور اوردہ کے درمیان امتیاز نہیں کیا جا سکا تھا) اور اس میں اس قسم کے اشارات دیئے گئے ہیں کہ عروق دمویہ سے خون حرکت کرتا ہے۔[۲]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۰۷
اور انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول صفحہ ۹۳ و ۹۴
۲۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۴۳

دیوجانس نے طب میں روح Pneuma کی اہمیت کو نمایاں کیا اور اسی نظریہ پر آگے چل کر جالینوس نے اپنی منافع الاعضاء کی بنیاد قائم کی۔ روح ہوا کی ایک خاص صورت ہے۔ جو معمولی ہوا میں موجود رہتی ہے اور ذکاوت سے مزین ہوتی ہے، یہ تمام جسم میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اور جسمانی اور دماغی زندگی کا سرچشمہ ہوتی ہے (اس سے پہلے انا کزیمنیس (۴۵۸ ق م اور ۵۲۴ ق م کے درمیان) بھی ہوا کے متعلق یہی نظریہ قائم کر دیا تھا اور اس کے مطابق ہوا تمام چیزوں کا اصل ماخذ اور منبع قرار دی گئی تھی)[1]

تشریح کے میدان میں دیوجانس نے ظاہر کیا کہ عروق دمویہ بائیں بطن سے نکلتی ہیں۔ اس نے اجوف اور اس کی شاخوں کو بیان کیا۔ اسے "حواس" سے بہت دلچسپی تھی اور اس سلسلہ میں اس نے کچھ نئی چیزیں پیش کیں، لیکن ابصارت کے متعلق غلط نظریات قائم کئے[2] انکساغورس کے اس کم عمر معاصر نے نبیر پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے کچھ حصے بطور یادگار محفوظ ہیں۔

دیوجانس نے نبض کی شناخت کی، اور عروق کے مطالعہ پر خاص توجہ مبذول کی۔ ان کے متعلق یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ وہ جسم کے مختلف حصوں میں ہوا لے جاتی ہیں۔ عروقی نظام کا سب سے قدیم یونانی بیان ارسطو کے ذریعہ ہم تک آیا ہے۔ اس کا پہلا سہرا Syennesis the Cypriote کے سر اور دوسرا دیوجانس کے سر ہے۔ "اگرچہ وہ بہت زیادہ گڈمڈ ہے، لیکن ثانی الذکر کا بیان ترقی کی طرف ایک قدم ہے، اور اگرچہ اس وقت تک قلب کو عروق دمویہ کے سرچشمہ کی حیثیت سے نہیں تسلیم کیا گیا تھا[3]" دیوجانس کی تشریحی پرچھائیاں فلسفہ پر لکھی اس چھوٹی سی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہیں جو چار سو سال قبل مسیح کی لکھی ہوئی ہے اور جو بقراطی ذخیرہ کی بہترین تشریحی کتاب ہے[4]

---

۱ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۰۵

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۴

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۰

۴۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ سارٹان۔ اوّل۔ صفحہ ۹۶

آغانیوس

مشہور یونانی طبیب آغانیوس ہے، جس کا اکثر طبی کتابوں میں ذکر آتا ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ تاریخی کتابوں میں اس کا کوئی تفصیلی ذکر نہیں ملتا۔ مغربی اور مشرقی دونوں تاریخیں اس کے سلسلہ میں خاموش ہیں۔ اس لحاظ سے اس کے عہد کا تعین مشکل ہے۔ طبقات الاطباء سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اسقلبیوس اور غورس کے درمیان گذرا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ نے اسے آغانیوس کی بجائے آغانیس لکھا ہے[1]۔ اپنے دوسرے طبی بیانات کے علاوہ نظریہ دوران خون کی وجہ سے یہ تشریح کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جانے والا نام ہے۔ اس کے یہاں دوران خون کا بہت صاف اور نکھرا ہوا ثبوت ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"شرائین سے خون وریدوں میں جاتا ہے نہ کہ وریدوں سے شرائین میں۔ اور وہ اس طرح کہ شرائین اور وریدیں انگلیوں کے پاس مل جاتی ہیں۔ شریانیں اوپر سے وریدوں میں خون بھیجتی ہیں اور وریدیں اسی خون کو پھر اوپر کی جانب واپس کرتی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جریان خون کی صورت میں اگر نیچے کی طرف مضبوطی سے باندھ دیا جائے تو اوپر کا خون رک جاتا ہے اور اگر اوپر کی طرف باندھ دیا جائے تو خون بہنا بند نہیں ہوتا۔"

دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"انسان کا بازو مضبوطی سے باندھنے کے بعد ہاتھ کو کھولنے اور بند کرنے سے ہاتھ کی وریدیں موٹی اور نمایاں ہو جاتی ہیں۔ ان کے نمایاں اور موٹے ہونے کی وجہ یہی ہے کہ خون کے نیچے سے اوپر کی طرف چڑھنے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی اور اس کے نتیجہ میں وریدیں خون سے بھر گئیں۔"

اپنے ثبوت میں مزید تیسری دلیل پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"فصد کے وقت اگر بازو زیادہ کس کر نہ باندھا جائے تو خون بہت نکلتا ہے لیکن اگر اسے اچھی طرح کس کر باندھ دیا جائے تو شریانوں کے بند ہو جانے سے جو وریدوں کے

۱۔ طبقات الاطباء۔ اوّل صفحہ ۲۲

مقابلہ میں) اندر اور گہرائی میں واقع ہیں خون کی آمد بھی بند ہو جاتی ہے[1]۔

چوتھی صدی

پانچویں صدی کا آخر اور چوتھی صدی قبل کا زمانہ انسانی ذہن کی ترقی اور تاریخ طب کا سب سے روشن اور تابناک دور ہے۔ اس صدی میں تین اسکول کینیڈوس، قاس اور سسلی اپنی اپنی روایات کے ساتھ طبی دنیا میں جلوہ گر ہیں۔ یہ مقامات اگرچہ پہلے سے علم و فن کا گہوارہ تھے اور اس صدی سے قبل ان کے علمی آثار نمایاں ہو چکے تھے، لیکن اس دور میں انھوں نے اعلیٰ شان کے ساتھ امتیاز حاصل کیا۔ ان ایک دوسرے سے مختلف خصوصیات رکھنے والے اسکولوں نے ایک بیش قیمت سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔

قاس اسکول۔ بقراط

چوتھی صدی کا عظیم ترین شاہکار بقراط Hippocrates (۴۶۰۔ ۳۷۰ ق م) ہے۔ جس کے آگے تمام اہل فن کی جبینیں جھکی ہوئی ہیں۔ یونانی دنیا میں اس کے معاصرین کی حیثیت سے فلسفیوں میں افلاطون Plato سقراط Socrates پروٹیگورس Protagoras اور زینوفن Xenophon۔ ڈرامہ نویسوں میں ایسکائیلس Aeschytus سوفوکلیس Sophocles یوروپیڈ Euripides اور ارسٹوفینیس Aristophanes تاریخ دانوں میں ہیروڈوٹس Herodotos اور تھوسیڈیس Thucydides سنگ تراشوں میں فیڈیس Pheidias پالی کلائی ٹس Polycleitos اور پراکزیٹیلیس Praxiteles موجود تھے۔

۱۔ فتاویٰ طب اوّل، صفحہ ۲۶

انسانی تاریخ کے کسی زمانہ کے لئے بھی غیر فانی ناموں کا ایسا حسین مجمع مایۂ فخر نہیں بن سکتا[۱] بقراط تو اس اسکول کا سب سے اہم نمائندہ اور اس کی عظمت ہے۔ بقراط سے پہلے فلسفہ اور مذہب طب کے لازمی اجزا تھے۔ بقراط کا شرف یہ ہے کہ اس نے علیحدہ بنیادوں پر فن طب کو مدون کیا اور اسے ایک باقاعدہ علم کی شکل عطا کی۔ اس کے بعد دو خاص صورتوں کے تحت تاریخی طور پر طب کی ترقی شروع ہوئی۔ ایک بیماریوں کی علامات ونشانیوں کے بغور مطالعہ کے ذریعہ اور دوسرے انسانی جسم کی ساخت اور فعل کے بحالت صحت ومرض تنظیمی مطالعہ کے ذریعہ[۲]

بقراط نے علمی حیثیت سے فن تشریح کو کہیں نظر انداز نہیں کیا طب کے مختلف موضوعات کے ساتھ ہی علم تشریح پر بھی متعدد کتابیں اس کی یادگار ہیں۔ ان میں عربی ماخذ سے جن کتابوں کا ثبوت ملتا ہے وہ کتاب فی القلب۔ کتاب فی الغدد۔ کتاب فی العین کتاب فی المولودین لسبعۃ اشہر کتاب فی المولودین لثمانیۃ اشہر۔ کتاب اللحوم۔ کتاب طبائع الحیوان اور کتاب ترکیب الانسان ہیں[۳] تین مقالوں پر مشتمل کتاب الاجنۃ کے نام سے بھی اس کی ایک کتاب ہے۔ اس کا پہلا مقالہ منی، دوسرا جنین اور تیسرا اعضاء سے متعلق ہے۔ ابن ندیم اور یعقوبی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے[۴]

ڈاکٹر آدم نے بقراط کی اصل یونانی کتابوں سے ترجمہ کر کے انگلش میں جو مجموعہ شائع کیا ہے اس میں ایک رسالہ کتاب المفاصل بھی ہے۔ جس سے بقراطی تشریح پر روشنی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر آدم کی (Dr, Francis Aadms) تحقیقات اور نتائج کی روشنی میں امرسن کرسبائی کیلی Emerson Crosby Kelly اس کی کتاب

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر اوّل۔ صفحہ ۱۱۵

۲۔ شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ پائنٹر و کیلے۔ صفحہ ۱۷

۳۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۳۱ تا ۳۳

۴۔ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۲۹۱ اور تاریخ یعقوبی۔ اوّل۔ صفحہ ۱۰۷

ورکس آف ہیپاکریٹس The Genuine Works of Hippocrates کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ بقراط کی تصانیف کے سلسلہ میں تمام قدیم و جدید اہل الرائے اس امر پر متفق ہو چکے ہیں کہ ان کا ایک قابل لحاظ حصہ بقراط کا اپنا تصنیف کردہ نہیں ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں یقیناً اس کی ہیں اور بعض صرف اس سے منسوب ہیں[1]

بقراطی ذخیرہ میں شامل علم تشریح کی ایک کتاب جو شاید چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط کی لکھی ہوئی ہے، اس مضمون کی سب سے ابتدائی علیحدہ اور مستقل کتاب ہے۔ جو اب تک محفوظ ہے۔ یہ تشریح کی ان معلومات پر ایک مختصر شہرۂ آفاق اور قابل قدر کتاب ہے جو ان دنوں میں حاصل تھیں۔

اسی طرح اسی زمانہ کا ایک دوسرا تشریحی رسالہ قلب پر ہے (ہو سکتا ہے یہ وہی ہو جس کا ابن ابی اصیبعہ نے ذکر کیا ہے) جو بالکل صاف طریقہ پر سسلی اسکول کے اثرات کی نمائندگی کرتا نظر آتا ہے۔ یہ شاید مندرجہ بالا رسالے کے تھوڑے بعد کا ہے لیکن اسے اس سے کہیں زیادہ دیدہ ریزی سے مکمل کیا گیا ہے۔ اس میں قلب کو عقل اور طبعی حرارت کے مقام کی حیثیت سے خیال کیا گیا ہے[2]

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ بقراطی ذخیرہ تصانیف میں بہت سی تحریریں اس کے اپنے اسکول قاس یا دوسرے اسکول سسلی اور کینڈوس کے لوگوں کی بھی شامل ہیں۔ اس لئے اس اصطلاح کے زیادہ وسیع معنی مراد لئے جاتے ہیں، اور اس کا اطلاق ایک پوری جماعت پر ہوتا ہے، جسے بقراطی کہا جاتا ہے۔

"بقراطی" تشریحی معلومات جانوروں کی تقطیع، مذبح خانوں اور قربان گاہوں میں معائنہ

۱۔ ڈاکٹر آدم کی اس کتاب دی جینوئن ورکس آف ہیپاکریٹس کے تعارف میں امرسن کرسا ئی کیلی نے لکھا ہے انگریزی میں بقراط کی تصانیف کے تراجم نامکمل تھے۔ انگلینڈ کی سڈنہم سوسائٹی کے زیر اہتمام اسکاٹش سر جان فرانسس آدم نے انیسویں صدی کی ابتداء میں اصل یونانی کتابوں سے ترجمہ کا کام انجام دیا۔ اور یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۸۴۹ء اور دوسری مرتبہ ۱۸۸۶ء اور پھر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ متعدد اور وسیع ذیلی نوٹوں کے ساتھ یہ ایک فاضلانہ تصنیف تھی اب مزید ذیلی نوٹوں کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۴۶ء میں اس کا ایک تازہ ایڈیشن بھی نکلا ہے۔

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲۰

اور جراحی حادثات کے مشاہدہ سے خصوصیت کے ساتھ اخذ کی گئی تھیں۔ انسانی جسم کے باقاعدہ ڈسیکشن کا کوئی سوال نہیں تھا۔ مذہبی احکام کے مطابق اسے سختی کے ساتھ جلد ہی دفنا دیا جاتا تھا اور ذہنوں میں توہم پرستی کے طور پر مُردوں کی ہیبت غالب تھی۔

یہ قیاس کہ ممتاز مخصوص محققین نے مروج خیالات کی تصحیح کی غرض سے شاذ و نادر مواقع میں انسانی جسم کے حصوں کے امتحان میں تأمل نہیں کیا ہے (خصوصاً ہڈیوں کے) اگر اس کے متعلق کسی براہ راست ثبوت کی گنجائش نہیں ہے، تو یہ کم سے کم قرین صحت ضرور ہے۔ متعدد بیانات کے علاوہ یہ اس طرح بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکوؤں، غداروں اور مجرموں کے جسم قانون یا مذہبی احکامات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہونے کی بنا پر آسانی سے مہیا ہو سکتے تھے۔ اسی طرح سائنسی محققین کے شوق تحقیق کی تسکین کے لئے اتفاقی طور پر جسم کے کچھ حصے حاصل کئے گئے تھے

انسانی ڈسیکشن کے سلسلہ میں انفرادی حیثیت سے مؤرخین نے بقراطی تحریروں میں کسی حوالہ کا ثبوت نہیں پایا ہے۔ یہ ایک بالکل قطعی چیز ہے۔ اسی طرح آج کی مرضیات میں ان اجسام پر جو بیماریوں کی وجہ سے مرے تشریحی ریسرچ کا کوئی یقینی سراغ نہیں ہے۔ دوسری طرف بقراطیوں کے یہاں ان حقائق کے حوالے سے جو تشریح حیوانات سے حاصل کئے گئے تھے یا ان تشریحی ماہیت المرضی تحقیقات سے جو ذبح ہونے والے جانوروں پر کی گئی تھیں اکثر موازنہ قائم کیا گیا ہے۔[۱]

خود بقراط کے سلسلہ میں ہمیں کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ اس نے انسانی ڈسیکشن کیا ہے۔ تعظیم و حرمت کے لحاظ سے جو اس زمانہ کے یونانی انسانی جسم سے کرتے تھے یہ شک کی بات ہے کہ وہ ڈسیکشن انجام دے سکا ہوگا۔ بہرحال اس نے عبادت گاہوں میں قربانی کے جانوروں کو کافی تعداد میں دیکھا ہے۔ جن سے اس نے اپنی تشریح کے بعض تصورات قائم کئے۔ میدان جنگ سے بھی اس نے بلاشبہ انسانی تشریح کے سلسلہ میں مدد لی ہے۔[۲]

بقراط کے متعلق مجھے صرف ایک مؤرخ ایڈورڈ بریڈ کا بیان ملا ہے۔ جس نے بقراط کی جراحی اور تشریحی تحریروں سے انسانی لاشوں کے ڈسیکشن کا یقین قائم کیا ہے۔ اس کے خیال کے

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۰

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲۵

مطابق دل، دماغ اور اندرونی اعضاء کی تشریح سے متعلق بقراطی معلومات لاشوں کے ڈسیکشن کی مزید تصدیق کرتی ہیں [۱]

تشریحی تعلیمات جن پر جالینوس کے مطابق استلیبوس نے اتنا زیادہ زور دیا۔ زبانی استدلال اور جانوروں کے وافر ڈسیکشن پر منحصر تھیں۔ ممکن ہے کہ ڈھانچوں کے ماڈل بھی استعمال کئے گئے ہوں، جن میں کا ایک ڈلفی میں محفوظ تھا۔ اور جو بقراط کی طرف سے چڑھاوے کی حیثیت سے مشہور تھا۔ غلط قیاسات جو حیوانات کی تشریحی تحقیقات اور انسانی تشریح کے درمیانی نتائج سے اخذ کئے گئے تھے بقراطی معلومات میں متعدد کمیاں واضح کرتے ہیں مثلاً دو قرنی رحم [۲]

بقراطیوں کے یہاں ہڈیوں اور ان کے علیحدہ علیحدہ مفاصل کے بہترین بیانات ہیں۔ (مثلاً مہروں اور قص کے ساتھ پسلیوں کا اتصال اور مفصل ورک۔ لیکن مفصل رکبہ اور مفصل مرفق کی معلومات میں غلطی نظر آتی ہے) غشاء العظم، مخ، ترکیبی جزء، اندرونی و بیرونی طبقات، رطوبت زلالی کا بھی ذکر کیا گیا ہے [۳] علم العظام کا حصہ اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن یہاں بقراط قابل اعتماد مرتبہ پر نظر آتا ہے۔ لمبی ہڈیاں عظم القص، عظم الکتف اور عظم العانہ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ اور ایسی اصطلاحات پائی جاتی ہیں جو آج بھی عام طور پر مستعمل ہیں، جیسے طرف العظم Epiphysis، جسم العظم Diaphysis اور مفصل مؤثق Synarthrosis ۔ بقراط کھوپری اور اس کی دروز کو تفصیل سے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے "درزیں سر میں اس طرح مرتب ہیں جیسے حرف "T" Tau لکھا جاتا ہے" یا ان میں کی بعض حرف H کی طرح ہیں، یا ایسی ایسی ہیں جیسے حرف X [۴]

عضلات کو نرم حصوں سے صریحی طور پر نہیں ممتاز کیا گیا ہے۔ اوتار کی شناخت اچھی طرح نہیں کی گئی ہے۔ وہ اعصاب اور رباطات میں بھی پراگندہ تھے۔ عضلہ صدغیہ، عضلہ ماضغہ، گردن کی پشت کے عضلات، عضلہ ذالیہ، عضلہ صدریہ کبیرہ، عضلہ ذات الراسین، عضلہ ثلاثیۃ الرؤس، عضلہ

۱۔ اوریجن اینڈ گروتھ آف دی ہیلنگ آرٹ۔ صفحہ ۱۷۴

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۵۰

۳۔ " " " ۱۵۱

۴۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ صفحہ ۱۲۴

عضدیہ، ہاتھ اور انگلیوں کے عضلات قابضہ، عضلہ صلبیہ، عضلہ الوبہ، عضلہ ذات الراسین فخذیہ، وتر قوب Tendo-Achillis پشت کے عضلات سے وہ واقف تھے۔

احشاء کی معلومات قلیل ہیں۔ منہ، مری، معدہ، امعاء، جگر مع عرضی سناق، مرارہ، طحال، ماساریقا، قولون، ماساریقی، صناق، گردے، مثانہ، خصیتین، اوعیۃ المنی، قاذف المنی، رحم، سیاط رحمی، (خصیتہ الرحم کو نہیں بیان کیا گیا ہے) ظاہری و باطنی فم رحم، (فرج کو رحم کا حصہ شمار کیا گیا تھا، غشاء بکارت کا علم نہیں تھا) کا ذکر کیا گیا ہے جن میں غلطیاں بھی ہیں۔

تنفسی راستہ کی حیثیت سے بقراطیوں نے قصبۃ الریہ، غضروف مکبی، اور شعبتین کی شناخت کی[1] قصبۃ الریہ کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی ابتدا حلق سے ہوتی ہے۔ وہ چھلوں کا مجموعہ ہے، اور پھیپھڑوں میں ختم ہوتا ہے۔ پھیپھڑے صدر کو بھرتے ہیں، اور ان میں پانچ فص ہوتے ہیں۔ دونوں پھیپھڑوں کے درمیان قلب واقع ہوتا ہے، جو جگر کو اپنی غذا بھیجتا ہے۔ جگر میں ایک بڑی ورید ہوتی ہے۔ جس سے پورے جسم کے تغذیہ کا فعل انجام پاتا ہے اور ایک ورید جگر سے شروع ہو کر گردوں تک جاتی ہے۔ دونوں گردوں سے ایک نالی شروع ہوتی ہے، جو مثانہ تک جاتی ہے۔ مری نیچے معدہ تک اترتی ہے، اور آنتوں سے ملتی ہے اور یہ آنتیں مقعد کے ذریعہ خالی ہوتی ہیں[2] غددیں سے لوزتین، عنقی غدد، السلی، ارنبی، ماساریقی غدد اور پستانوں سے وہ واقف تھے۔

نظام دوران خون کو متعدد تصانیف میں بہت الجھے ہوئے طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مبداء سر کو خیال کیا گیا ہے اور پھر اور طحال اور راجوف کو۔ ان کے متعلق یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ وہ طحال اور جگر سے پھیلتے ہیں De Morbo Sacro کتاب کے مطابق تمام شرائن قلب میں داخل ہوتی ہیں۔

لفظ φλέψ ابتدا میں جسم کے تمام جوف دار اعضاء کے لئے استعمال ہوتا تھا، بعد میں شریان کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔

ἀρτηρίη پہلے قصبۃ الریہ اور شعب کے معنی میں استعمال ہوا۔ بعد میں شرائن کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ اس نظریہ کے تحت کہ وہ حامل ہوا ہوتی ہیں۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۵۱
۲۔ " " " میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲۴

قلب کے بیان میں غشاء القلب اعباس کی رطوبت، الاذین، حجاب البطن، ہلالی صمامات، اذنا القلب کا ذکر کیا گیا ہے۔ دونوں بطن باہمی طور پر ربط رکھتے ہیں۔ بایاں دائیں کے خون کے بہترین حصہ سے تغذیہ پاتا ہے۔

علم الاعصاب بہت ابتدائی صورت میں ہے۔ اعصاب کو اوتار، رباطات اور عروق سے گڈمڈ کیا گیا ہے، اور دماغ کو ایک ایسے غدہ کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے جس میں بارد رطوبت بھری ہوتی ہے۔

وہ ایک دبیز اور ایک نازک غلاف سے گھرا ہوا ہے اور دو نصف میں منقسم ہے۔ اس سے نخاع نکلتا ہے جو اسی کی طرح ملفوف ہوتا ہے۔ جن اعصاب کا بیان کیا گیا ہے وہ عصب شامہ، عصب بصری، عصب ثلاثی دہنی، عصب ثانیہ، شرکیہ، ضفیرہ عقدیہ، عصب زندی، عصب ورکی کبیر اور اعصاب بین الاضلاع وغیرہ ہیں۔

حسی اعضاء کی گہری معلومات مفقود ہیں۔ آنکھ کے تین طبقات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک سفید، ایک نازک اور ایک جو مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔ بیرونی (سفید) قرنیہ (شفاف TEBIA Φ AVES) پر مشتمل ہے، پتلی کے سامنے واقع ہے۔ درمیانی (نازک) قزحیہ Iris (TOMEλAV) ہے۔

کان کے متعلق بقراطیوں نے اس کے عظمی حصے اور اس کے پردے Drum کو معلوم کیا۔[1] بقراط کے سلسلہ میں جالینوس کی ایک شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک رقاصہ کے ساقط ہوئے چھ دن کے حمل میں اس پر چڑھی ہوئی پتلی جھلی کے غلاف کا معائنہ کیا، جو انڈے کی باریک جھلی کے مشابہ تھا۔[2]

یہاں بقراط یا بقراطی جماعت سے قطع نظر یونانیوں کے سلسلہ میں ایک بات بہت اہم یہ ہے کہ وہ ضغط دموی BLOOD PRESSURE سے بھی واقف تھے اور انقباضی دباؤ کو سسطولا Systole اور انبساطی دباؤ کو ویسطولا Diastole کہتے تھے اور موجودہ

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۵۱
۲۔ قوی الطبعیہ۔ ڈاکٹر صادق حسین۔ صفحہ ۱۲۵

مغربی اصطلاحیں دراصل انہی سے ماخوذ ہیں[1]

پالی باس

پالی باس Polybos بقراط کا داماد اس کے فوراً بعد کے جانشینوں میں نمایاں طور پر سب سے بڑا، اور اس کی وفات کے بعد شاید اس کے اسکول کا سرپرست، چوتھی صدی کے شروع میں مشہور ہوا۔ طبیعت انسان پر بقراط کا رسالہ اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ اخلاط اربعہ کے نظریہ اور اسی کے ساتھ کیفیات اربعہ اور چار موسموں کے متعلق بھی خاص ماخذ ہے۔ اس کا بارہواں باب عروقی نظام کے الجھے ہوئے بیان پر مشتمل ہے۔ اس نے جنین کے سلسلہ میں تحقیقات کیں[2]

سسلی اسکول۔ اکرن۔ پاسینیس۔ فلسٹن

ایمپذیقلیز کے شاگرد اکرن Acron ، پاسینیس PAUSANIAS اور خصوصاً فلسٹن Philistion سسلی اسکول کے بہت اہم نمائندے تھے۔ باقی ماندہ نامکمل تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تشریح اور منافع الاعضاء کی ترتیبات میں انہوں نے زبردست خدمات انجام دی ہیں۔ سسلی اسکول کے نامور اطباء نے الکمیان کے نقش قدم کی اتباع میں جانوروں کے ڈسکیشن کے لئے اپنا کافی وقت وقف کیا۔ عروق کی طرف انہوں نے خاص توجہ دی۔

ایمپذیقلیز کی یہ تعلیم کہ خون حرارت اصلیہ (روح) کا مقام ہے اور یہ کہ تنفس کا عمل صرف منہ اور ناک کے ذریعہ نہیں انجام پاتا ہے بلکہ سارے جسم کے ٹیوب سسٹم کے ذریعہ جلد کے مسامات کی راہ بھی انجام پاتا ہے۔ بلاشبہ یہ تحقیق ڈسکیشن کا نتیجہ تھی۔ ممکن ہے کہ یہ نیومیٹک نظریہ کے سربرآوردہ محقق ڈیوجانس نے عروقی نظام کا جو بیان اپنے پیچھے چھوڑا ہے اس کی یاد دلائے۔

۱۔ قلمی رسالہ تشریح قلب۔ طبیہ کالج لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ۔ صفحہ آخر اور یحیٰ ایبڈ گروتھ آف دی ہیلنگ آرٹ۔ صفحہ ۲۳۲

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲۰

فاضل محققین کے خیال میں قلب پر بہترین تشریحی رسالہ جو بقراطی ذخیرہ میں شامل ہے اور جس میں صمامات اور طبی، مشتاء القلب اور غشا۔ القلبی رطوبت کا عمدہ بیان ہے سسلی اسکول کے اثبات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح مصریوں کی تعلیم کے مطابق اس میں قلب کو عروقی نظام کا مرکز اور تمام خون کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ موت کے بعد شرائن کے خالی ہونے کے تشریحی معائنہ، نیز ہوا اور ہوا کی تحریکات کی اہمیت سے متعلق عام سائنسی خیالات نے سسلی اسکول کے اطباء کی توجہ اس طرف مبذول کی کہ "روح" جسم نامی کی حیات کے لئے بہت اہم عنصر ہے۔ روح کے متعلق خیال کیا گیا کہ وہ اوردہ کے ذریعہ تمام جسم میں پھیلتی ہے۔ خون کے ساتھ گردش کرتی ہے، جسم کی حرارت کو معتدل بناتی ہے۔ تمام حسی تاثرات اور تحریکات میں مدد دیتی ہے اور عمل تعفن کے اثر سے حرارت کے ساتھ مل کر ہضم میں امداد کرتی ہے۔ قلب کو روح کا مرکزی عضو خیال کیا گیا تھا۔

یہ تعلیم تشریحی معلومات پر قائم تھی (قلب عروق کا مرکزی نقطہ) اور منافع الاعضاء اور ماہیت الامراض کے لئے اتنی ہی اہم تھی جتنی سسلی اسکول کے لئے۔ الکمیان اور قاسیوں (Coans) کے مقابلہ میں روح (Soul) کا مقام قلب میں منحصر کیا گیا اور دماغی خلل کو قلبی تاثرات کے نتیجہ کی حیثیت سے خیال کیا گیا۔ ایک رجعت قہقری جس کی اصلاح کیندوسیوں کے ذریعہ ہوئی۔[1]

فلسٹن ΦΙΛΙΣΤΙΩΝ سسلی اسکول کا ایک نمایاں رکن ہے۔ یہ لوکرائے کا رہنے والا تھا اور اسی اسکول کے دوسرے رکن افلاطون Plato کا ہم عصر تھا۔ افلاطون سے اس کی سیراکس (Syracuse) میں

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹

ملاقات ثابت ہے۔ نباتات کے ایک ماہر کی حیثیت سے اس نے نام آوری حاصل کی یہ[1] یہ بہت مشکل ہے کہ اس کے اپنے نظریات کے دوسرے لوگوں سے تجزیہ کیا جا سکے، جس کو کہ بہت زیادہ تشریحی و منافع ترقیات کا فخر حاصل ہے۔[2]

افلاطون

بقراط کا ہم عصر سقراط (Socrates) کا شاگرد اور ارسطو کا استاد افلاطون Plato (۴۲۹-۳۴۷ ق م) اس نے بیان کیا کہ "قلب اور رگ کا مجموعہ اور خون کا سرچشمہ ہے جو تمام اعضاء میں دوڑتا ہے"۔ افلاطون کا اصل موضوع فلسفہ ہے اور بقراط کے بعد اسے دنیا کا سب سے بڑا فلسفی تسلیم کیا گیا ہے۔

کینیڈوسی اسکول

اری فن ۔ سٹی سیاس

کینیڈوسی اسکول کے نامور اطباء میں سے دیاری فون (Euryphon) اور سٹی سیاس Ctesias سب سے ممتاز ہیں۔ یہ بقراط کے ہم عصر ہیں۔ کیریا (Caria) کے رہنے والے اری فن ΕVΡVΦΩV کے متعلق یہ بہت زیادہ یقینی چیز ہے کہ وہ نہ صرف کینیڈوسی ذخیرہ کے مصنفین یا مدونین میں کا ایک فرد ہے، بلکہ وہ بقراطی ذخیرہ کی بہت سی کینیڈوسی تحریرات کا بھی ذمہ دار ہے۔ بعد کی تحریروں کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے تشریح کو عملی طور پر انجام دیا ——— — Livid-Fever

---

۱. ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۱۸ و ۱۴۴

۲. انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس سارٹن۔ صفحہ ۱۲۰

یا ایک کتاب لکھی۔ ذات الجنب کو پھیپھڑے کی ایک بیماری کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ اور انسانی دودھ اور سرخ گرم ... سے دق کا علاج تجویز کیا۔ اس نے کہا کہ فصد کا پوری طرح نہ نکلنا ... ہونا بیماری کا ایک سبب ہے۔ اور یہ ... الدم ترائن۔ کبھی بالکل یہی واقع ہو سکتا ہے جس طرح وریدوں سے ہوتا ہے۔ علم الولادت اور امراض ... کے کامیاب علاج بھی اس سے وابستہ کئے جاتے ہیں۔[1]

کریسیپاس[2]

کیندوس کے ایک باشندے کریسیپاس (۳۶۵ ق م Chrysippos) نے فلسٹن سے تشریحی ڈسیکشن کا شوق حاصل کیا۔[1] یہ طبیب اور ماہر تشریح فلسٹن کے علاوہ یوڈوزاس کیندوسی Eudoxos کا بھی شاگرد رہے۔ اس نے مختلف قسم کی ترکاریوں (خصوصاً کرم کلہ) اور ان کے طبی استعمالات پر ایک کتاب لکھی۔ اس نے فصد اور مسہلات کے استعمال پر اعتراض کیا۔ اور جریان خون کو روکنے کے لئے اعضاء کو پٹی سے باندھنے کی سفارش کی۔ استسقاء زقی کا علاج اسی کا بیان کیا ہوا ہے۔[3]

اذعانیت پسند اسکول — ڈیوکلیس

Diocles ΔLOKλῆS چوتھی صدی قبل مسیح کے پہلے تہائی کا شخص ہے۔ یہ چوتھی صدی میں اذعانیت پسند (غیر استدلالی یا اعتقادی) اسکول کا نمائندہ تھا۔ اذعانیت پسند دراصل قاس اسکول کا دوسرا نام ہے جو آگے چل کر بقراط کو بہت زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہوا "قدیم مؤرخ پلینی کے مطابق وہ زمانہ

۱. ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۱۵، اور انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۱۰۲
۲. ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۱۴
۲. ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۴
۳. انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۱۲۱

اور شہرت دونوں لحاظ سے بقراط کے بعد عظیم المرتبت طبیب ہے۔ ایک قانون نگار کے ساتھ ہی ایک زبردست ماہر تشریح بھی تھا[۱]

اس نے جنین، امراض نسواں اور علم القابلہ کا مطالعہ کیا اور جانوروں کے ڈائیسیکشن کیے۔ اس نے خچر کے رحم کا بھی ڈیسیکشن کیا۔ اس نے بتایا کہ نطفہ بنانے میں دونوں جنس حصہ لیتی ہیں اور پھر اس کے بعد جنین کی تیاری عمل میں آتی ہے۔ اس نے ستائیس اور چالیس دن کے انسانی جنین کا بیان دیا۔ اس نے جانوروں کے ڈیسیکشن کے بعد انھوں نے مشیمہ (Cotyledonous) کا ذکر کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے تشریح کے نام سے ایک کتاب "ΠΕΡΙ ΑΝΑΤΟΜΗΣ" لکھی۔ اس نے عروق کے سلسلہ میں ہماری معلومات میں اضافہ کیا[۲] لیکن اس کی یہ معلومات اس کو دماغی رعض کے مقام اور قلب کو بدلنا کے مرکزی عضو کی حیثیت سے خیال کرنے میں مزاحم نہیں ہو سکیں[۳]

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نے تشریح کو اتنی وسعت دی جتنی الکمیان کے زمانے سے اسے حاصل نہیں تھی۔ اس نے نابض کو خون کے سرچشمہ کی حیثیت سے پہچانا اور اس کی دو خاص شاخوں کے درمیان امتیاز کیا اور طلی جو ΠΑΧΕΙΑ ΑΡΤΗΡΙΑ گردوں اور مثانوں تک پہنچتا ہے، اور اجوف ΚΟΙΛΗ ΦΛΕΨ۔ ان دونوں سے "ندیدبیں" لگی ہیں۔ وریدوں کے متعلق اس نے اس سے زیادہ بیان دیا۔ جو اس کے پیش رو نے دیا تھا۔ اس نے اعصاب کو عروق سے ممتاز کیا۔ ان مجاری کا ذکر کیا جو جگر سے مرارہ کی طرف چلتی ہیں۔ اسی طرح مری، اعور، صمام نفائفی اعوری، حالبین، خصیہ ابرم، قاذفین کو بیان کیا۔ اس کی منافع الاعضا رسلی اسکول سے زبردست طور پر متاثر تھی[۴]

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۱۷

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۱۲۱

۳۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکرٹ۔ صفحہ ۵۹

۴۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۵

دیوکلیس بقراط سے اس بارے میں سبقت لے گیا کہ اس نے تشریحی منافع الاعضائی روشنی میں بیماری کے مقام اور علامات کے سببی رشتے کی وضاحت کی ابتدائی جس کی بنیاد پر اس کا یہ دعویٰ قابل ملاحظہ ہے کہ بخار دوسرے مرضی اعمال کی محض ایک علامت ہے۔ (جیسے زخم التہابات وغیرہ یعنی بخار نے خود کسی مرض کے بخار اسکے نزدیک دوسرے امراض کی صرف ایک علامت ہے) اسی طرح اس نے استسقاء کی طحالی اور کبدی شکل کے درمیان فرق کیا۔ ذات الجنب اور ذات الریہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔ ذات الریہ کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ پھیپھڑوں کی عروق میں محدود رہتا ہے۔ اس نے امعاء کبیرہ اور امعاء صغیرہ کے سدوں کے درمیان بھی امتیاز کیا[1]

اس نے علم السموم اور علم الادویہ (فارماکولوجی) پر بھی لکھا ہے۔ اس کی کتاب "PLSOTOμLKΔU" سب سے قدیم یونانی نباتی کتاب ہے۔ تھیاؤفرسطس اور بعد کے دوسرے مصنفین نے اس سے بہت کچھ مواد اخذ کیا ہے[2]

بقراط کے فوراً بعد کے متبعین جو اپنی مخصوص ذہنیت کی وجہ سے "اذعانیت پسند" کہلاتے ہیں۔ جس کا مطلب کسی بڑے نمونہ کی اندھی تقلید کرنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تعریف "اذعانیت پسند" گروہ کے بہترین افراد مثلاً دیوکلیس اور پراکزیغورس پر صادق نہیں آتی۔ دیوکلیس نے علم تشریح کی تعلیمات کو وسعتیں عطا کیں۔ اور اسی طرح پراکزیغورس نے متعدد نئی معلومات کا اضافہ کیا[3]

ارسطو

چوتھی صدی کے نصف آخر کا دور ارسطو (Aristotle ۳۸۴ — ۳۲۲ ق م)

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۶

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول صفحہ ۱۲۱ و نیوبرگر صفحہ ۱۶۶

۳۔ اے شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۵۹ و ۶۰

سے منسوب ہے یہ عظیم فلسفی اور ماہر حیوانیات جس کا زمانہ بقراط سے کچھ ہی بعد کا ہے ایک طبیب کا بیٹا اور خود بہت بڑا طبیب تھا۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ ادعائیت پسند اسکول کا ایک فرد ہے"[1] طب پر اس کے اثرات بالواسطہ طور پر ہیں کیونکہ غایاتی فلسفہ اور استناطی رجحانات کی وجہ سے اس کی تحریریں بحیثیت مجموعی پوری طرح مفید اثرات کی حامل نہیں ہیں۔ قلب کے کار منصبی پر اس کے بہت زیادہ زور دینے کی وجہ سے دماغ کے وظائف میں بہت پہلے بصیرت نہیں حاصل کی جا سکی اور وہ اس کی راہ میں مانع رہا[2]

علم تشریح و منافع الاعضاء میں ارسطو کے اضافات بڑے قابل قدر ہیں۔ اس نے اعصاب کی تحقیق کی اور قلب کو عروق دمویہ کا مبداء قرار دیا۔ دماغ اور اس کی اغشیہ کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ معدہ کے افعال پر روشنی ڈالی اور چبانے کے عمل Rumination کو بیان کیا۔

اس نے درحقیقت ہر جانور کے ہر حصے اور ہر عضو پر تحقیقات کیں اور تقریباً ہر ایک کے متعلق کچھ صحیح اور کچھ غلط معلومات قلمبند کیں۔ اس طرح اس نے وسیع پیمانے پر مواد جمع کیا جو تقابلی تشریح و منافع الاعضاء کی بنیاد ہے[3] اس نے پانچ سو حیوانات بیان کئے ہیں جن میں سے بعض کے ڈائی گرام بھی ڈیسکشن کی مدد سے دیئے ہیں[4] اس کے نزدیک قلب دوران خون کو کنٹرول کرنے والا مرکزی عضو، قوت حیوانی کا سرچشمہ، خون کا منبع، غور و محنت سے تکمیل پایا ہوا، اور طبعی حرارت کا حامل تھا۔ اس نے کہا کہ خون قلب اور عروق میں بالکل سی طرح بھرا ہوا ہوتا ہے جیسے برتن " Vase " میں کوئی چیز بھری

۱۔ ہسٹری آف دی ڈویلپمنٹ آف اور نالج ریگارڈنگ سرکلیٹری سسٹم۔ صفحہ ۱۲
۲۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۵۶
۳۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۲۶
۴۔ شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۲۲

ہوتی ہے۔ اس کے بعد ہی سے عروق کیلئے Vessle کی اصطلاح کا آغاز ہوا۔ قلب سے عروق دمویہ تمام جسم میں پھیلتی ہیں۔ جیسا کہ دیواروں پر بنائے گئے تشریحی ڈایاگراموں میں ان اعضاء کو دکھایا جاتا ہے جو ان کے آس پاس ہوتے ہیں کیونکہ ان کا محل وقوع ان کے باہر ہوتا ہے "غذا عروق دمویہ سے رستی ہے اور جسم کے تمام حصوں میں پہنچتی ہے۔ "جیسے مٹی کے کچے برتن سے پانی رستا ہے"۔

وہ شریان اور وریدوں کے درمیان کوئی فرق نہیں محسوس کر سکا تھا۔ اور دونوں کو φλεβεα کے نام سے موسوم کرتا تھا اس کے نزدیک اجوف خون کی بڑی نالی اور اورطی خون کی چھوٹی نالی تھی۔ اور یہ دونوں خون پر مشتمل تھیں۔ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے لئے بھی لفظ Arteria (αρτηρια) استعمال نہیں کیا تھا۔

قلب سے عروق کی طرف کوئی حرکت نہیں ہوتی بلکہ خون متواتر جسم کے جوہر کے ذریعہ پھیلتا ہے اور مستقل طور پر کیلوس کے انجذاب کے ذریعہ تازگی حاصل کرتا رہتا ہے۔

عروق ماساریقا بالکل اسی طرح غذا حاصل کرتی ہیں جیسے پودے اپنی جڑوں کے ذریعہ زمین سے غذا جذب کرتے ہیں۔

پھیپھڑوں کے ذریعہ روح جذب کی جاتی ہے جو عروق وریدی کے واسطے سے قلب تک پہنچتی ہے۔ ان عروق میں سے ایک قلب کے دائیں جانب ہوتی ہے اور ایک بائیں جانب۔

یہ عروق پھیپھڑوں میں باہمی تعلق کے ذریعہ Anastomosis قصبۃ الریہ کی شاخوں کے ساتھ روح پر مشتمل ہوتی ہیں۔

ایک بہت دلچسپ بات یہ ہے کہ بقراط اور ارسطو دونوں نے Arteria کی اصطلاح قصبۃ الریہ کے لئے استعمال کی ہے جو پھیپھڑوں کے ذریعہ سانس کو پھیلاتی ہے۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اس اصطلاح کا شریان پر کیسے اطلاق کیا گیا۔

شرائن اور قلب کی ضربان کے متعلق ارسطو کا خیال تھا کہ یہ قوت حیوانی یا طبعی

حرارت کی بناء پر سیال رطوبت میں ایک قسم کے جوش آنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہ حرارت روح سے ٹھنڈی ہوتی ہے جس کو کہ پھیپھڑوں کے ذریعہ جذب کیا جاتا ہے اور جو عروق دمویہ کے واسطے سے قلب تک پہنچتی ہے۔[1]

اس نے پھیپھڑوں اور گلپھڑوں کے فعل اور ساخت کو سمجھا۔ اور کچھ کیمسٹری کی معلومات سے اس سلسلہ میں مدد لی اس نے نتیجہ نکالا کہ ہوا سے ملنے کے باعث تنفس کا کام خون کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ ایک بہتر بن ممکن تصور[2] ایلوپیتھی نقطہ نظر سے کبھی یہ تصور غلط تھا۔ لیکن طب یونانی کے نظریہ کیفیت و مزاج کے اعتبار سے یہ بڑی صداقت اور حقیقت پر مبنی ہے۔

ارسطو کے یہاں تشریح و منافع الاعضاء میں تجربیت و قیاس کا گہرا اختلاط نظر آتا ہے اور دونوں سے غایاتی فلسفہ کے نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے اور یہ طرز کئی صدیوں تک سائنسی ترقی کا قابل تقلید نمونہ بنا رہا۔ ارسطو نے تشریح میں اپنے پیش روؤں اور ہم عصروں ذیمقراطیس ڈایوکلیس کی محنت کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور نہ وہ اس مضمون کو ترقی دینے میں ناکام رہا خصوصاً عروق کی معلومات میں۔ اگر چہ اس سے بعض فاش غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں جو کچھ جانوروں کے ڈسیکشن کی بناء پر اور کچھ پہلے سے قائم نظریات کی بنیاد پر ہیں۔

ایک غیر معمولی اضافہ تشریح عمومی General Anatomy کی بنیاد تھی۔ اس نظریہ کے تحت جسم کے انسجہ براہ راست چار عناصر سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ انسجہ ہیں: اوردہ، اوتار، نسیج واصل، ہڈیاں، غضاریف، قرن، جلد، بال، اغشیہ، گوشت، چربی، خون، گودا، دودھ اور منی۔ اور پھر ان انسجہ کی ترکیب سے اعضاء بنتے ہیں۔ اس موضوع پر گذشتہ معلومات کے مقابلہ میں مرغی کے انڈے میں بچہ کی نشوونما کے مطالعہ کے ذریعہ علم جنین نے بڑی ترقی حاصل کی۔ خصوصاً انڈے کی زردی کی غشائی تھیلی کے عروق کی

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۷۰

۲۔ شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۲۲

مدد سے قلب، دماغ، آنکھوں اور کیسۃ البول کی بناوٹ کے متعلق[1]

ارسطو کی تشریح میں کچھ کمیاں بھی ہیں مثلاً یہ کہ مردوں اور عورتوں میں کھوپڑی کی درزوں میں فرق کیا گیا ہے۔ پسلیوں کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے۔ قلب میں تین جوف خیال کئے گئے ہیں بین الاذنی حجاب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ گردوں کو فصوص پر مشتمل سمجھا گیا ہے۔

اور نہ صرف ارسطو بلکہ یونان کے دوسرے فلاسفہ بھی عورت سے متعلق کچھ اسی قسم کے خیالات رکھتے تھے اور اسے ساخت اور تشریح کے لحاظ سے ہی نہیں، بلکہ سیاسی سماجی اور مذہبی اعتبارات سے دوسرے درجہ کی چیز سمجھا جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ریاست کی تشکیل یا سیاست میں اگر عورت کو مساوی حقوق دیئے گئے تو اس سے نظام قائم نہیں رہے گا۔ یونانیوں ہی کی طرح رومی شہنشاہی اور کلیسا میں بھی عورت کے ساتھ یہی امتیاز روا رکھا گیا تھا۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سقراط کے انتقال کے بعد افلاطون نے تقریر کرتے ہوئے جن باتوں پر فخر کیا تھا ان میں آزاد، یونانی نسل اور سقراط کے شاگرد ہونے کے ساتھ ہی اس بات پر بھی فخر شامل تھا کہ میں عورت نہیں بلکہ مرد ہوں۔

قرآن نے البتہ پہلی مرتبہ عورت کو اس کا صحیح مقام بخشا اور اس کی اہمیت تسلیم کی۔

وہ اور طی اجوف اور ان کی شاخوں اور معاون شاخوں سے واقف تھا لیکن شریان اور ورید میں فرق نہیں کر سکا۔ اس کے نزدیک شریان منوی میں خون کے بجائے پانی اور روح ہوتی ہے۔ انسانی دماغ جانوروں کے مقابلہ میں بڑا اور مرطوب ہے لیکن وہ بغیر خون کے اور بارد ہے۔ (یعنی قلب کے بالکل برعکس اور جس کا کام صرف یہ ہے کہ قلب سے پیدا ہونے والی حرارت کو اعتدال بخشے) گویا وہ مٹی اور پانی دو عنصروں کا صرف ایک

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ اول۔ صفحہ ۱۷۰

ڈھیر ہے" پیکیوریل ہسٹری آف میڈیسین" دوسری طرف نخاع جس کو بعینہ دماغ کی طرح خیال کیا گیا حفاظ مخ العظم کی وجہ سے گرم ہے۔ لفظ ΠΟΡΟΣ صرف اعصاب کے ہی معنی میں نہیں استعمال کیا جاتا تھا بلکہ ابھی تک ممتاز نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اوتار، رباطات اور حابین کے لئے بھی مستعمل تھا رحم کے متعلق اب بھی یہی خیال تھا کہ اس میں دو قرن ہوتے ہیں[1] ارسطو کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے قلب کو ذہنی تحریکات کا مرکز قرار دیا[2] اور اس کے غلط اثرات ایک عرصہ تک مذہبی عقیدے کی طرح قائم رہے۔ حالانکہ اس سے قبل الکمیان اور بقراط ذہانت کے مقام کو دماغ میں رکھ چکے تھے[3]

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ علم تشریح اور حیوانیات کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس نے نباتاتی، حیواناتی اور تشریحی تحقیقات کیں۔ اس نے حیاتیات کے بنیادی مسائل جنین، توارث، تغذیہ، نشوونما اور انتخاب پر بڑی صراحت سے واضح طریقہ پر آگاہ کیا۔ اس نے پودوں اور جانوروں کی ایک بہت سائنٹفک تقسیم کی اور نظریہ ارتقاء کا خاکہ پیش کیا (Scala Naturae) اس نے تولید اور توارث کے نظریات پیش کئے۔ توارث کی طرف ایک خاص واقعہ نے اس کی توجہ کو مبذول کیا۔ ایک سفید فام عورت اور ایک سیاہ فام مرد کے تین بچے تھے اور ان تینوں کا رنگ سفیدی میں اپنی ماں پر تھا اور خود انھوں کے سفید فام عورتوں سے شادیاں کیں۔ مگر جب ان میں سے ایک کے بچہ ہوا تو وہ سیاہ فام تھا گویا دادا کا اثر پوتے میں منتقل ہوا تھا۔ ارسطو اگرچہ اس پر پوری روشنی نہیں ڈال سکا ــــ بعد میں انیسویں صدی میں آسٹریا کے مینڈل (Mendel) نے اس مسئلہ کو حل کیا۔

ارسطو نے حیاتیاتی سائنس کے ایک حصہ کی حیثیت سے طب کی تنظیم کی۔ اس

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۴۱

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴۰

۳۔ شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۲۲

نے انسان کو ایک "جانور" قرار دیا" اور حیاتیات اور طب کے درمیان ایک رشتہ قائم کیا۔ اس کی ان تجربات میں ہم ارتقاء کا ایک بنیادی تصور دریافت کر سکتے ہیں۔ ڈارون نے اسے دنیا کا عظیم ترین نظری سائنسداں کہا ہے جس کے مقابلہ میں تمام دوسرے "صرف اسکول کے بچے" نظر آتے ہیں بلکہ[1] اس کو تقابلی تشریح کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ اس نے رحم کا تقابلی مطالعہ کیا۔ اس کے بہت سے تشریحی بیانات قابل تعریف ہیں۔ مثلاً شارک مچھلی کا عمل تولید خصوصاً اس کا مشیمی نشو ونما (اسی طرح چوزہ کا مشیمی نشو ونما بھی۔ میجر) اور جگالی کرنے والے جانوروں کا معدہ وغیرہ[2]

جنین کی نشو ونما کے مطالعہ میں اس نے معلوم کیا کہ جنین میں سب سے پہلے خاص جنس Genus کی علامات پھر خاص نوع Species کی علامات اور آخر میں اس کی اپنی ذاتی علامات پیدا ہوتی ہیں۔ جس کے سبب اسے دوسروں سے ممتاز کیا جا سکتا ہے۔ انیسویں صدی میں جرمن ماہر حیاتیات Baer بیر نے اس کی تصدیق کی۔

تشریح تقابلی Comparative Anatomy کے بانی کی حیثیت سے ارسطو کا مقام بہت بلند ہے۔ حیوانیات کے اس عالم نے اپنے شاگرد اسکندر اعظم کی مدد سے ایشیا کے تمام حصوں سے بہت سے حیوانات ایتھنز میں جمع کرنے کے بعد انہیں اپنی تحقیقات کا ذریعہ بنایا[3] جسمانی ساخت، بناوٹ اور اعضاء کی نوعیتوں کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کی۔ ان میں سے بعض آج تک رائج ہیں۔ اس نے ظاہر کیا کہ ادنیٰ درجہ کے نباتات سے لے کر اعلیٰ درجہ کے حیوانات تک میں ایک سلسلہ اور تعلق قائم رہتا ہے، اور یہ بالکل نہیں کہا جا سکتا کہ حیوانات کی ابتدا کہاں سے شروع ہوتی

۱۔ اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین صفحہ ۲۸

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲۸

۳۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۲۴

اور نباتات کی انتہا کہاں ختم ہوئی۔ اس لئے کہ بعض حیوانات اور نباتات یکساں خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں اور انہیں کسی طرح بھی حیوانات یا نباتات کے زمرہ میں آسانی سے رکھنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔"[1] یہ اس کی ایک غلطی تھی کہ وہ نباتات کی جنس کا قائل نہیں تھا۔[2] اور اسی طرح یہ کہ وہ بے جان سے جان پیدا ہونے کا قائل تھا اور نچلے درجہ کے جانوروں کے خود بخود پیدا ہو جانے پر یقین رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ برسات میں جو کیچوؤں وغیرہ کی کثرت ہوتی ہے تو یہ ماں باپ کے بغیر مٹی میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔

ڈسیکشن کا آغاز

تشریحی مطالعہ کے لئے انسانی لاشوں کے ڈسیکشن کا آغاز کس زمانے سے ہوا یہ تشریح کی تاریخ کا ایک اہم سوال ہے، جس کے متعلق مورخین نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اکثر تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ سکندر اعظم کے انتقال کے بعد (۳۲۴ ق م) جب اس کا بہنوئی بطلیمس ساٹر مصر کا بادشاہ ہوا تو اس نے علوم و فنون کی ترقیات میں زبردست حصہ ادا کیا۔ ارسطو کی کوششوں سے ایک طبی دارالعلوم قائم کیا گیا، اور جسے جانشین بطالمہ کی طرف سے ہر طریقہ پر ترقی دی جاتی رہی۔ اور انتہائی دلچسپی کے ساتھ علم، مطالعہ، تحقیق اور تجربات کے مراحل انجام پاتے رہے۔ یہ طبی دارالعلوم اتنے طویل عرصہ تک جاری رہا اور اس نے اتنی بلند شہرت حاصل کی کہ پانچ سو برس گذر جانے کے باوجود جالینوس کے زمانہ میں بھی اسکندریہ میں تعلیم حاصل کرنا نہایت فخر اور اعزاز کی بات سمجھی جاتی تھی۔ انسانی لاش کا ڈسیکشن جو ہمیشہ سے ممنوع چلا آرہا تھا یہاں اس کے مطالعہ کی سرکاری طور پر اجازت دی گئی اور تاریخ میں پہلی مرتبہ بڑے پیمانے پر انسانی لاش کے ڈسیکشن کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے نتیجہ میں دو بڑے ماہرین تشریح ہیروفیلوس اور ایراسیسٹراٹس کے نام سرفہرست ہیں۔[2]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۰

۲۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۲۹

مگر خود ارسطو نے انسانی جسم کے ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے ہیں یا نہیں، اس سلسلہ میں مؤرخین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ارسطو کی معلومات کا انحصار غیر انسانی مخلوق کے ڈسیکشن پر ہے جن کے ڈسیکشن کا سلسلہ پہلے سے جاری تھا۔ چنانچہ سر ولیم آسلر لکھتا ہے۔

"الکمیان، دیمقراطیس، دیوجانس اور دوسروں کے ذریعہ ڈسیکشن کا شروع ہی سے بڑے پیمانے پر سلسلہ قائم تھا۔ البتہ انسانی لاش ابھی تک مذہبی مخالفت کی وجہ سے تشریح کے لئے استعمال نہیں کی جا سکی تھی۔ ارسطو اقرار کرتا ہے کہ انسان کے اندرونی حصوں کے متعلق اسے سب سے کم معلومات حاصل ہیں اور اس نے انسانی گردوں اور رحم کو کبھی نہیں دیکھا تھا[1]"

اور لوٹا ایل بٹمین بھی تلب سے متعلق ارسطو کی غلطی کی وجہ سے اسی رائے کے حق میں ہے[2] اسی طرح پائنٹر اور کیلے نے لکھا ہے کہ ارسطو کے زمانہ میں انسانی ڈسیکشن یونان میں ممنوع تھا اور اس کے بعد اسکندریہ میں دو یونانی ماہرین تشریح ہیروفیلس اور اراسسطراطس نے انسانی جسموں کا ڈسیکشن شروع کیا[3]

لیکن علامہ علی حسین گیلانی کے بیان سے اس خیال کی نفی ہوتی ہے اور ارسطو کے متعلق انسانی لاشوں کے ڈسیکشن کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

وقد صادف ارسطاطالیس فی تشریحه رأس انسان کان من عظم واحد لیس فیه درز اصلا وهذا من النوادر[4]	ارسطو نے لاش چیرتے ہوئے ایک ایسی کھوپڑی پائی تھی جس میں صرف ایک ہڈی تھی اور کوئی درز موجود نہیں تھی، حالانکہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوا کرتا ہے۔

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۶۹
۲۔ اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین صفحہ ۲۸
۳۔ اے ہسٹری آف میڈیسین۔ ائنٹر و کیلے۔ صفحہ ۱۸
۴۔ جامع الشکھو، حصہ اول، صفحہ ۲۰۱

جیسا کہ کبھی بڑھاپے میں ہوتا ہے کہ کھوپڑی کی ہڈیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ان کی درزیں محسوس نہیں ہوتیں۔ اس حوالہ سے نہ صرف دارالعلوم اسکندریہ سے قبل ارسطو کے ڈسیکشن کی صراحت ہوتی ہے بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر درز کی کھوپڑی کا وجدان کے لئے تعجب خیز تھا اور وہ کھوپڑی میں درز پائے جانے کے قائل تھے۔

کرنل بھولا ناتھ نے اپنی کتاب علم وعمل طب میں ماہر علم الحیات پروفیسر ہکسلے کا[1] ایک قول نقل کیا ہے۔ اس سے بھی ارسطو کے انسانی لاش چیرنے کی تائید ہوتی ہے "آدمی کے دل کی تشریح جو ارسطو نے لکھی ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ اس نے انسان کے دل کا ضرور چیر کر معائنہ کیا ہوگا"[2]

لیکن ڈسیکشن کی اولیت کا شرف ارسطو کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اس سے بھی پہلے کیرس تاس کا باشندہ ڈیوکلیس جس کا زمانہ ۳۵۰ قبل مسیح کا ہے اور جو افلاطون کا ہم عصر تھا انسانی لاش کو ڈسیکشن کے لئے استعمال کر چکا تھا[3] اس کا زمانہ گویا چوتھی صدی قبل مسیح کی پہلی تہائی کا ہے جبکہ ارسطو اسی صدی کے نصف آخر سے تعلق رکھتا ہے۔

مگر یہ سلسلہ اس پر بھی ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں انسانی لاش کے ڈسیکشن کا اس سے بھی قدیم حوالہ موجود ہے۔ کیمبل لکھتا ہے۔

"اسکندریہ میں واقع بطالمہ کے تشریحی اسکول سے کئی صدی قبل چینی طبیب پن چائی او (Pien Ch'iao) نے مردوں کے ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے

۱۔ ہکسلے علم الحیات اور علم الآثار کا ایک مشہور فاضل تھا۔ ۱۸۶۳ء میں کتابی صورت میں اس کے لیکچروں کا ایک مجموعہ "فطرت میں انسان کا درجہ Man's Place in Nature" شائع ہوا ہے۔ اس کی سوانح دو ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ہے۔

۲۔ علم وعمل طب۔ صفحہ ۳۴ (مفید عام پریس لاہور ۱۹۱۵ء)

۳۔ اوریئنٹ میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۱۲

ہیں۔ اس نے اپنی تحقیقاتی تفصیلات کو ایک کتاب "علم النبض" میں بیان کیا ہے۔ موجودہ دور کے چینی اطبا سے بھی اس دعوی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پن چائی او کو چین کا جالینوس کہا جاتا ہے۔ چینی طب اور فلاسفی کے عربی اور قرون وسطی کی مغربی طب سے رشتہ کی تاریخ ابھی تک واضح نہیں ہو سکی ہے[۱]۔"

میں سمجھتا تھا کہ باقاعدہ نام کے حوالے کے ساتھ یہ ہمارے پاس سب سے قدیم تاریخی ثبوت ہے اور یونہی بغیر کسی صراحت کے پرانے ہندی اطبا اور قدیم مصریوں کے بارے میں یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ انہوں نے تشریحی مقاصد کے لئے انسانی لاشوں کو استعمال کیا ہے[۲] لیکن بعد کے مطالعہ سے یہ تحقیق صحیح ثابت نہیں ہو سکی۔ اور ایک تاریخی ثبوت نے اولیت کا یہ تاج پن چائی او کے سر سے اتار لیا۔ تشریح کی تاریخ اور ہندی طب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ انکشاف بہت اہم ہوگا کہ یہ قدیم ثبوت عظیم ہندی طبیب سسرت سے متعلق ہے۔

"منو کے مجموعہ قوانین کے مطابق اگرچہ مردہ جسم کا امتحان ممنوع تھا، کوئی بھی شخص جس نے لاش کو چھوا ہے اسے پاکی حاصل کرنے کے واسطے غسل اور مذہبی رسوم کی ادائگی ضروری تھی۔ مگر اس سختی کے باوجود وہاں یہ ثبوت ہے کہ سسرت نے ان احکامات کی نافرمانی کی اور مردہ جسم کا امتحان کیا[۳]۔"

تشریح کے حصہ میں سسرت ڈسیکشن کی ہدایت دیتے ہوئے لکھتا ہے: "آنتوں کو فضلات سے صاف کرنا چاہیئے۔ جسم کو ایک ایسے پنجرے میں رکھنا چاہیئے جو گھاس کے تختے یا سن سے ڈھکا ہوا ہو، اور ٹھہرے ہوئے پانی کے گڑھے میں سات روز کے لئے سڑنے کے واسطے چھوڑ دینا چاہیئے اور تب مشاہدہ نگار کو آہستہ سے سڑی ہوئی جلد اتارنا چاہیئے۔

۱۔ اربن میڈیسن۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۸

۲۔ جیسا کہ میں نے اپنے ایک ابتدائی مضمون میں اظہار خیال کیا تھا۔

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۶۷

اور احتیاط سے خود اپنی آنکھوں سے تمام مختلف اعضاء کو دیکھنا چاہیئے' ظاہری اور باطنی طب
اب یہاں تاریخی طور پر جس طرح سسرت کا زمانہ غیر یقینی اور اپنے تعین میں تحقیق طلب ہے اسی طرح پن چائی اد کا زمانہ بھی اپنی جگہ بہت قابل لحاظ ہے ۔ اور اس کے متعلق خود کوئی قطعی رائے نہیں قائم کی جاسکتی ہے[۱] مگر یہاں یہ ملحوظ رکھے جانے کے لائق ہے کہ انسانی ڈسیکشن کی اجازت اور اس کی طرف متوجہ کرانے کا سب سے قدیم تاریخی حوالہ چینی طب میں ملتا ہے ۔ جیساکہ " قانون طب " میں شہنشاہ ہنگ ڈی کے وزیر چی پے کا بیان ظاہر کرتا ہے ۔ اس تصنیف کا زمانہ ۲۵۹۸ - ۲۶۹۸ ق م بتایا جاتا ہے جو بہت قدیم ہے ۔

بہر حال ڈسیکشن کے سلسلہ میں یہ انفرادی اور محدود کوششیں تھیں جو مختلف زمانوں میں کی گئیں ۔ مگر ارسطو کے لئے سب سے زیادہ باعث فخر یہ ہے کہ اس نے نہ صرف خود انسانی لاش کا ڈسیکشن کیا بلکہ آئندہ کے لئے علانیہ اور اجتماعی طور پر حکومت کی اجازت سے اس کی زمین ہموار کرنے کے اہتمامات کئے جس کے بعد علم تشریح کے باقاعدہ مطالعہ کا آغاز ہوا اور اس کو اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ آگے بڑھنے کا موقع ملا ۔

جارج سارٹان نے جالینوس کے حوالے سے ہیروفیلوس کے متعلق لکھا ہے کہ " وہ پہلا شخص ہے جس نے انسانی ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے ہیں " اس حوالہ سے ایک

---

۱ - ہسٹری آف میڈیسین ۔ میجر ۔ اول ۔ صفحہ ۶۹

۲ - میجر نے پن چائی اد کا زمانہ ۲۵۵ ق م لکھا ہے ۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔ اول ۔ صفحہ ۸۸ ۔ اس نے اس سلسلہ میں مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ پن چائی اد دراصل چاؤ Chau سلطنت کا ایک افسانوی شخص تھا اور پھر بعد میں یہ ایک اصطلاح ہو گئی جو تمام مشہور اطبا کے لئے استعمال کی جانے لگی ۔ ہسٹری آف میڈیسین اوّل صفحہ ۸۹ ۔ کیمبل نے کوئی تفصیل ظاہر کئے بغیر صرف پن چائی اد لکھ دیا ہے جس کا اطلاق کسی ایک پر کرنا ظاہر ہے مشکل ہے اور نہ اس سے زمانہ کے صحیح تعین پر ہی روشنی پڑتی ہے ۔

قسم کی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے اور بعض لوگوں نے ہیروفیلوس کو ہی پہلا مشرح خیال کیا ہے۔ جالینوس کی اس روایت کے سلسلہ میں میجر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کا مطلب غالباً "پبلک ڈسیکشن سے ہے جس کی ابتدا کہ ہیروفیلوس سے ہوئی ہے[1]" اور جو ارسطو کی کوششوں کا نتیجہ تھا، ورنہ جہاں تک نفس ڈسیکشن کا تعلق ہے اس کا آغاز ہیروفیلوس سے کہیں پہلے ہو چکا تھا۔

اس موضوع سے متعلق ارسطو کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں جنہیں قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے بیان کیا ہے[2]

۱۔ کتاب فی اتخاذ الحیوان المواضع لیاوی الیہا ویکمن فیہا ایک مقالہ میں ہے۔ اس کا نام اس نے "فاری طوفولین" رکھا تھا۔

۲۔ کتاب فی حرکۃ الحیوانات وتشریحہا۔ جو قیبناؤس طبین زواؤن اناطومن کے نام سے سات مقالوں میں ہے۔

۳۔ کتاب فی طبائع الحیوان۔ دس مقالوں میں۔

۴۔ کتاب فی الاعضاء التی بہا الحیٰوۃ "زوالیقون موریون" چار مقالوں میں۔

۵۔ کتاب فی کون الحیوان "فاری زواغنا ساؤس" پانچ مقالوں میں۔

۶۔ کتاب فی حرکات الحیوان المکانیۃ علی الارض "فاری بورلیس" ایک مقالہ میں

۷۔ کتاب فی طول اعمار الحیوان وقصرہا۔ ایک مقالہ میں۔

۸۔ کتاب فی الحیات والموات۔ ایک مقالہ میں۔

۹۔ کتاب فی تناسل الحیوان۔ دو مقالوں میں۔

۱۰۔ کتاب الحیوان۔ انیس مقالوں میں۔

۱۱۔ کتاب نعت الحیوانات الغیر ناطقۃ وما فیہا من المنافع والمضار وغیر ذالک۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر اوّل۔ صفحہ ۱۴۳

۲۔ اخبار الحکماء۔ قفطی۔ صفحہ ۳۳ تا ۳۵ اور طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۶ تا ۶۱

ان میں کتاب الحیوان ہر دور میں اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے ماخذ بنی رہی ہے۔ ابن البطریق نے اس کا عربی ترجمہ کیا۔ اس کا قدیم سریانی میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے نیقولاؤس نے اس کا ملخص تیار کیا تھا جسے ابوعلی بن زرعہ نے عربی میں منتقل کیا۔[1]

ارسطو نے ابتدائی تعلیم کے بعد ایتھنز پہنچ کر افلاطون کے علمی ادارہ میں داخلہ لیا۔ یہ علمی ادارہ اکاڈیمس Academius نامی ایک شخص کے باغ میں ہونے کی وجہ سے اکادمی Academy کہلاتا تھا۔ بعد میں یہ لفظ اتنا مقبول ہوا کہ مختلف زبانوں میں ہر علمی ادارہ کو اکادمی کہا جانے لگا۔ افلاطون کی اکادمی اس زمانہ کی علمی دلچسپیوں کا اعلیٰ مرکز تھی، اور اس سے اس عہد کے گرامی منزلت افراد متعلق تھے۔ ارسطو کا یہاں تقریباً بیس برس قیام رہا اور اگرچہ افلاطون کی زندگی میں وہ اس کا متبع رہا لیکن اس کی روشنی طبع نے اسے اکادمی کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا۔

ارسطو چونکہ ایک طبیب تھا اس لئے اس کے یہاں تجربات و مشاہدات کے مطالعہ کی بڑی اہمیت تھی۔ افلاطون کی طرح مجرد اصولوں اور خالص عقل کو بنیاد بنانے کے بجائے وہ اشیاء کی حقیقت و ماہیت معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ ارسطو پر افلاطون کی تعلیمات کا اثر نہیں ہے بقول ورنر جیگر WERNER JAEGER "ارسطو کی جدتیں اس کے فلسفہ کا صرف آدھا حصہ ہیں باقی بڑی حد تک افلاطون کا ترکہ ہے"۔[2]

ایتھنز میں ارسطو نے لی سے ام LYCEUM کے نام سے ایک اکادمی قائم کی، درس دیتے وقت اس کے برابر ٹہلتے رہنے کی وجہ سے اسے مشائیہ Peripates نام بھی دیا گیا ہے۔ اور اس سے متعلق فلاسفہ کو مشائی کہا گیا ہے۔ "لی سے ام قائم کرنے سے اکادمی کی مخالفت مقصود نہ تھی، اکادمی کا ذہنی رجحان دوسرا تھا، لی سے ام کے علمی اصول اور تھے۔ ارسطو اس سے علیحدہ ہونے پر مجبور تھا، کیونکہ اس کے اور افلاطون کے طرز خیال اور علمی نقطۂ نظر میں رفتہ رفتہ زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔ افلاطون کو فلک پیمائی کا شوق تھا، ارسطو کو جہاں گردی کا، افلاطون علم کو تصوف اور مافوق الطبیعیات کا پیش خیمہ بنانا چاہتا تھا، ارسطو تجربے اور نئی معلومات سے علم کو فروغ دینا چاہتا تھا۔ دونوں نے اپنے اپنے رنگ میں کمال حاصل کیا۔ افلاطون نے انسان کے ضمیر کو روشن کیا، ارسطو نے دماغ کو۔ افلاطون اخلاق اور مذہبی تفکر کا بانی ہے،

۱۔ اخبار الحکماء۔ قفطی صفحہ ۳۱

۲۔ تاریخ فلسفہ و سیاسیات۔ صفحہ ۴۰ بحوالہ ARISTOTLES, WERNER JAEGER صفحہ

ارسطو علمی تحقیق کا، افلاطون اپنی تصانیف میں یونان کے سب سے اعلیٰ روحانی خیالات کو یکجا کر گیا ہے۔ ارسطو نے یونان کے علوم کو مدون اور مرتب کیا، اور ہر علم کا موضوع معین کیا، اور اپنے بعد آنے والے ارباب کو علمی ترقی کی راہ بتا گیا۔"[1]

کلیرکس۔ کیلس تھینس

ارسطو کے تشریحی جانشینوں میں نیوبرگر نے سولوئی Soloi کے باشندے کلیرکس (Clearchos) کے علم العظام اور اولیتھس Olythos کے باشندے کیلس تھینس Callisthenes کی تشریح کا ذکر کیا ہے جن کی تصانیف ضائع ہو گئیں اور جن کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے [2]

پراکزیغورس

چوتھی صدی نصف آخر جو ارسطو کا دور ہے اس میں پراکزیغورس Praxagoras "IIPξ αγbPαS" (۳۴۰ ق م) ____ ایک گرامی منزلت شخصیت ہے۔ اس نے اذعانیت پسند اسکول کے سرپرست کی حیثیت سے اپنے استاد دیوکلیس کی جانشینی کی۔ اور تشخیص اور مقامی مرضیات کو ترقی دی۔ اس نے کہا تھا کہ جسمانی حرارت خلقی نہیں بلکہ اکتسابی ہوتی ہے [3] یہ پہلا یونانی طبیب ہے جس نے امراض میں نبض کے تغیرات کا زیادہ صحیح طریقہ پر مطالعہ کیا۔ اور تشخیص میں اس کی اہمیت کو واضح کیا [4] اس نے سب سے پہلے شرائن کو اوردہ سے بہت واضح طور پر ممتاز کیا (جبکہ پہلے اس کے متعلق

۱۔ تاریخ فلسفہ سیاست صفحہ ۵۹، ۶۰

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۱

۳۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۱۴۶

۴۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ اکرکنیکٹ۔ صفحہ ۶۰

محض اشارے کئے گئے تھے) اس سے قبل لفظ Arteria کا اطلاق صرف قصبۃ الریہ کے لئے کیا جاتا تھا لیکن اس نے شریان کو حامل ہوا خیال کرتے ہوئے اس لفظ کو شریان کے لئے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ یہ ہوا پھیپھڑوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے اور شعب سے ہو کر شریان ریوی کے واسطے سے قلب تک پہنچتی ہے۔ جہاں سے شرائن کے ذریعہ پھیل جاتی ہے۔ بعض قوت حیوانیہ اصلیہ کا نتیجہ ہے جو عروقی دیوار میں رہتی ہے۔

شریان کے کٹنے پر خون بہنے کے عمل کو اس نظریہ کی بنیاد پر حل کیا گیا تھا کہ اس کے کٹنے سے ایک غیر طبعی صورت پیدا ہوتی ہے جس سے کہ خون شریان میں پہنچ جاتا ہے — ہراکزیغورس کا یہ نظریہ سترہویں صدی تک قائم رہا[۱]

ارسطو شریان اور وریدکے درمیان کوئی فرق نہ محسوس کرتے ہوئے دونوں کو خون پر مشتمل خیال کرتا تھا۔ ہراکزیغورس نے ان کے درمیان فرق کرکے تسلیم کیا کہ نبضان صرف شرائن میں ہوتی ہے اور وردہ میں نہیں، لیکن وہ یہ سمجھتا رہا کہ خون صرف اوردہ ہی میں ہوتا ہے اور شرائن روح سے بھری ہوتی ہیں۔ جیسا کہ موت کے بعد اس نے انھیں خالی پایا تھا۔ اس نے یقین کیا کہ وہ ہوا سے مشابہ ایک رطوبت (روح کی ایک قسم) سے پُر ہوتی ہیں، جو ان کے نبضان کا باعث ہے۔ اس کی اس تحقیق کے بعد ہی سے لفظ Arteria جو ہوائی نالی کے معنی کی وجہ سے اب تک صرف قصبۃ الریہ کے لئے بولا جاتا تھا شریان کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔ البتہ اپنی دیواروں کے کھردرے پن اور ناہموار ہونے کی خصوصیت کی بنا پر قصبۃ الریہ کا نام (Arteria Trachia) یا ناہموار ہوا کی نالی ہو گیا۔ (جبکہ پہلے اس کا نام صرف Arteria تھا) آج کل انگریزی میں اسے خالی Trachia کہتے ہیں لیکن فرانسیسی میں اب بھی اس کے لئے لفظ Trachea Artere استعمال کیا جاتا ہے[۲]

۱۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۲۶، ۲۷۔

۲۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۲۷

اس نے دیوکلیس کی طرح قلب کو جان (Soul) کا مقام سمجھا اور یہ روح (Pneuma) کے ذریعہ اسے حس کے مرکز کی حیثیت سے خیال کیا۔ اس نے اعصاب کا مبدأ قلب تک تلاش کیا۔[1] مگر اس کے باوجود حسی عضو کی حیثیت سے ان کی شناخت ضروری کی۔ نہ انہیں عروق دمویہ اور اوتار سے بھی نمایاں طور پر علیحدہ نہیں کر سکا۔ دماغ کو وہ نخاع کا ایک تتمہ خیال کرتا تھا[2]

اس نے سب سے پہلے انسداد امعاء میں پیٹ کھول کر مسدود حصہ کو نکالنے اور ٹانکوں کے ذریعہ آنتوں کے سروں کو ملانے کی سفارش کی[3]

ہیروفیلوس اس کا شاگرد تھا اور پراکزیغورس کا اثر اس کے شاگرد کی تشریح میں دلچسپی سے ظاہر ہے[4]

پراکزیغورس کی متعدد دستاویزیں تشریح، منافع الاعضاء، علم الادویہ، تشخیص، غذا اور ورزش سے متعلق ہیں[5]

مینسی تھیس

اپنے وقت کا سب سے عظیم یونانی طبیب مینسی تھیس Mnesitheos Μνησίθεος پراکزیغورس کا شاگرد اور ایتھنز کا باشندہ تھا۔ اس کا زمانہ چوتھی صدی کے نصف آخر یا شاید آخر چوتھائی کا ہے۔ اس نے ایک طبی ملخص تیار کیا جو بیماریوں کی تقسیم پر طبع زاد خیالات کا مجموعہ تھا۔ غذا پر بھی اس کا ایک رسالہ ہے۔ اس نے

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۷
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۱
۳۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۷۲
۴۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۳
۵۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۷

جانوروں پر تشریحی تحقیقات کیں۔ جالینوس اور اوریباسیوس نے اس کے حوالے پیش کیے ہیں [۱]

زینوفن ـ پلیسٹونکوس ـ فیلوٹیمس ـ ڈیوچیس

از عابیت پسند طبقہ کے رہنماؤں کریسپاس، ڈیوکلیس اور پراکزیغورس نے جو راہیں بنائی تھیں، ان کے شاگردوں اور جانشینوں نے ان کی اتباع کی۔ اور تشریح، علم الادویہ، اور علم الاغذیہ کو زیادہ تکمیل تک پہنچایا۔ جس سے بعد میں سائنٹفک ترقی میں بہت آسانی ہوئی۔ زینوفن Xenophon of Cos (یہ بقراط کا شاگرد تھا) پلیسٹونکوس Pleistonicos فیلوٹیمس Philotimos ایتھنس کے ڈیوچیس Dieuches of Athens اس لحاظ سے بعد کے مصنفین کے لئے لائق تحسین و ستائش تھے [۲] بدقسمتی سے ان افراد کے تشریحی کارناموں کی تفصیلات تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں لیکن اتنی جگہ یہ بھی غنیمت ہے کہ ہم تشریح کے تاریخی سلسلہ میں ان کے نام لینے کے قابل ہیں۔

تیسری صدی قبل مسیح

چوتھی صدی میں یونان کا مدینۃ الحکماء ایتھنز علمی دلچسپیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ تیسری صدی کی ابتدا میں یہ مرکزیت اسکندریہ [۳] منتقل ہو گئی۔ اور اسکندریہ دنیا کی علمی اور تہذیبی اقدار کا گہوارہ بن گیا۔ اور یہاں سے علم تشریح کے ایک نئے اور کمال آفریں

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول، صفحہ ۱۴۶
۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۶۸
۳۔ ایرانی Cyrus کے بیٹے Cambyses نے مصر کو فتح اور پامال کیا۔ تیسری سلطنت ۴۰۰ ق م آخری ملکی حکومت تھی۔ ایرانیوں کے بعد پھر بربریوں اور Ochus نے اس تباہی اور پامالی میں مزید اضافہ کیا اور جب سکندر مصر میں داخل ہوا تو وہاں اسکا خوب استقبال کیا گیا۔ ۳۳۲ ق م میں اس نے اسکندریہ آباد کیا جس نے علمی لحاظ سے ایتھنز کی جانشینی کی اور پھر ۳۰ ق م میں قلوپطرہ کے بعد مصر محض روم کا ایک صوبہ ہو کر رہ گیا (شارٹ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۱۲)

دَور کا آغاز ہوا۔

اس دَور کے تین جلیل القدر افراد اقلیدس Euclid ہیروفیلوس اور مینتھون Manethon کے صحیح زمانہ کا تعین نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن اتنا مسلمہ ہے کہ یہ پہلے بطلیموسی شہنشاہ ساٹر Ptolemy I Soter کے عہد میں ممتاز ہوئے جس نے مصر پر ۳۲۳ سے ۲۸۵ قبل مسیح تک حکومت کی ہے۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ ان کے بعض کام چوتھی صدی میں انجام پا چکے ہوں۔ لہذا یہ بالکل نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی علمی تحریکات تمام تر اسکندریہ ہی سے تعلق رکھتی ہیں [1]

میوزیم کا آغاز

تاؤفرسطس Theophrastus نے ایتھنز میں ارسطو کی یادگار کے طور پر ایک ادبی اور فنی اسکول قائم کیا تھا جو τόμουσεῖον Museum کے خاص نام سے موسوم کیا گیا۔ جس کے معنی ہیں عبادت گاہ اور جو موسیٰ (Muses) کی طرف منسوب تھا۔ اور یہ ممکن ہے کہ دوسرے علمی اسکولوں یا کلبوں نے اسی خاص موزوں نام کو منتخب کرلیا ہو۔ بہرحال میوزیم کا یہ نام ایک شخص کی یاد دلاتا ہے۔ پھر بعد کے زمانہ میں دوسرے تمام ادارے اسی نام سے موسوم کیے گئے۔

اسکندریہ میوزیم ولائبریری

عین اسی زمانہ میں جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں اسکندریہ میں پہلے (یا دوسرے بطلیموسی شہنشاہ (Ptolemy II Philadelphus کے زیر اہتمام ایک میوزیم قائم ہوا۔ اسکندریہ کا یہ میوزیم ایک قسم کی یونیورسٹی تھا۔ متعدد تحقیقی اداروں کا مجموعہ [2]

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴۹

۲۔ کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث اول۔ صفحہ ۲۰۸

جو درس کے کمروں، کھانے کے کمروں اور تنہا بیٹھ کر پڑھنے کے کمروں پر مشتمل تھا۔ اس میں ادبیات، علم حساب، علم ہیئت اور طب کے چار خاص شعبے تھے۔ یہاں اقلیدس ' Euclid ' نے اپنی جامیٹری کی امثال حل کیں۔ ہپارکس Hipparchos نے علم ہیئت کی بنیادیں قائم کیں۔ ارشمیدس (Archimedes) نے میکانک کے لئے اپنی اختراعی قوت کے بیرم کو استعمال کیا[1] اور ہیروفیلوس نے سات سو انسانی لاشیں چیر کر تشریح پر لازوال نقوش ثبت کئے۔

اس نئے شہر کے لئے انتہائی مایۂ فخر ایک لائبریری تھی۔ جسے دنیائے قدیم کی سب سے عظیم لائبریری شمار کیا گیا ہے۔ اس لائبریری میں ۹۰۰۰۰ کتابیں اور ۴۰۰۰۰۰ جلدیں موجود تھیں

میوزیم کی یہ عمارت بروشیئن میں واقع تھی جو شاہی محل کے نزدیک شہر کے اس حصہ کا نام تھا جہاں امرا و اعیان دولت آباد تھے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور اس کے چاروں طرف برآمدے بنے ہوئے تھے تاکہ لوگ ان میں چہل قدمی کرتے ہوئے مکالمہ کا لطف اٹھا سکیں اس کے کمروں میں جو سنگتراشی کی صنعت کے نمونے تھے بطلیموس دوم فلیڈ لفس کا کتب خانہ تھا اور چاروں طرف نہایت ہی حسین مجسمے اور دلربا تصویریں قرینے سے سجائی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بالآخر اس کتب خانہ میں چار لاکھ جلدیں جمع ہو گئیں اور جب رفتہ رفتہ مزید کتابوں کے رکھنے کی گنجائش باقی نہ رہی تو ایک اور کتب خانہ اس کے قریب سریپان Serapium یعنی سریپس کے مندر میں قائم کیا گیا۔ اس دوسرے کتب خانہ میں جو پہلے کتب خانہ کا بچہ کہلاتا تھا آخر میں تین لاکھ کتابیں جمع ہو گئیں۔ اس حساب سے گویا ان دونوں شاہی کتب خانوں میں سات لاکھ کتابیں موجود تھیں[2]

مصر کی ملکہ قلوپطرہ (Cleopetra) کی حمایت میں رومی بادشاہ جولیس سیزر

۱۔ پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۳۰

۲۔ معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۲۵

(JULIUS CAESAR ۴۸ ق م) نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو یہ کتب خانہ برباد ہو گیا۔ اس نقصان عظیم کی تلافی کے لئے مارک انٹونی نے علم دوست یومینیز شاہ پرگمس (PERGAMUS) کا جمع کیا ہوا کتب خانہ ملکہ قلوپطرہ کی نذر کیا۔ حالانکہ ابتداً یہ کتب خانہ بطلیموسی کتب خانہ کی مسالقت کے خیال سے قائم کیا گیا تھا مگر جب یہ قلوپطرہ کے ہاتھ لگا تو اسے سیراپیس کے کتب خانہ میں ضم کر دیا گیا[1] اور پھر مذہبی جنون کے نتیجہ میں شہنشاہ تھیوڈوسیس (Theodosius) کے فرمان کے مطابق پادری تھیافیلس (Theophilos) نے ۳۸۹ بعد مسیح میں سیراپین کے اس کتب خانہ کو بھی تباہ کر دیا۔ اللہ اس طرح وہ عظیم الشان اور قدیم کتب خانہ جس کو ابتدا ان سلسلہ بطلیموسیہ نے جمع کیا تھا اور جو جولیس سیزر کی آتش زنی سے بچ رہا تھا اس جاہل اور متعصب پادری کے ہاتھوں برباد ہو گیا[2] اس سے سترہ سال پہلے بھی ۲۷۳ بعد مسیح میں ارلیین کے حملہ کے وقت یہ کتب خانہ تباہی سے محفوظ نہیں رہ سکا تھا۔[3]

پانچویں صدی عیسوی کا ایک شہرۂ آفاق اسپینی مورخ اوروسئیس جس نے ۴۱۲ء میں آگسٹائن کی ملاقات کی غرض سے افریقہ کا سفر کیا تھا۔ صاف الفاظ میں جن کی کوئی دوسری تاویل نہیں ہو سکتی بیان کرتا ہے کہ سینٹ سایرل (St Cyril) کا چچا تھیافیلس (Theophilos)، جب شہنشاہ تھیوڈوسیس سے کتب خانہ کی بربادی کا فرمان حاصل کر کے تمام کتابوں کو ضائع کر چکا تو اس کے بیس سال بعد اس نے کتابوں کی الماریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ سب کی سب خالی تھیں اور ان میں ایک کتاب باقی نہ تھی[4] ان واضح ثبوت اور حقائق کی روشنی میں

۱۔ معرکہ مذہب و سائنس۔ صفحہ ۴۸

۲۔ " " " " ۵۷

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۷

۴۔ معرکہ مذہب و سائنس۔ صفحہ ۱۴۸

خود ڈریپر یا کسی دوسرے کا مسلمانوں پر اس کتب خانہ کو تباہ کرنے کا الزام بالکل مضحکہ خیز نظر آتا ہے۔

اسکندریہ کے اس کتب خانہ کی تباہی سے متعلق یورپ کے بعض مورخین نے بڑا مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کی ساری ذمہ داری مسلمانوں کے سر ڈالنے کے لئے ایک پورا افسانہ گڑھا ہے جس کے پس منظر میں صرف یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مسلمانوں سے منسوب کرکے اپنی ایک مذموم حرکت پر پردہ ڈال دیا جائے۔

ایک عرصہ تک یہ غلط فہمی عام رہی۔ لیکن علمی اور تحقیقی مذاق پیدا ہونے کے بعد یورپ ہی کے بعض مورخین کو اس روایت کی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے حقائق کے پیش نظر اسے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اردو میں دوسروں کے علاوہ علامہ شبلی مرحوم نے اس کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے سارے پہلوؤں پر تحقیقی نگاہ ڈالی ہے۔ ان کے مضمون کی موجودگی میں اس موضوع پر مزید لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ البتہ اپنی تائید میں انہوں نے جن مغربی محققین کو پیش کیا ہے ان کے علاوہ جو دوسرے نام میرے مطالعہ میں آئے ہیں انہیں اضافہ اور تائید مزید کے طور پر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ڈونلڈ کیمبل (DR DONALD CAMPBELL) لکھتا ہے۔

۶۴۰ء کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں عربوں نے اسکندریہ کی دوسری بڑی بیش قیمت لائبریری کو نذر آتش کیا۔ ایک غیر معتبر افسانہ کہ یونانی علوم پر مشتمل کتابیں اسکندریہ کے چار ہزار حماموں میں ایندھن کی طرح جلتی رہیں اور ان کی تعداد نے مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ اس جلنے والے مادے کو چھ مہینے سے زیادہ مدت تک استعمال کرتے رہے۔

اس جھوٹی روایت کی قطعی تائید نہیں کی جا سکتی ہے جیسا کہ گبن (GIBBON) ہم سے کہتا ہے کہ مذہبی جنون رکھنے والے عیسائی تقریباً تین سو سال پہلے اپنی تخریبی سرگرمیوں کے تحت یہ راستہ صاف کر چکے تھے اور پھر دوسری طرف ہم یہ پاتے ہیں کہ اسکندریہ اسکول کے آخری فرد جالینوس کی کتابیں موجود ہیں جس پر کہ اس کے اہم ستون تعمیر کئے گئے ہیں۔

جسے آج عربی طب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ـــــ اور یہ کہ بڑی تعداد میں خلفاء کی سرپرستی میں جالینوس اور کاذب جالینوس تصانیف مرتب کی گئیں اور ان کا عربی ترجمہ کیا گیا ـــــ یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں نے بڑی تعداد میں ان کتابوں کو تلف کیا ہو جو عیسائی تعلیمات پر مشتمل ہوں (لیکن اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے) اسکندریہ کی دوسری بڑی لائبریری کے جلنے کا سوال بہت زیادہ غیر محقق رہا ہے۔ تیرہویں صدی سے پہلے کسی عرب مصنف کے یہاں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا ہے۔"

براؤن (Brown) لکھتا ہے۔

"مسلمانوں پر کتب خانہ اسکندریہ کی تباہی کا الزام اگرچہ ایک مشہور افسانہ ہے لیکن تمام مستشرقین نے اس کو غلط ثابت کیا ہے۔ اس پر تعجب ہے کہ لکلارک (Leclerc) عربوں اور مسلمانوں کا حامی ہونے کے باوجود تاریخی حقیقت کے طور پر اسے تسلیم کرتا ہے۔ ۱۸۸۰ء میں مستشرقین کی چوتھی بین الاقوامی کانگریس کے اجلاس منعقدہ فلورنس میں مسٹر ایل کریہل (L. Krehl) نے اس الزام کی تردید میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں۔" گبن کی رائے ہے کہ مسلمانوں کے مصر فتح کرتے سے تین سو سال پہلے ہی پرجوش عیسائی اسکندریہ کی اس عظیم لائبریری کو تباہ کر چکے تھے۔"

فلپ کے ہٹی (P.K. HITTI) لکھتا ہے۔

"یہ قصہ کہ خلیفہ عمر کے حکم سے عمرو بن العاص چھ مہینے کے طویل عرصہ تک کتب خانہ اسکندریہ کی کتابوں کو شہر کے حماموں میں ایندھن کی طرح جلواتے رہے افسانوی اعتبار سے دلچسپ ضرور ہے لیکن تاریخ کی روشنی میں ذرا بھی قابل وقعت نہیں۔ مشہور بطلیموسی کتب خانہ جولیس سیزر کے ہاتھوں حضرت مسیح سے ۴۸ سال قبل ہی نذر آتش ہو چکا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسرا چھوٹا کتب خانہ (کتب خانہ اسکندریہ کے لئے ایک عمارت کافی نہیں ہو سکتی تھی اور اس کی کچھ کتابوں کو دوسری عمارت سیراپیم میں منتقل کیا گیا تھا) سیراپیم لائبریری کو چھوٹا کتب

۱۔ عربین میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل صفحہ ۳۲ و ۳۳

۲۔ عربین میڈیسین۔ براؤن۔ صفحہ ۱۸

خانہ کہا جاتا ہے) شہنشاہ تھیوڈوسیس Theodosius کے حکم سے ۳۸۹ء میں برباد کردیا گیا تھا اور عربوں کے اسکندریہ فتح کرنے کے وقت وہاں کوئی مشہور کتب خانہ موجود نہیں تھا اور نہ اس دور کے کسی مورخ ہی نے عمرو بن العاص یا حضرت عمرؓ پر اس کا الزام لگایا ہے۔ عبداللطیف متوفی ۶۲۹ھ ۱۲۳۱ء پہلا آدمی معلوم ہوتا ہے جس نے اس داستان کو بیان کیا، اس نے ایسا کیوں کیا، یہ ہم نہیں جانتے[1]، بہرحال بعد کے آنے والے مصنفین نے اس ترجمہ کو نقل کیا اور اس میں مبالغہ آمیزی کی۔"

علامہ شبلی مرحوم نے عبداللطیف بغدادی کے اس حوالے کے متعلق تفصیلی جواب دیا ہے[2] مجرا خرافات کرتا ہے۔

"مشہور اسکندریہ کتب خانہ کا کچھ حصہ جولیس سیزر (۴۷ - ۴۸ قبل مسیح) کی اسکندریہ کی کی مہم میں جل کر برباد ہوا اس کو دوبارہ ۲ - ۳ بعد مسیح میں اریلین Aurelian

---

۱ - ہسٹری آف عربس۔ صفحہ ۱۶۶

۲ عبداللطیف کے اس بیان کی حقیقت مولانا شبلی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔
"عبداللطیف نے مصر کی تاریخ کتاب الافادۃ و الاعتبار فی المشاهدۃ والحوادث المعاننۃ بارض مصر کے نام سے لکھی ہے۔ یہ کتاب اس نے ۱۰ رشعبان ۶۰۳ھ میں تمام کی اور اس کا موضوع صرف وہ حالات اور واقعات ہیں جو عبداللطیف نے خود مصر میں مشاہدہ کئے۔ اس میں ایک موقع پر عمود السواری کے لفظ سے ایک عنوان قائم کیا ہے، اس کے تمام حالات بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس ستون کے گرد چار سو اور چھوٹے چھوٹے ستون تھے۔ اور یہ عبارت لکھتے لکھتے آخر میں ضمناً یہ عبارت لکھی ہے

ویذکر ان هذا العمود من جملۃ الاعمدۃ کانت تحمل رواق ارسطا طالیس الذی کان یدرس بہ الحکمۃ	اور کہا جاتا ہے کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

(حملہ اربلین میں اسکندریہ کا بروشیئن علاقہ اور کتب خانہ کی عمارت بہت متاثر ہوئی تھی) کے ذریعہ نقصان پہنچا۔ اور ۳۸۹ بعد مسیح میں پادری تھیوفلس Theophilus کی سرکردگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

وان کان دار علم وفیہ خزانۃ کتب حرقہا عمرو بن العاص باشارۃ عمرو بن الخطاب۔ — کہتا تھا اور یہ کہ وہ دار العلم تھا اور اس میں وہ کتب خانہ تھا جس کو عمرو بن العاص نے عمر بن الخطاب کے اشارے سے جلا دیا۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عبد اللطیف نے اس واقعہ کو کس قیمت سے ذکر کیا ہے۔ عبد اللطیف کا یہ تمام قول "یذکر" کے تحت ہے۔ جس سے کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ وہ اس موقعہ کو مؤرخانہ حیثیت سے لکھتا ہے، یا اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مسٹر کریل جرمن اپنے مضمون میں عبد اللطیف کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "یہ بیان محض سبیل التذکرہ معلوم ہوتا ہے اور اس سے خاص کوئی غرض نہیں معلوم ہوتی، یہ کسی خاص اصل واقعہ کو یاد دلانا نہیں ہے بلکہ محض ایک مشہوریات کا اعادہ کرنا ہے جس کو اس زمانہ کے سیاحوں نے بار بار کہا ہے اور یہ من قبیل اسی قسم کی غیر معتبر اور خلاف نقل بیانات کے ہے جو زمانہ وسطی کے سیاحوں میں بیت المقدس کے مقام کے بارے میں مشہور تھے"!

ایک مزے کی بات یہ ہے کہ عبد اللطیف نے چونکہ بازاری گپوں کا ذکر کیا ہے، اسلئے حملہ میں جتنے واقعات بیان کئے اتفاق سے سب غلط تھے، نہ یہ مقام ارسطو کا رواق تھا، نہ ارسطو نے کبھی وہاں درس دیا۔ ایک مضمون نگار نے جس نے اسپیکٹو مورخہ ۱۲ جون میں اس مضمون پر ایک بحث لکھی ہے، عبد اللطیف کے بیان کی غلطی پر عجیب لطف سے استدلال کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ کتب خانہ کا جلایا جانا تو ایک طرف عبد اللطیف نے اس کے ساتھ اور جو واقعات بیان ہیں وہ کون سے سچے ہیں!!!"

مقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸

اس واقعہ کی تحقیق سے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی کا مضمون "کتب خانہ اسکندریہ" ماہنامہ "الندوہ" اگست ۱۹۱۰ء بھی قابل ملاحظہ ہے۔

میں غیر اہل کتاب کے خلاف جنگ کرتے ہوئے عیسائیوں نے اس کتب خانہ کو لوٹا۔ یہ مشہور کہانی کہ عربی سپہ سالار عمرو بن العاص کے ذریعہ ۶۴۰ء میں اسے جلایا گیا۔ اس لئے کہ قرآن تمام ضروری علم پر مشتمل ہے " صریحی طور پر قابل اعتبار شرائط کی محتاج ہے۔"[1]

جی ایچ بوشنل کے مطابق:

"سی ایس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جولیس سیزر کے ہاتھوں جہازوں کے بیڑوں کے ساتھ جو کتابیں نذر آتش ہوئیں ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔"

مشہور طبی مورخ نیوبرگر ایک پس منظر کے ساتھ لکھتا ہے۔

چرچ کی طرف سے ہمیشہ غیر اہل کتاب اور لامذہب یونانیوں کی مخالفت کی گئی اور اس سلسلہ میں شہنشاہ جولیس کی طرف سے جن گری ہوئی حرکتوں کا مظاہرہ کیا گیا وہ خود ہزاروں طور پر دہریت اور لامذہبیت سے متعلق تھیں۔

اسی مخالفت کے تحت عیسائی عصبیت کا رخ حکماء اور فلاسفہ کی طرف ہوا جس کی پاداش میں کہ خصوصاً یونانی علوم و فنون کی آخری رہائش گاہ اسکندریہ لائبریری عیسائی ہجوم کے ہاتھوں برباد ہوئی۔[2]

کتب خانہ اسکندریہ کو تباہ کرنے والے پادری تھیافیلس کے بعد اسکندریہ کی مذہبی پیشوائی اس کے بھتیجے سینٹ سایرل کو ملی۔ جس نے مذہبی حلقوں میں اپنی پر تاثیر تقریروں سے کافی ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ لیکن ایک عورت ہائی پیشیا سے اس کی ہر دلعزیزی کو ٹھیس پہنچ رہی تھی۔ اس کا باپ تھیان بڑے پایہ کا مہندس تھا اور یہ نہ صرف افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی شارح تھی بلکہ اپالونیس اور دوسرے مہندسوں کی تصانیف پر بھی اس نے عالمانہ شرحیں لکھی تھیں۔ اس کے مدرسہ کے سامنے روزانہ امراء و اعیان کا ہجوم رہتا تھا۔ اور اسکندریہ کے تمام وضیع و شریف اس کی شاگردی کا دم بھرتے تھے۔ ہائی پیشیا اور سایرل! ایک کو علم و حکمت میں تبحر دوسرے کو جہل و تعصب میں توغل! بھلا اجتماع ضدین کیونکر ممکن تھا؟ سایرل نے اپنی مشیخت کا چراغ اس کے آگے گل ہوتے دیکھ کر اس

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۷

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۹۷

کے خاتمہ کا فیصلہ کیا۔ ایک دن جب وہ مدرسہ جا رہی تھی تو بہت سے پادریوں نے اسے آ گھیرا اور بڑی بے دردی سے اسے ختم کر دیا۔ اس خوفناک جرم کے متعلق' سایرل سے جواب تک نہیں لیا گیا گویا یہ تسلیم کر لیا گیا کہ مقصد محمود تھا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی یونانی فلسفہ کا اسکندریہ سے چرچا اٹھ گیا اور اس علم کا جس کی اشاعت کے لئے فرمانروایان بطلیموسیہ نے اس قدر کوششیں کی تھیں قبل از وقت خاتمہ ہو گیا۔ "سیریپن" کا کتب خانہ برباد ہو ہی چکا تھا۔ جو کچھ رہی سہی امنگیں فلسفہ و حکمت کے اکتساب کی دلوں میں باقی تھیں۔ ان کا ہائی پیشیا کے عبرتناک انجام نے یوں خون کر دیا۔ انسانی خیال کے پاؤں میں مذہب نے بیڑیاں ڈال دیں آزادی خیال کا خاتمہ ہو گیا۔ غرض ۴۱۴ء وہ تاریخ ہے جبکہ انسان کو متنبہ کر دیا گیا کہ ہر شخص صرف انہی خیالات کو ذہن میں جگہ دے سکتا ہے جس کی اجازت حکام کلیسا صادر کریں[1]۔

پادری تھیا فیلس اور اس کے بھتیجے سینٹ سایرل کی علم دشمنی اور مذہبی جنون کے اندازہ کے لئے یہ حوالہ بہت کافی ہے۔ اس کے بعد ساتویں صدی میں مسلمان ایک نئی زندہ اور باشعور قوم کی حیثیت سے ابھرے اور انہوں نے اپنے دور عروج میں ان تمام علوم کی پوری شان و کمال کے ساتھ سرپرستی کی۔

اسکندریہ دارالعلوم

طب کی سائنٹفک ترقیات اور انسانی جسم کی ساخت کے مطالعہ میں اسکندریہ کے طبی دارالعلوم کی مساعی علمیہ نے ہمیشہ باقی رہنے والے اثرات نافذ کئے۔ ابتدائی اسکندرانی زمانہ یونانی طب کی تاریخ کا وہ واحد دور ہے جس میں ڈسیکشن کو قانونی حیثیت حاصل تھی۔ اور جس نے تشریح اور علم جراحت کی معلومات کے لئے بہت زیادہ قابل اطمینان نتائج مرتب کئے[2]۔

۱۔ معرکہ مذہب و سائنس۔ صفحہ ۷۶ و ۷۷

۲۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۶۰

بطالمہ کی طرف سے تشریحی مطالعہ کے لئے نہ صرف ڈیسکشن کی عام اجازت دے دی گئی تھی، بلکہ اگر ہم بعض مصنفین پر اعتماد کریں تو تشریح زندہ Vivisection کی بھی بلے چنانچہ نیوبرگر لکھتا ہے، "قدیم مورخ کیلسس (Calsus) کی اطلاع کے مطابق بطالمہ نے مجرمین پر تشریح زندہ کے عمل کی بھی اجازت دے دی تھی تاکہ زندگی کی حالت میں مختلف اعضاء کے مقام، رنگ، شکل، حجم، ترتیب، سختی، نرمی، چکنا پن، بیرونی سطح، اسی طرح ابھار اور خم کا مطالعہ کیا جا سکے۔" اس خوفناک چیز کے متعلق مخالفین کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ "اس فعل نے صرف طب ہی کی طرف سے بدظنی و بے اعتباری نہیں پیدا کی بلکہ یوں بھی یہ ایک فضول چیز تھی۔ اس لئے کہ زندگی کی حالت میں بطن کو کھولا گیا، حجاب حاجز کو تقسیم کیا اور صدر تک پہنچا گیا اور قبل اس کے کہ سائنسی چیزیں معلوم کی جا سکیں انسان ختم ہو چکا تھا۔" ان بیانات کو اپنے تاریخی سلسلہ کے اعتبار سے جالینوس (جو اسکندرانی تشریح پر بہت قابل لحاظ سند ہے) کی کوئی حمایت حاصل نہیں ہے۔ البتہ صرف چرچ کے بڑے پادری ٹرٹولین Tertullian کی طرف سے ان کی حمایت کی گئی ہے اور شاید اس کے نزدیک تشریح زندہ کا اس کہانی سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے جس کے تحت مصور پیراسیس ـ Parrhsios ـ نے ایک مقتول غلام کو تمثیل کے طور پر استعمال کیا تھا، تاکہ وہ انتہائی ممکن انسانی اذیت کے ساتھ پرومیتھیس Prometheus کی عکاسی کر سکے بلے (پرومیتھیس ایک نیم دیوتا جس نے چکنی مٹی سے انسان کا پتلا بنایا اور کوہ اولمپس سے آگ لایا۔ انسان کو اس کا استعمال سکھایا۔ اس کے علاوہ اس نے انسان کو طرح طرح کے فنون و ہنر سکھائے۔ اس کی پاداش میں اولمپیائی دیوتاؤں کے بادشاہ زیس (Zeus) نے اس کو کوہ قاف کی چٹان سے جکڑ دیا) "کیلسس کی تشریح زندہ کی اس روایت کو میجر اور پائنٹر دکیلے نے بھی وقعت دی ہے۔"

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۳۷

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۵

سائنٹفک طب کی ترقی میں اسکندریہ کے تاریخی دور کی اہمیت اس عہد کے ذہنی ذخیرے کے ضائع ہو جانے کی بناء پر پورے طور پر علم میں نہیں ہے۔ بعد کے مصنفین کے حوالوں اور طبی ترقی سے متعلق بعد کے ظاہر ہونے والے اثرات سے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

ہمیں صرف بہت بچی کچھی اطلاعات محققین کے ذاتی کارناموں کے متعلق ملی ہیں لیکن پھر بھی صدیوں کے دھندلے پردوں کے پیچھے اسکندرانی طب سے متعلق کم از کم خاص رجحان، مقاصد اور طریقے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ مزید دو رہنماؤں کے سلسلے میں وضاحتیں جن کی اثر انداز شخصیت نے نئی راہیں کھولیں۔ یہ دو محققین جنہوں نے کیندوس اور قاس کی ورثہ میں ملی روایات کو ایک خاص شکل میں نئی کیفیات کے ساتھ ڈھالا اور جن سے دو نئے مکتب خیال پیدا ہوئے۔ تمام دوسروں کے درمیان ایسے ممتاز ہیں جیسے بادشاہ چرواہوں کے درمیان۔ ہیروفیلوس اور اراسیسطراطس[1]

اپنے اعلیٰ وصف اور جوہر کی بنا پر یہ دونوں اسکندریہ کے ابتدائی زمانہ کے دوامی شہرت کے نام ہیں۔ اس اسکول کے خاص افراد کی اصل تصانیف محفوظ نہیں رہ سکیں۔ لیکن اگر کسی دن کوئی نوشتہ مل گیا تو وہ ان ناتمام اور غیر مکمل معلومات کا جو ہمیں پلینی (Pliny) ، سیلسس اور جالینوس سے ملی ہیں ایک ضمیمہ ہوگا۔

ہیروفیلوس

Herophillus ہیروفیلوس ΗΡΟΦΙΛΟΣ (۳۰۰ ق م)

چوتھی صدی کی آخری تہائی میں کیلسیڈن Chalcedon میں پیدا ہوا۔ اور اسکندریہ میں پہلے دو بطلیموسی فرمانرواؤں کی سرپرستی میں شہرت حاصل کی۔ اس شہر کی طبی شہرت کی بنیاد زیادہ تر اسی کی رہین منت ہے۔ پراکزیگورس اور کریسیپاس کا شاگرد ائمہ قدیم کا سب سے بڑا ماہر تشریح اور بقراط و جالینوس کے بعد سب سے بڑا طبیب جسے ابو التشریح

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۷

کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہیروفلیوس کے ڈسیکشن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ چارلس ایل ڈینا نے دو سو انسانی لاشوں کا ذکر کیا ہے جنہیں اس نے تشریحی مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے[1] لیکن بیروت کے مشہور فاضل ڈاکٹر ملوحا ورد لے بٹ نے اپنی کتاب التوضیح فی اصول التشریح کے دیباچہ میں اس کی ڈسیکشن کی ہوئی لاشوں کی تعداد سات سو ظاہر کی ہے۔ ایڈورڈ بالفور نے بھی اپنی کتاب اے نینٹ میڈیکل مین میں یہی تعداد لکھی ہے[2] اور ادفاویل بیٹمن نے ٹرٹولین کے حوالے سے ان ماہرین تشریح سے چھ سو انسانی لاشوں کے ڈسیکشن کا انتساب کیا ہے[3]۔ تعداد کے اس اختلاف سے قطع نظر دو سو لاشوں کے ڈسیکشن کا اعزاز بھی کوئی معمولی درجہ کی چیز نہیں ہے۔ خصوصاً اس دور میں جب کہ قانونی اجازت کے باوجود مذہبی، سماجی اور اخلاقی اعتبار سے اس پر پابندیاں عائد تھیں اور اسے ایک بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا۔

ہیروفیلوس نے انسانی ڈسیکشن کے ذریعہ تشریح کی ٹیکنک کو ترقی دی۔ اس کی اصطلاحات میں اضافہ کیا۔ اور اس کو بیش قیمت دریافتوں سے مالامال کیا۔ خصوصاً اعصاب عروق، احشاء اور آنکھوں سے متعلق معلومات میں اس کے اضافات بڑے قابل قدر ہیں۔ یہ بات ایک حقیقت کے طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اس کی تصنیفات سے تشریح کی تنظیمی تحقیقات کی ابتدا ہوئی۔

اس کے خاص تشریحی کارناموں میں دماغ کا تفصیلی بیان ہے۔ اس نے دماغ مقدم اور دماغ موخر[4] ام الحبیس (البطون) جیوب دمویہ اور دماغ کے ضفیرۃ المشیمہ Choroidal Plexus کو بیان کیا۔ اس کی غلافوں میں (خاص طور پر چوتھے بطن میں) اس نے روح کو رکھا۔ قلم الکتابت Kā λa μos HPOΦIλOV Calamus Scriptoriu. اور معصرہ ہیروفیلوس Torcular Herophili اب تک اپنے ناموں کے ذریعہ اسکندریہ کے دماغی ماہر تشریح کے

۱۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۲۹
۲۔ تشریح معالجین صفحہ ۲ بحوالہ اے نینٹ میڈیکل مین۔ صفحہ ۲۶
۳۔ اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۳۱
۴۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۱۵۹

عطیہ کی یادگار ہیں۔ عظم محدوہ کی اندرونی سطح میں چاروں صلیبی خطوط کے مقام اتصال پر دماغی وریدوں کے باہمی دباؤ سے ایک نشان پیدا ہو جاتا ہے۔ ہیروفیلوس پہلا محقق ہے جس نے دماغی تشریح کی اس باریکی کی طرف اشارہ کیا۔ مغرب میں جہاں کچھ تشریحی اصطلاحات اب تک اطبائے قدیم کے ناموں پر چلی آرہی ہیں۔ ان میں ایک معصرہ ہیرو فیلوس بھی ہے۔ اور بقول سر ولیم آسلر (۱) اسی وجہ سے اس کا نام آج بھی ہر میڈیکل طالبعلم کی زبان پر ہے۔[1]

اس نے دماغ سے نخاع تک اعصاب کی رفتار کا پیچھا کرتے ہوئے انہیں اوتار سے ممتاز کیا (اسی نسیج کی ایک مختلف شکل کے لحاظ سے) اور حیات اور قوت ارادی کے آلے کی حیثیت سے تسلیم کیا۔[2] اس نے دماغ اور اعصاب کا تفصیلی ڈسیکشن کرتے ہوئے دریافت کیا کہ بعض اعصاب عضلات کو حرکت کی قوت منتقل کرتے ہیں (محرک اعصاب) اور دوسرے اعصاب دماغ تک حس لے جاتے ہیں (حسی اعصاب)۔ اس طرح شاید اس نے مرکزی نظام اعصاب کی دریافت کے طور پر ان کو بیان کیا۔[3] محرک اور حسی اعصاب کے درمیان فرق کے علاوہ اس نے دماغ کو قوت متخیلہ اور ارادی حرکات کا منبع قرار دیا۔[4] اسی طرح اس نے دماغ کو عصبی نظام کے مرکز کی حیثیت سے بھی بیان کیا۔[1] اور دماغ کو ذہانت کا مرکز قرار دیتے ہوئے ارسطو کی نفی کی جیسا کہ اس نے قلب کو اس کا مرکز خیال کیا تھا۔[5]

"اس نے بصری اعصاب کا بہترین بیان دیا۔ مگر ان کے باوجود بھی اس نے اسے πbPOS "روح کی نالی" کے نام سے موسوم کیا۔ اس کے خیال میں اس نے رطوبت

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسن صفحہ ۱۰۔
۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ پائٹر وکیلے۔ صفحہ ۱۸
۳۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسن۔ صفحہ ۲۷
۴۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ سیجر یادل۔ صفحہ ۱۴۳
۵۔ پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسن۔ صفحہ ۱۳۱ اور ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۳۰

زجاجیہ Vitreous Humour اور آنکھ کے تین طبقات Shaggy پرتیہ Horny قرنیہ اور Reticular شبکیہ کو معلوم کیا۔

بڑے مطالعہ کے بعد اس نے عروقی نظام کی رفتار کے محاورات Relations کو بیان کیا۔ اور خون سے پُر اوردہ کو شرائن سے ممتاز کیا جو خون اور روح سے بھری ہوتی ہیں[۱] اور جن کی ابتدا قلب سے ہوتی ہے، اور جن پر وریدوں سے چھ گنا زیادہ مضبوط تہہ چڑھی ہوتی ہے۔ اس نے بڑی ذہانت کے ساتھ شرائن اور اوردہ کے ذریعہ خون کی رفتار کا سُراغ لگایا۔ اسی طرح یہ کہ پھیپھڑوں کی شرائن ساخت کے اعتبار سے دوسری تمام شرائن سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس نے ان کا ΦλΕΨ ά ΨηΡL ώδης مخصوص نام رکھا تھا۔ ورید الباب Portal Vein کی رفتار کی دریافت بھی اسی کے ذریعہ ہوئی۔ اور تشریحی ماہروں میں وہ پہلا شخص ہے جو نظریہ دوران کے بہت زیادہ قریب آیا[۳]

اس نے نبض کا مطالعہ کیا جس کو بقراط نے نظر انداز کر دیا تھا[۲] اور اس کے مشاہدات کو اور زیادہ واقعی بنانے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو شمار کرنے کی غرض سے پانی کی گھڑی کا استعمال کیا۔ اور اس کی رفتار اور وزن سے متعلق متعدد دقیق تجزیئے کئے۔ اس سلسلہ میں اپنے عہد کی موسیقی کے نظریات سے مدد لی۔ اور ایک موزوں نبض کا علم قائم کیا جو اس زمانے میں بھی چلا آرہا ہے[۳]

اس نے سب سے پہلے ان عروق میں امتیاز کیا جو آنتوں سے آتی ہیں اور بعض غدد کے مشابہ اجسام میں جاتی ہیں۔ مثلاً اس نے عروق لبنیہ Lacteals کی شناخت کی۔ اسی طرح عروق کیلوسیہ Chyliferous کا بھی اس نے مشاہدہ کیا[۴]

۱۔ ہیکس آف میڈیکل ہسٹری صفحہ ۲۹
۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ پاسٹر ڈکیلے۔ صفحہ ۱۸
۳۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسن صفحہ ۷۲
۴۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۳ اور انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۹

اس نے بارہ انگشت طبی ہونے کی وجہ سے پہلی آنت کا نام اثنا عشری - DODEKA
DAKTOLOS رکھا۔ جگر کو بغور مطالعہ کے بعد بیان کیا۔ اس کی تقابلی تحقیقات
کیں۔ اور بعض دودھ پلانے والے جانوروں کے جگر کے درمیان شکل اور مقام کے فرق کو واضح
کیا۔ غدد لعابیہ، غدہ بالنفراس اور دونوں جنسوں کے تناسلی اعضاء کا بہت عمدہ بیان دیا۔[1]
اثنا عشری ہی کی طرح اس نے غدہ مذی کو معلوم کیا اور اس کا نام رکھا " محافظ اثنانہ "[2]

ہیروفیلوس نے یہ بھی دریافت کیا کہ کن کن اوتار کے ذریعہ ہڈیوں کے عضلات جڑے
رہتے ہیں اور کن کن رباطات کے ذریعہ ہڈیاں اس میں جڑی رہتی ہیں[3]

اس نے تشریح کی تمام شاخوں میں اہم اضافات کئے اور اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ
حسی اور حرکی فالج کا جسم کے کسی حصہ میں ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ علم الجراحت
اور خصوصاً علم القابلہ میں بھی اس نے بہت زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا[4]

پلینی (PLINY PLINI) کے کہنے کے مطابق وہ پہلا طبیب ہے جسے یہ عزت حاصل ہے
کہ اس نے بیماریوں کے اسباب کی تحقیق کی[5]

اس نے ایک کتاب تشریح پر، ایک چھوٹی کتاب آنکھوں پر، اور ایک دری کتاب علم القابلہ
پر تصنیف کیں[6] بد قسمتی سے اس کی متعدد تصانیف میں سے صرف کچھ نامکمل حصے محفوظ رہ
گئے ہیں[7]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۷ اور ۱۷۸
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴۳
۳۔ طب اور سائنس۔ صفحہ ۶۲
۴۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۶۰ و ۶۱
۵۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۳۷
۶ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۵۹
۷۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۷۷

اراسیسطراطس

زمانہ سلف کا نامور محقق اراسیسطراطس EPALBIBTPALTOS
۳۰۴ ق م میں یولس (Iulis) میں پیدا ہوا۔ نیوبرگر نے اس کا سال پیدائش تقریباً
۳۳۰ ق م لکھا ہے۔ یہ ہیروفیلوس کا کم عمر معاصر، میٹروڈورس اور کریسپاس کیندوسی کا شاگرد
ارسطو کا داماد اور کلیمبروٹس (Cleombrotos) اور کرسٹوزینا کا بیٹا تھا۔ جس طرح ہیرو
فیلوس کے ساتھ اسکندریہ میں قاس (Cos) کی روایات آئیں اسی طرح اراسیسطراطس وہاں
کیندوی (Cnidos) روایات لے کر پہنچا[1] بعد کی تشریحی معلومات کے تمام سراغ
انہی دو تک پہنچتے ہیں۔ تشریح میں یہ ہیروفیلوس سے دوسرے درجہ پر ہے، لیکن منافع الاعضاء
میں اس کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ ایک مستقل اور جدا مضمون کی حیثیت سے اس نے منافع الاعضاء
کو مدون کیا اور اس کا بانی قرار پایا۔ تقابلی اور ماہیئت المرضی تشریح کا بھی اس کو بانی خیال کیا
جاتا ہے۔ اس نے صرف انسانی لاشوں ہی کے ڈیسکشن نہیں کئے بلکہ زندہ جانوروں کی بھی چیرپھاڑ
کی اور ان پر بہت سے تجربات کئے۔ اس کی خاص دریافتیں دماغ، اعصابی وعروقی نظام اور
قلب سے متعلق ہیں۔ اس کو دوران خون کا محقق کہا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے یہ
خیال کیا کہ آخر میں جاکر اوردہ اور شرائن کا اتصال ہو جاتا ہے۔ اس نے ماساریقا میں عروق
کیلوسیہ کا مشاہدہ بھی کیا۔

اس نے تسلیم کیا کہ ہر عضو عروق کے تین مرکب نظام (شریان، ورید اور عصب) کے
ذریعہ تمام جسم سے متعلق ہے۔ گویا اس کی منافع الاعضاء اس مشاہدہ پر مبنی تھی کہ ہر عضو میں شریان
ورید اور عصب جاتی ہے۔

اس نے مشاہدہ کیا کہ پھیپھڑوں کی حرکت اور قلب و شرائن کی ضربان کے درمیان ایک
رشتہ قائم ہے۔ اس نے لسان المزمار اور صمام اذنی بطنی کے افعال صحیح طریقہ سے بیان کئے۔
دماغ سے متعلق ہیروفیلوس کے بیان کو ترقی دی۔ اور اس کی مشینی ساخت کو سمجھتے ہوئے غیر عملی

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۴

تجربات کئے۔[1] اور مخی بطنی نظام کو بیان کیا۔[2]

اس نے قلب کا اس کے صمامات اور اطناب القلب Chordae Tendineac کے ساتھ بیان دیا۔[3] ارا سیسطراطس نے قلب کو شرائن اور اوردہ دونوں کا سرچشمہ خیال کیا۔ اور شرائن اور اوردہ دونوں کے درمیان عروق شعری Anastomoses کو تسلیم کیا۔ اس نے صمام ثلاثیۃ الرؤس کے ساتھ ہی صمام ہلالی کو بیان کیا۔ اور ان کے نام رکھے۔ اور اس حقیقت کو محسوس کیا کہ یہ خون کی واپسی میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اس نے اورطی، شریان ریوی، شرائن بین الاضلاع، شریان کبدی، شرائن کلوی، شریان معدی، وریدی ریوی، اجوف، ورید فرداکبر، عروق کیلوسیہ، اور کبدی وریدوں کو بیان کیا۔

ارا سیسطراطس نے اہلی پرندوں کو شیشے کے مرتبانوں میں رکھا اور ان کی غذا اور فضلہ کے وزن اور خصوصیت کا تقابلی مطالعہ کیا۔ ان تجربات کی تفصیلات اور نتائج نامعلوم ہیں۔ لیکن یہ استحالہ کے تصور کو ظاہر کرتی ہیں[4] جس کے راز کو اس نے غذا اور فضلہ کا وزن کر کے اور غیر محسوس طریقہ پر پسینہ کی راہ خارج ہونے والے مادہ کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی۔[5]

اس نے قلب کے ڈسیکشن کے ذریعہ دائیں بطن میں صمام ثلاثیۃ الرؤس اور بائیں بطن میں صمام متزالی Mitral کے معائنہ کے علاوہ قلب کو ایک پمپ قرار دیا اور خیال کیا کہ وہ اوردہ کے ذریعہ انسجہ کی طرف خون پمپ کرتا ہے اور شرائن کے ذریعہ ہوا اور روح (جو سانس کے ساتھ ہوا کی نالی کے ذریعہ اندر آتی ہے اور پھر بائیں بطن میں پہنچتی ہے) اور یہ روح شرائن سے دماغ میں پہنچتی ہے اور وہاں سے اعصاب کے ذریعہ چل کر تمام اعضاء

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۱۶۰

۲۔ سانڈ لائٹس آن دی ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۱۲

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۱

۴۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل صفحہ ۱۴۵

۵۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۴۱

کو حس وحرکت کی قوت بخشتی ہے۔ اس طرح اس نے تمام جسم میں شرائن، اوردہ اور اعصاب کی ایک دوسرے کے ساتھ موجودگی ضروری قرار دی۔ اس کے نظریہ کے مطابق تمام انسجہ میں اوردہ کے ذریعہ غذا پہنچتی ہے اور شرائن کے ذریعہ ہوا اور اعصاب کے ذریعہ روح[1]۔ اس نے اعصاب کے تغذیہ کی خاطر عصب کے اندر وریدا ور شریان کی موجودگی پر یقین کیا۔ جس کی جالینوس نے بعد میں شدت سے تردید کی[2]۔

پہلے اعصاب اور عروق کو ایک دوسرے سے خلط ملط کیا جاتا تھا اور اعصاب کے متعلق خیال تھا کہ ان کی ابتدا ام جافیہ سے ہوتی ہے۔ اراسیسٹراطس نے زور دے کر کہا کہ اعصاب مخ سے بھرے ہوتے ہیں اور خود دماغ سے شروع ہوتے ہیں۔ اس نے دماغ مقدم اور دماغ موخر کی درمیانی ساخت کا فرق معلوم کیا اور اسی طرح انسان اور جانوروں کی دماغی تزاریدکا درمیانی فرق بھی اس سے چھپا نہیں رہا۔ اور اس نے اس کی معنی خیز نوٹ کی[3]۔ اس نے ملاحظہ کیا کہ دماغی تزارید جانوروں کے مقابلہ میں انسان میں زیادہ پیچیدہ ہوتے ہیں اور اس زیادہ پیچیدگی کا تعلق ذہانت کی زیادتی سے ہوتا ہے[4]۔

اس نے نفس (Soul) کا مقام پہلے مانجبیس میں رکھا۔ پھر دماغ مؤخر میں۔ (اور یہ بات اس نے جانوروں پر کئے گئے مشاہدات سے زخم کے ہلک ہونے کے نتیجہ کی بنا پر اخذ کی) اس نے قصبتہ الریہ کو اس کا نام دیا۔ اور وہ اس سے واقف ہوا کہ غضروف ملکی کا فعل اس کو بند کرنا ہے۔

احشاء سے متعلق اس نے جگر کا خصوصی توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا اور مجاری صفراء کو ممیز کیا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ طحال، شرب اور شرائن کلوی کے افعال سے بے خبری کی وجہ

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ پائنر ڈوکیلے۔ صفحہ ۱۸
۲۔ قوی طبیعہ۔ صفحہ ۱۳۲
۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۱
۴۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۴۴

سے مماں کر کار آمد عضو نہیں خیال کرتا تھا۔ جالینوس نے اس کے اس خیال پر سخت تنقید کی ہے
وہ پہلا شخص ہے جس نے ماہیئت المرضی تشریح پر اظہار رائے کیا۔ اور ڈسیکشن کے اعمال
سے ماہیئت الامراض کو فائدہ پہنچایا۔ مثال کے طور پر اس نے استسقائی مریضوں کا جگر پتھر
کی طرح سخت پایا۔ اور یہ کہ سانپ (ایک مخصوص قسم) کے زہر کے نتیجہ میں جگر، امعاء کبیرہ اور مثانہ
نرم ہو جاتا ہے۔ پوسٹ مارٹم امتحان کے نتائج سے اس نے ذات الجنب میں بیماری کا مقام
معلوم کیا۔ اور ذات الجنب کے ترشح کے ماحصل کی حیثیت سے قلب میں انسکاب کا پتہ لگایا۔[1]

کاس (Coes یا چیس Chios) کا رہنے والا یہ ماہر تشریح جو کسی طرح بھی
۶۲ سے کم کتابوں کا مصنف نہیں ہے۔ ایکرٹ نیکٹ کی تحقیق کے مطابق ۳۲۰ ق م میں پیدا
ہوا اور ناقابل علاج سرطان میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تقریباً ۲۴۰۔ ۲۵۰ ق م میں خودکشی
کے لئے مجبور ہوا۔

اپنی تشریحی تحقیقات کی وجہ سے اراسیسطراطس بڑی گرامی منزلت شخصیت ہے۔
اس نے بقراط کی اخلاطی ماہیئت المرضی Humoral Pathology کے مقابلہ میں ذراتی ماہیئت المرضی
Pathology of Solids کو ترجیح دی۔ اور ذرات کو جسم کے لازمی عناصر کی حیثیت
سے خیال کیا۔ اس نے سمجھا کہ بیرونی ہوا (نیوما) سے جو شرائن میں گردش کرتی رہتی ہے، ان
ذرات میں قوت حیات پیدا ہوتی ہے۔

عمل انہضام کے سلسلہ میں وہ خالص میکانکی تصور کا حامل تھا۔ اس نے روح حیوانی
کے دوران میں خلل اندازی سے ہونے والے مقامی امتلاء دموی کو بیماری کے ابتدائی سبب کی
حیثیت سے شمار کیا۔ اس طرح ذراتی ماہیئت المرضی ایک اسکندرانی ایجاد ہے۔ بعد کی صدیوں میں
اس نے Alexandrian Aritachus کے شمسی المرکز نظام کی تباہی میں
حصہ لیا۔[3]

۱۔ قوی طبیعہ۔ صفحہ ۱۲۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۱

۳۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۶۰ و ۶۱

وہ سرجری میں بہت بے دھڑک پریکٹس کرتا تھا۔ اور جگر وطحال کے دبلیوں کے لئے پیٹ کھولنے میں اسے کوئی زحمت نہیں ہوتی تھی۔[۱]

اپنی طبی پریکٹس میں وہ ایک قابل لحاظ حد تک بقراطی منبع تھا۔[۲] لیکن جیسا کہ اس کی تصانیف ضائع ہوگئی ہیں۔ ہم اس کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔ بابلیوس کے زمانے میں اس کی لغت نامکمل تھیں۔[۳]

میڈلیس

ایک تشریحی ماہر کی حیثیت سے میڈلیس (Medios) کا نام ملتا ہے۔ نیوبرگر نے کوئی تفصیل بتائے بغیر اراسیسٹراطس کی ماں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہ ماہر تشریح میڈلیس کی بہن تھی۔[۴]

یوڈیمس

ہیروفیلوس اور اراسیسٹراطس کا کم عمر معاصر یوڈیمس Eudemos ایک اعلیٰ درجہ کا تشریح دان شمار کیا گیا ہے۔

یوڈیمس Εὔδημος اسکندریہ کا باشندہ تھا اور وہیں تیسری صدی کے وسط میں مشہور ہوا۔ یہ نظام اعصاب، عظام، غدد (بانقراس) اور زنانہ اعضاء تناسلیہ کی معلومات میں بڑا ماہر گذرا ہے۔[۵]

۱۔ ہیکیس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۳۰

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۰

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۱

۴۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۸۰

۵۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۰

اس فاضل تشریح نے علم المفاصل اور علم الجنین کی معلومات میں بھی بڑا اضافہ کیا ہے[1] علم العظام کو اس نے متعدد صحیح بیانات سے مالا مال کیا[2]

مارٹینس

ارسطاطوسی اسکول میں مارٹینس (Martianos) اپنے تشریحی کمالات کی وجہ سے ایک قابل ذکر نام ہے[3] لیکن اس کا کہیں تفصیلی ذکر نہیں ملتا ہے

ہیروفیلوسی اسکول

ہیروفیلوس اور ارسطراطس طب کے دو علیحدہ اسکولوں کے بانی تھے۔ ان اسکولوں کی تاریخ کا مختصر حال نہ صرف ان کے بانیوں کے تذکرہ کو مکمل کرنے کا باعث ہوگا بلکہ اس سے تاریخ میں ایک دوسری حیثیت سے بھی ان کے اثرات واضح ہوسکیں گے۔

ان کے شاگرد اور حمایتی دو مکتبوں میں تقسیم ہو کر کئی صدیوں تک اپنے اساتذہ کے اصول پر مضبوطی سے قائم رہے اور ان کے خطوط پر انہوں نے طب کو ترقی دینے کی کوشش کی۔ ہیروفیلوس کے متبعین نے تشریح کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ اگرچہ زیادہ حصہ میں انہوں نے ورثہ میں ملی معلومات پر قناعت کی۔

ہیروفیلوسی اسکول اسکندریہ میں اپنے انتہائی مرتبۂ کمال پر پہنچا۔ یہاں تک کہ بطلیموس فسکن (Physkon) کے عہد میں وہاں سے فضلاء کا اخراج ہوا اور تقریباً پہلی صدی قبل مسیح کے وسط میں لوزدیکا (Laodicea) (فریجین کیرین سرحد پر ایک قصبہ جو اسکندریہ سے تجارت کے ذریعے متعلق تھا) میں ایک دوسری تحریک پیدا ہوئی۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴۵

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۵

۳۔ " " " " ۱۸۷

قدیم ہیروفیلوسیوں میں (اسکندریہ سے متعلق) تناگرا کا باشندہ بکچیس Bakcheios of Tanagra بقراطی تصانیف کے شارح اور علم نبض کی تفصیلات کو مکمل کرنے والے کی حیثیت سے مینٹیس (Manteus ، ماہر علم الادویہ، سرجن اور ماہر امراض نسواں کی حیثیت سے۔ اپیمیا کا ڈیمیٹریس Demetrios of Apameia تشخیصی مشاہدہ نگار اور نامور ماہر علم الولادت کی حیثیت سے۔ ارتھرا کا ہیراقلیدس Heraclides of Erythrae بقراط کے "وبائی امراض" کے مفسر کی حیثیت سے؛ اور کیرسٹاس کا اندریس Andreas of Carystos علم الادویہ کی ایک بہترین کتاب کے مصنف کی حیثیت سے ممتاز ہوئے ہیں۔

دوسرا ہیروفیلوسی اسکول (لوڈیکا سے متعلق) اپنی شہرت میں کم۔ زیوزس Zeuxis اور سکندر فیلالیتھس Alexander Philalethes

(۲۱) ان میں سے ہے۔ ان میں سکندر فیلالیتھس صرف امراض نسواں پر اپنی ایک کتاب "اور نبض کی تعریفات" ہی کی وجہ سے مشہور نہیں ہے۔ بلکہ ایک کتاب "اطباء کے نظری عقائد" APEΣΚΟΝΤΑ ΤΟΙΣ ΙΑΤΡΟΙΣ کے مصنف کی حیثیت سے بھی خاص شہرت کا حامل ہے۔

بعد کے ہیروفیلوسیوں میں ڈی اوس کیڈس فکس (قلوپطرا کا درباری طبیب، (۲۲) اہم کتابوں کا مصنف، جس میں سے ایک طاعون پر ہے۔ فکس نام کی اصل لفظ ΦΑΚΟΣ ہے یعنی جھیے یا ایک مسری "دستیہ") اپولونیس مس Apollonios Mys (مشہور ماہر علم الادویہ) میسیلیا کا ڈماستھنیس فلالیتھس Demosthenes Philalethes of Massilia زمانہ قدیم کا بہت مشہور ماہر چشم، یہ غالباً معالجۃ الاحوال پر بھی ایک کتاب کا مصنف ہے) اور نیپولس کا ماہر چشم گیئس Gaius of Neapolis قابل ذکر ہیں۔

ہیروفیلوسی اسکول کی تاریخ جو پہلی صدی بعد مسیح میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے حامیوں کی طرف سے متعدد مرتبہ ضبط تحریر میں لائی جاتی رہی، جیسے بکچیس، ہیراقلیدس،

ایپولونیس مس، اور ارسٹوزینس (سکندر فلیبھس کے شاگرد)

اراسیسطراطسی اسکول

اراسیسطراطسیوں نے ہیروفیلائیوں کے مقابلہ میں زیادہ بعد تک ایک آزاد مکتب خیال کی حیثیت سے نہ صرف امتیاز حاصل لیا، بلکہ دوسری صدی بعد مسیح تک اپنا وجود قائم رکھا۔ اگرچہ انہوں نے طب کی سائنٹفک ترقی میں استدلال کی بنیاد پر حصہ لیا ہے، تاہم ان کی اکثریت اراسیسطراطوس کے مسلمہ اصولوں سے چمٹے رہنے ہی کو کافی سمجھتی رہی۔ جس کی کہ وہ ایک دیوتا کی طرح تعظیم کرتے تھے۔ کچھ کے استثناء کے ساتھ خصوصاً اور کے زمانہ میں شکل انہوں نے تشریح و منافع الاعضاء کو ترقی دینے کی کوشش کی۔ منافع الاعضاء کے متعلق خیال کیا گیا کہ اس کا تعلق اطباء سے نہیں بلکہ سائنٹفک محققین کی عمل داری سے ہے۔

اراسیسطراطسیوں میں سٹراٹو (Strato) ایک خاص نام ہے۔ اس نے حقیقی مخالفت کی حد تک فصد پر پابندی لگائی۔ جذام پر لکھا اور ماہر امراض نسواں کی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ اسی طرح اینٹیوچس اعظم کے درباری طبیب سلوسیا کے ابولوفینس Apollophanes of Seleucia نے زہریلے جانوروں پر ایک کتاب لکھی۔ ممفس کا رہنے والا اپولونس بھی ان حامیان اراسیسطراطس کے درمیان مشہور ہے۔ یہ علم نبض، جراحت، امراض چشم اور زہریلے جانوروں کا مصنف ہے۔ انہی میں پٹولومیس ہے۔ جس نے اسکندریہ میں تقریباً ۵۰ بعد مسیح علم البصر پر کام کیا۔ اور آخر میں ماہر تشریح مارشینس (Martianos) جو لازوال شہرت کا مالک ہے۔

اراسیسطراطوسی اسکول دو دوستوں سمرنا کے ہکیسیس Hikesios اور مینوڈورس Menodoros کے زیر اثر اپنے انتہائی نقطۂ عروج پر پہنچا۔ ان میں سے پہلا دواؤں اور غذاؤں پر طویل عرصہ تک قابل تعظیم رہنے والی کتاب کا مصنف ہے۔[۱]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۷

چوتھا باب

یونان [illegible] میں

طب یونانی کا رومی دور

تشریح سے براہ راست تعلق نہ ہونے کے باوجود تمدن [illegible] کے بیان میں ایک اہم تاریخی واقعہ کی حیثیت سے یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ [illegible] یونانی اطباء اور قابلائیں روم منتقل ہونا شروع ہوئیں جس کی بڑی وجہ [illegible] کی کشش تھی[1]

آرکے جیتھس

روم میں جس سب سے قدیم پیشہ ور طبیب کا سراغ ملتا ہے وہ ایک یونانی طبیب آرکے جیتھس **Archagathos** ہے جس نے ۲۱۹ ق م میں وہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور اس کے بعد رومی طب کو جو یونانی طب کی ایک شاخ سے زیادہ حیثیت رکھتی تھی اپنے اضافات کی وجہ سے پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ اور گویا یہاں سے یونانی طب کا روم میں آغاز ہوا[2]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر صفحہ ۱۹۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۲ و اسٹروڈ سن ڈ ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۶

دوسری صدی قبل مسیح ۔ تجربی اسکول سیراپین

دوسری صدی کے پہلے نصف میں جس سے قبل کہ رومی دور شروع ہو چکا ہے۔ سیراپین ΣΕΡΑΠΙΩΝ (۲۰۰ ق م) ایک گرامی منزلت شخصیت ہے۔ اسکندریہ کا رہنے والا یہ طبیب طب کے تجربی اسکول کا حقیقی بانی تھا۔ اگرچہ ہیروفلیوس کے شاگرد فیلیناس Philinos ۲۸۰ ق م کے زیر اثر یہ اسکول Empirical School اسکندریہ میں قائم ہوا تھا۔ اس نے نہ صرف یہی ادعائیت پسندی بلکہ بقراطیت کی بھی ہر چیز کو باطل قرار دیا۔ اور تجربہ [illegible] تشخیصی واقعات [illegible] اگر ضرورت ہو تو قیاس پر اپنے فن کی بنیادیں قائم کی۔[1]

سیراپین کا [illegible] فکر ظاہر کرتا ہے کہ اس نے تشریح اور ڈیسکشن کی اہمیت پر خاص طور سے زور دیا ہوگا۔ اور [illegible] تجربہ کے پیش نظر اس سے چشم پوشی نہیں کی ہوگی لیکن [illegible] نے ادعائیت پسند اسکول کے نظریاتی رجحان کے ساتھ ساتھ اسکندرانی تشریح کے مادہ پرستا رجحان کو بھی [illegible] کی وجہ سے تشریحی تعلیم متاثر ہوئی اس کے سلسلہ میں ان کا اعتراض یہ تھا کہ مردہ جسم کے اعضاء زندہ اعضاء سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تشریح زندہ کی صورت میں بھی یہ اختلاف موجود رہتا ہے[2] اس لئے اس علم کی کوئی افادیت یا ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔

ہگیٹر

ہگیٹر Hegetor ΗΓΗΤΩΡ جس کو دوسری صدی کے نصف آخر سے قبل شہرت حاصل ہوئی [illegible] ہیروفیلوسی اسکول کا ایک یونانی سرجن ہے۔ اس نے اسباب [illegible] ایک کتاب لکھی۔ [illegible] بیماریوں کے اس کا جو نامکمل حصہ موجود ہے وہ کولھے کے [illegible] کے بیان پر ہے۔ اس میں اس نے پہلی مرتبہ مفصل ورک کے رباط مستدیر Ligamen۔

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس ۔ اول صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن ۔ میجر ۔ اول ۔ صفحہ ۱۵۱

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن ، نیوبرگر ۔ صفحہ ۱۸۹ ۔

tum Teres کو بیان کیا ہے[1]

لوقس

جالینوس کی تالیفات میں ایک کتاب بعنوان "فیما خالف فیہ لوقس فی التشریح" اور دوسری مختصر سی کتاب "لوقس فی التشریح" کے نام سے ملتی ہے۔ یہ دوسری کتاب جسے جالینوس نے دو مقالوں پر مختصر کیا ہے۔ مصنف نے اسے آٹھ مقالوں میں مرتب کیا تھا۔ جالینوس نے اسے جتنی اہمیت دی ہے اس سے علم تشریح میں لوقس کی غیر معمولی شخصیت پر روشنی پڑتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مشرقی یا مغربی تاریخیں اس ماہر تشریح کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ نہ اس سے متعلق کوئی تفصیل ہمیں معلوم ہو سکی ہے۔

ابن ابی اصیبعہ نے بقراط اور جالینوس کے درمیان درج شدہ اطباء کے نام گنائے ہیں ان میں لوقس کا نام اراسطراطس ثانی کے فوراً بعد اور روفس سے کافی پہلے ہے[2] اس لئے خیال ہوتا ہے کہ یہ دوسری صدی قبل مسیح کا شخص ہے۔

ارخی جانس

اسی طرح ایک نام ارخی جانس تنقیح المناظر میں ملتا ہے جسے صاحب تشریح الاحیاء و تشریح الاموات لکھا گیا ہے[3] لیکن مجھے اس تشریحی مصنف کا ذکر کسی دوسری جگہ نہیں ملا۔ اس لئے اس کے بارے میں کچھ ظاہر کرنا یا اس کے زمانہ کا تعین کرنا مشکل ہے۔

پہلی صدی قبل مسیح

دوسری صدی اگر تجربی اسکول کی وجہ سے تشریح کے لئے ناسازگار رہی تو پہلی صدی میں اسقلبیوس ثانی کے مخصوص نظریات کی وجہ سے تشریحی رجحانات کو آگے بڑھنے کا موقع نہیں مل سکا

۱۔ انٹروڈکشن۔ ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۱۹۸

۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۳۳

۳۔ تنقیح المناظر۔ اوّل۔ صفحہ ۶۵

اسقلبیوس ثانی

Abk λη Πά δης Asclepiades جو ۱۲۴ ق م میں بتھانیا کے قصبہ پر دسا میں پیدا ہوا' روم کا پہلا ممتاز یونانی طبیب ہے ۱۔ بقراطی اسکول کے اخلاطی نظریہ کا مخالف تھا۔ اس نے طب کو ذراتی نظریہ سے متعارف کرایا اور اس پر نئے منافع الاعضائی اور معالجاتی نظریات کی بنیاد یں قائم کیں (Solidism)

اس کے مطابق بیماریاں ان ذرات کی حرکت میں بے اعتدالی کا نتیجہ ہیں جو بدن کی ترکیب میں داخل ہیں۔ اور صحت ان کی طبعی حرکات کے دوبارہ استقرار کا نام ہے۔ یہ طب میں میکانکی نقطہ نظر کا بہت بااصول حامی تھا۔ اس سے علم تشریح کی تحقیر و مذمت کی ہے۲

غیر تقلیدی اسکول

اسقلبیوس ثانی کے ایک حامی لاڈیکیا کے تھیمیسن Themison of Lodicea (۵۰ قبل مسیح) کے ہاتھوں اس صدی کے آخر (سن نہ) کے ایک نئے مکتب خیال Methedism غیر تقلیدی اسکول کی بنیاد پڑی ۳

اس اسکول نے نہ صرف منافع الاعضاء بلکہ تشریح اور بہ خاص طور پر ہیئیاتی تشریح کو جس نے اسکندریہ میں حال ہی میں بڑی ترقی حاصل کی تھی' علم الاسباب و علامات کی طرح فضول خیال کیا۔ مگر اس کے حامیوں نے اپنی طبی ٹریننگ میں تشریح کو بالکل غیر ضروری سمجھ کر نظرانداز نہیں کیا۔ ان میں سے متعدد نے توجہ کے ساتھ اس کا مطالعہ جاری رکھا' لیکن وہ زیادہ تر جسم کے اعضاء کے ناموں سے متعلق تھا ۴

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ سیجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۶۵

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۲۱۴

۳۔ ہسٹری آف سائنس۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۰۸

۴۔ " " " " " ۲۱۰

اپولونیس

بقراط کے مشہور تشریحی رسالے "کتاب المفاصل" کے شرح نگار کی حیثیت سے ہیروفیلس Zophyros (۸۰ ق م) کے شاگرد چیٹین Chition کے باشندے اپولونیس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

پہلی صدی عیسوی ۔ روم میں طبی مدارس

بتھائنیا کے اسقلیپیس نے پہلی صدی قبل مسیح کے پہلے نصف میں روم میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا تھا۔ لیکن یہ ایک پرائیویٹ مہم تھی۔ شاگردوں کی ایک جماعت فطری طور پر اس مشہور ماہر فن کے ارد گرد جمع ہو گئی۔ اور آگسٹس کے تقریباً آخر میں (۱۴ بعد مسیح) اس قسم کے دوسرے بہت سے مدارس کھل گئے۔ اور پھر اس کے بعد پہلا سرکاری مدرسہ Schola Medicorum قائم ہوا۔ یہ تنظیم آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی اور وسپاسین Vespasian (۷۰ سے ۷۹) کے عہد حکومت میں طبی اساتذہ سرکاری ملازم قرار پائے گئے۔ اور الیگزینڈر سیویرس (۲۲۲ سے ۲۳۵) کے دور میں یہ صورت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور عظیم تھیوڈورس کی وفات (۵۲۶ء) تک مسلسل اسی شان و کمال کے ساتھ باقی رہی۔

صوبائی مدرسے مارسیلائی، بورڈیکس، سیراگوسا وغیرہ میں قائم کئے گئے۔ طبی تعلیم زیادہ تر یونانی زبان میں دی جاتی تھی۔ لاطینی کا استعمال بتدریج ترقی کر رہا تھا لیکن اس کی رفتار بہت دھیمی تھی۔

کیلسس

کیلسس Calsus (۲۵ ق م تا ۵۰ بعد مسیح) تبیریس Tiberius کے عہد کا ایک عظیم المرتبت شخص تھا۔ ٹائبیریس کا زمانہ حکومت ۱۴ سے ۳۷ تک رہا ہے۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر صفحہ ۱۶۱

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس اول صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰

کیلسس کو روم کا بقراط کہا جاتا ہے۔ [1]

یہ کیسار رومی قاموس نگار ہے۔ اس کی قاموس Artes کے نام سے مشہور ہے اور طائبریس کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ فن خطابت، فلسفہ، قانون، ملٹری سائنس، زراعت اور طب کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اتفاق سے اب اس کا صرف طبی حصہ De Medicina Libri, VIII محفوظ ہے۔ یہ قابل تعریف اور اعلیٰ درجہ کی کتاب اسکندرانی طب کی تاریخ پر ہمارا اصل ماخذ اور بقراط و جالینوس کے بعد زمانہ قدیم کا عظیم طبی شاہکار ہے۔ اس کا ساتواں اور آٹھواں حصہ علم الجراحت سے متعلق ہے اور اس میں متعدد تشریحی توضیحات شامل ہیں۔ ہیکل عظمی Skeleton کے بارے میں مکمل تفصیلات دی گئی ہیں۔ از منہ وسطیٰ میں یہ تصنیف ناپید تھی۔ پندرھویں صدی کے پہلے نصف میں اس کی دریافت ہوئی اور بقراط و جالینوس کی کتابوں سے پہلے طبع ہو کر سامنے آئی اور یورپ کی نشاۃ الثانیہ کے دور میں اس نے گہرے اثرات قائم کئے۔ [2]

اس میں علم العظام کو اوسط درجہ کے لحاظ سے بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کھوپڑی Skull کا بیان خاص طور پر بغور تحقیق پر مبنی ہے۔ دوسری طرف مخصوص عضلات کا بیان نہیں ہے۔ وریدوں کو اکثر عام عروق کے معنی میں ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن دوسری جگہوں میں اس نے ہوا لے جانے والی شرائین اور خون لے جانے والی وریدوں میں امتیاز کیا ہے۔ [3]

تھیوڈس

پہلی صدی بعد مسیح میں ایک ماہر تشریح کی حیثیت سے لوڈیکا کے رہنے والے تھیوڈس Theodas of Laodicea (۱۰۰ ب م) کا نام ملتا ہے۔ یہ تجربی اسکول کا ایک

۱۔ دی ہسٹری آف دی ڈویلپمنٹ آف اورنالج ریگارڈنگ دی سرکیلیٹری سسٹم صفحہ ۲۴
۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۲۴۰
۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۱۷

فرد تھا۔ اس کی تفصیلات کے سلسلہ میں تاریخیں خاموش ہیں[1]

نیوميٹک اسکول ۔ اتھینیس

پہلی صدی بعد مسیح کے ذکر میں یہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا کہ اس صدی میں اٹیلیا کے رہنے والے اتھینیس Athenaeos (۶۹ ب م) نے نیومیٹک اسکول کی بنیاد ڈالی ۔ اگرچہ اس اسکول کی تعلیمات کا سرا پیچھے ارا سسیسٹراطس اور بلکہ ارسطو تک جاکر ملتا ہے۔ اتھینیس نے تیس جلدوں میں طب پر ایک کتاب لکھی، جس کے کچھ نامکمل حصے موجود ہیں۔ روم میں اس کے متبعین کی ایک بڑی جماعت پائی جاتی تھی۔ اس کی کتاب صرف معالجات پر نہیں ہے بلکہ اس میں منافع الاعضاء اور ماہیت الامراض کا بیان بھی ہے[2]

دوسری صدی بعد مسیح

دوسری صدی کا نصف اول یونانی اور رومی حکمت کا بے مثال اور سنہری زمانہ ہے۔ اس میں اپامیا کے آرکیجنیس (Archigene of Apamea) نے جو انتخابی (Electic School) اسکول (حکمار قدیم کا وہ طبقہ جو مختلف مذاہب حکمت سے مسائل کا انتخاب کرلیتا تھا) سے متعلق تھا بعض کے علم کو ترقی دی ۔ نیومیٹک اسکول کی نمائندگی کے فرائض دو مشہور سرجن انٹائلس Antyllos اور ہیلیوڈورس Heliodorus انجام دے رہے تھے۔ اسکندریہ کے رہنے والے مارینس نے ایک اہم کتاب تشریح پر تصنیف کی۔ جو ذاتی مشاہدہ و معائنہ پر مبنی تھی۔ اس کے سلسلہ میں سب سے قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس سے جو سلسلۂ اساتذہ شروع ہوتا ہے اس کا آخری فرد جالینوس ہے اور اس سے لے کر جالینوس تک تشریحی روایات کا پورے تسلسل کے ساتھ سراغ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔ نیوبرگر ۔ صفحہ ۱۹۱

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔ میجر ۔ ۱۷۹

اسی دور میں زبردست ماہر تشریح اور جالینوس کے بعد عظیم ترین رومی طبیب روفس بھی نظر آتا ہے۔ بہت قابل توجہ انکشافات اس سے منسوب ہیں۔ ان میں نبض اور حرکات قلب کے درمیان مطابقت، اور قلب کی انقباضی صورت Systole بھی ہے۔ سارنس اس زمانہ قدیم کا عظیم ترین ماہر امراض نسواں بھی اسی دور کی زینت تھا۔ اس نے رحم کا قابل تعریف بیان دیا ہے۔ اور تقریباً اسی زمانہ میں ایک خاتون طبیب میٹرو ڈورا Metrodora موجود تھی۔ اس کے صحیح زمانہ کی تاریخ کا ابھی قطعی تعین نہیں کیا گیا ہے۔ یہ عورتوں کے امراض کی بڑی ماہر تھی بعض کے خیال کے مطابق ہندوستان کے مشہور کشمیری طبیب چرک کا بھی یہی دور ہے۔ اس نے ایک طبی کتاب تصنیف کی۔ جس میں اچاریہ کے اسکول کے نظریات کی ترجمانی کی گئی ہے۔[1]

انتخابی اسکول۔ اگے تھینس

اتھینیس کے فوراً بعد اس کے لائق شاگرد اسپارٹا کے اگے تھینس Agathinos (۹۰ ب م) نے ایک دوسرے اسکول کی بنیاد ڈالی جو انتخابی Eclectic اسکول کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے نبض اور پودوں کی قسموں پر ایک کتاب تصنیف کی وہ غسل بارد Cold Baths کا بہت مرید تھا۔[2]

آرکے جینس

اگے تھینس کا شاگرد آرکے جینس Archiagenes (۱۱۷-۴۸ ب م) نیومیٹک اسکول کا ایک حمایتی تھا۔ لیکن بعد میں جب یہ اسکول انتخابی اسکول میں تبدیل ہو گیا تو یہ اس سے متعلق ہو گیا۔ اس نے کٹ جانے پر عروق کی بندش کا طریقہ اور عمل جراحی کے بعد خون بند کرنے کے لئے شریان کے سروں کو موڑنے کا طریقہ شروع کیا۔ اور جریان خون کو روکنے کے لئے موجودہ

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۲۶۸ و ۲۶۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ صفحہ ۱۷۹

داغنے کے عمل کو اختیار کیا۔[۱]

مارینس

مارینس Marinos تقریباً دوسری صدی کی ابتدا کا ایک گرامی قدر نام ہے۔ اس یونانی ماہر تشریح نے جالینوس کو بیحد متاثر کیا ہے۔ اس نے تشریح پر ۲۰ مقالوں پر ایک جامع تصنیف تیار کی۔ جالینوس کی تحریروں سے اس کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ مارینس نے بہت صحیح طریقہ پر کھوپڑی اور مہروں کے سوراخوں کا تعین کیا۔ اور ہڈی میں سوراخ کرنے کی ٹیکنک کو ترقی دی (Bone Drilling)۔ اس نے زیریں حنجری اعصاب Inferior Laryngeal Nerves ماساریقی غدد Mesenteric Glands اور غالباً عصب تائیہ Vagus دریافت کی، جس کو اس نے چھٹے زوج کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔[۲]

اس کی اپنی قابلیت اور ذاتی اضافہ کا لحاظ کئے بغیر جو یقیناً خود اپنی جگہ بہت لائق نظر ہے۔ تشریح کی تاریخ میں اس لئے بھی اسے ایک اہم مرتبہ حاصل ہے کہ اس نے ایک سلسلہ قائم کرتے ہوئے از سر نو تشریحی روایات کا آغاز کیا۔ اور جو جالینوس کی بے پایاں کوششوں سے اوج کمال کو پہنچا۔

اس روایت کو مختصر طریقہ سے مندرجہ ذیل طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ مارینس سے کوئنٹاس (Quintos) نے تعلیم حاصل کی۔ جس نے پرگمم، اسکندریہ اور روم میں شہرت پائی اور پرگمم میں انتقال کیا۔ پھر کوئنٹاس کے تین شاگردوں سے جالینوس نے اثرات قبول کئے۔

۱۔ ہسٹری آف دی ڈویلپمنٹ آف اور نالج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم۔ صفحہ ۲۴ اور ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ صفحہ ۲۱۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۲۲۰ اور اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ سرل الگوڈ۔ صفحہ ۳۲۶

یعنی سیٹی رس Satyros جس نے پرگمم میں تعلیم دی۔ نیومیسیانس Numisianos جس نے کورنتھ میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ اور میکسیڈونیا کا لائکس (Lycos of Macedonia) اس کے علاوہ نیومیسیانس کا ایک ممتاز شاگرد پیلاپس Pelops بھی جس نے سمرنا میں تعلیم دی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کے بعد جالینوس نے سیٹی رس، نیومیسیانس اور پیلاپس تینوں سے تعلیم حاصل کی۔ "ان ماہرین تشریح میں لائیکس اور پیلاپس نے علم العضلات کی معلومات کو خاص ترقی دی"[۱] پیلاپس عضلات کی تشریح میں خصوصی امتیاز رکھتا تھا[۲] مارنیس اور اس کے جانشینوں کی تصانیف ناپید ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں کسی بھی چیز کا علم جالینوس کی تحریرات سے اور خاص طور پر ان تشریحی کتابوں سے ہوتا ہے جو نویں صدی میں عربی تراجم کے ذریعہ ہم تک پہنچ سکی ہیں[۳]

ایلیانس

کم عمر ایلیانس Alianos نے بھی بڑے شوق کے ساتھ اپنے آپ کو اس مضمون کے لئے وقف کیا تھا۔

ہیراکلینس ۔ جلیانس

دوسری صدی کے اسکندرانیوں میں ماہرین تشریح ہیراکلینس Heracl - eianos۔ اور جلیانس (Julianos) خاص طور پر ذکر کئے جانے کے لائق ہیں۔ ہمیں ان محققین کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہے۔ صرف جالینوس کی کتابوں کے حوالوں کے ذریعہ ان سے متعارف ہونے کا موقع ملا ہے[۴]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۳۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۴۴

۳۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۲۸۱

۴۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۳۹

روفس

روفس ROUFOS (تقریباً ۶۱۰۰) افسس کا باشندہ تھا ٹراجن کے عہد میں روم اور مصر میں بہت مشہور ہوا ہے۔ یہ ایک عالی مرتبت یونانی ماہر تشریح ہے اور اسے جالینوس کے بعد روم کا سب سے بڑا یونانی طبیب شمار کیا گیا ہے۔ یہ کسی بھی طبی مکتب خیال سے متعلق نہیں رہا ہے۔ لیکن اپنی تشریح، اپنی نبض کی معلومات، اور سرطان و طاعون پر اپنے تشخیصی کمالات کی وجہ سے بہت اہم شخص ہے[1]

اس کے کام کی بنیاد زیادہ تر ہیروفیلوس اور اراسیسٹراٹس پر ہے (مثلاً اعصاب کا نظریہ) لیکن اس نے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ بندروں اور سوروں پر تشریحی تحقیقات کیں۔ وہ شکایت کرتا ہے کہ اس کے زمانہ میں تحقیقات جانوروں کے ڈسکشن یا زیادہ سے زیادہ غلاموں پر تشریح سطحی کے متعلق بتانے کی حد تک محدود کر دی گئی ہیں۔ جبکہ ابتدائی زمانہ میں تعلیمی مقاصد کے لئے انسانی جسموں کا ڈسکشن کیا جاتا تھا[2] A. J. Brock نے اپنی کتاب Greek Medicine میں لکھا ہے کہ روفس نے ایک غلام کی لاش کا بھی ڈسکشن کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ کسی دوسری جگہ ایسا ثبوت نہیں ملتا جس سے اس کے انسانی ڈسکشن کی تائید ہو سکے۔ اس نے سب سے پہلے تقاطع بصری Optic Chiasma کو بیان کیا، اور آنکھ کے بیان میں اور زیادہ اضافہ کیا۔ اس نے آنکھ کی عدسی شکل بیان کرتے ہوئے عدسہ کا ذکر کیا[3] اور مقلہ چشم Eye Ball کے طبقات اور عدسہ کے مقام اور شکل کو بیان کیا جو اپنی شکل کی وجہ سے عدسی Lenticular اور اپنی رطوبت کی وجہ سے Crystalline کہلاتا ہے۔ نیوبرگر کے مطابق وہ عدسہ کے غلاف سے بھی خوب اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے حنجرہ، مری مع دونوں جانب کی ایک عصب کے (عصب ثانیہ یعنی ورگیس) غدہ تیموسیہ، امعاء صغیرہ، قولون، معاء مستقیم، ماساریقا، غدہ بانقراس، حالبین، مجاری منویہ، غدہ مذی

۱۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین ۔ اکرک نیکٹ ۔ صفحہ ۶۷

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔ نیوبرگر ۔ صفحہ ۲۳۳

۳۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس ۔ اوّل ۔ صفحہ ۲۸۱

اور رحم کو مع اپنی مجاری کے بیان کیا ہے۔

اس نے یہ بیان دیا کہ منی فوطوں میں بنتی ہے۔ اور وہاں سے عضو مخصوص میں پہنچتی ہے۔ یہاں اس نے شریان اور ورید منوی کے علاوہ ایک تیسری عرق کا ذکر کیا ہے، جو فوطے سے آتی ہے۔ "جو نہ شریان ہوتی ہے اور نہ ورید، اس لئے کہ اس میں ضربان بھی نہیں ہوتی اور نہ وہ خون پر مشتمل ہوتی ہے۔ .... اس عرق کے متعلق مجھ پر ظاہر ہوا کہ یہ منی لے جاتی ہے جو کہ فوطوں سے آتی ہے اور ایک منوی عرق ہوتی ہے"[1]

اس نے حسی اور محرک اعصاب کے درمیان فرق محسوس کیا اور اعصابی نظام کی فعلی اہمیت کا پوری وسعتوں کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اس نے بھیڑ کی خصیۃ الرحم کی نالی Oviduct کا ذکر کیا اور اعضا بولی کی بیماریوں اور متعدد دوسرے تشریحی اور طبی مضامین پر قلم اٹھایا۔

اس کی تحریروں کے بہت سے نامکمل حصے جالینوس، اوریباسیوس، ایٹیس، اسکندر افریدوسی، پولس اور رازی کی تصانیف میں محفوظ ہیں۔

اس کی موجودہ تحریروں میں سب سے اہم تشریح کا ایک تمہیدی رسالہ ہے۔ جو تشریحی اصطلاحات اور نظام تسمیہ پر سب سے قدیم کتاب ہے۔ اس کی دوسری کتاب جسم انسانی کی تشریح پر ہے جو اس حیثیت سے جگر کے سب سے قدیم بیان پر مشتمل ہے کہ اس میں پانچ فص بیان کئے گئے ہیں۔ ابن ابی اصیبعہ اور دوسرے عرب مصنفین نے "تسمیۃ الاعضاء الانسان" کے نام سے پہلی کتاب کا ذکر کیا ہے[2]

اس کا ایک چھوٹا رسالہ نبض پر ہے ΣΥΝΟΨΙΣ ΠΕΡΙ ΣΦΥΓΜΩΝ جو نبض کی عمدہ تعریف کی وجہ سے اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس میں قابل توجہ اور تعجب خیز بیان یہ دیا گیا ہے کہ انقباض کے ذریعہ نبض اور قلب کی حرکت ایک دوسرے سے ملتی

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴

۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل صفحہ ۳۳

اھ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۲۹۱

ہے، انبساط Diastole کے ذریعہ نہیں۔ یہ رسالہ تشریح اور منافع الاعضاء پر ماہیت الامراض کی بنیاد قائم کرانے میں سب سے قدیم کوشش کو ظاہر کرتا ہے۔ متعدد بیماریوں یا علامات کو پہلے بیان کرنے کا شرف بھی اسے حاصل ہے (مثلاً ورم مغابن Bubo اسی طرح حفظان صحت کے سلسلہ میں اس نے بہترین ہدایات دی ہیں (مثلاً یہ کہ پینے سے پہلے مشتبہ پانی کو ابال لیا جائے) اس کے علم الجراحت کا بہت دلچسپ حصہ اس کے حابس الدم Haemostatic طریقوں کا بیان ہے[1]

سورانس

سورانس Σωρανος افسس کا باشندہ اور روم میں ٹراجن اور ہیڈرین (۱۳۸ – ۹۸ ب م) کے عہد کا شہرت یافتہ۔ ایک عظیم یونانی ماہر تشریح، طبیب اور غیر تقلیدی اسکول کا جلیل القدر نمائندہ۔ زمانہ قدیم کا ایک عظیم ترین ماہر امراض نسواں تھا۔ عورتوں کے امراض، علم القابلہ اور معالجۃ الاطفال پر اس کی ایک خاص تصنیف ہے، جو متعدد بیماریوں اور معقول معالجاتی ہدایتوں کے مکمل بیانات پر مشتمل ہے۔ اس میں رحم کا قابل تعریف بیان ہے[2] اس نے حمل والے رحم کا بھی بیان دیا ہے[3]

زنانہ اعضاء تناسلیہ کی تشریح جیسا کہ سورانس نے ابتدائی باب میں بیان کی ہے۔ نامکمل اور اکثر جگہ الجھی ہوئی ہے۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اس نے رحم کے نقل مکان، اس کی جسمانی طبیعت، نوزائیدہ وجود اور رباطات میں انقباض کے ذریعہ اس کی وضع میں تبدیلیوں سے انکار کیا ہے اور اگر ایک طرف وہ اس چیز سے واقف تھا کہ رحم کا منہ جماع اور حیض کے ایام میں کھل جاتا ہے تو دوسری طرف وہ غشاء بکارت کی موجودگی سے ناواقف تھا۔ ایک حقیقت

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۲

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۸۵

۳۔ سائنٹفکس آن ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۱۲

جو روم میں زندگی کے حالات پر عجیب روشنی ڈالتی ہے۔

علم الجنین کے سلسلہ میں سورانس خیال کرتا تھا کہ جنین صرف سری عروق کے ذریعہ تغذیہ پاتا ہے۔ وہ بچہ کی وضع کے مشاہدات کے ذریعہ اس کی جنس کے متعلق پیش گوئی کے تمام امکانات سے انکار کرتا ہے[1] بقول جارج سارٹان ہم سورانس کے اس لیے بھی شکر گذار ہیں کہ اس نے بقراط کی زندگی سے متعلق سب سے پہلے حالات سپرد قلم کیے۔

جالینوس

دوسری صدی کا نصف آخر طب یونانی کی سب سے بڑی عظمت جالینوس کا زمانہ ہے۔ جالینوس Galen Γαληνός ۱۲۹ء میں پرگمم میں پیدا ہوا اور ستّر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ نیوبرگر نے اس کا سال وفات ۲۰۱ء لکھا ہے[2]

یونانی طب کے تخلیقی عہد کے اختتام میں جالینوس بڑے مرتبہ کا نام ہے۔ اسے بقراط کے بعد سب سے بڑے یونانی طبیب ہونے کی عزت حاصل ہے۔ وہ صف اول کا ماہر تشریح و منافع الاعضاء تھا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ بقراط کے لئے عظمت و احترام کے انتہائی جذبات رکھتا تھا وہ "بقراطیت" کا علمبردار نہیں تھا۔ بقراط کی تحریروں میں طب کی ذاتی حیثیت ایک فن (آرٹ) کی تھی، لیکن جالینوس نے اسے علم (سائنس) کا درجہ عطا کیا۔

جالینوس نے اعلیٰ طبی مراکز پہنچ کر طب کی گراں قدر معلومات حاصل کیں، اور اس مقصد کے لئے دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ ایشیا مائنر اور فلسطین کے سفر میں اس نے نیچرل ہسٹری اور فارماکالوجی کی معلومات میں اضافہ کیا۔ بے انتہا توقعات کے ساتھ وہ اسکندریہ پہنچا، جہاں اس نے علم العظام اور ڈسکیشن کے فن کے متعلق بہترین اطلاعات حاصل کیں[3]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۳۶
۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۴۹
۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۴۴

تشریح کی ترقیات میں اس کا زبردست حصہ ہے۔ بعد کے آنے والے طبی دنیا کے تمام افراد اس کی تشریحی تعلیمات سے متاثر اور اسی کے خرمن تحقیق کے خوشہ چیں ہیں
اس نے علم العضلات، علم العظام کے ساتھ ہی عروق و اعصاب اور احشاء کی معلومات میں بڑا اضافہ کیا۔

اس نے دماغ اور اس کے بطون کے علاوہ مبدأ النخاع کو دماغ کے ایک حصہ کی حیثیت سے بیان کیا۔[۱] اس نے سب سے پہلے یہ انکشاف کیا کہ اعصاب کی ابتدا یا دماغ سے ہوتی ہے یا نخاع سے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتایا کہ ان میں سے بعض حسی ہوتے ہیں اور بعض محرک۔

اس نے اپنے بیانات میں اعصاب کو رباطات سے گڈمڈ کر دیا، اور خیال کیا کہ وہ بھی لفافہ اور صفاقات میں پھیلتے ہیں اور حس حاصل کرتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ صفاق کا نام اسی کا رکھا ہوا ہے۔[۲]

اس نے دماغ کے مطالعہ کے سلسلہ میں بیل کے دماغ کا خاص طور پر مطالعہ کیا اور ام جافیہ Dura Mater ام رقیقہ Pia Mater جسم صلب Corpus Collosum تیسرے اور چوتھے بطون، مجریٰ سلویس Acqueduct of Sylvius طاق اجسام رباعیہ Corpora Quadra Gemina Fornix زائدہ دودیہ Vermiform قلم الکتابت، اجسام توامیہ Pineal Body غدہ مستدیرہ Hypophysis، قمع Infundibulam کو واضح کیا۔

جالینوس نے بہت سے اعصاب کی تشریح لکھی، ان میں عصب مجوفہ، عصب محرکہ مقلہ، عصب ثلاثی وجہی اور اس کی شاخیں، عصب بکری، عصب سمع، عصب وجہی، عصب راجع، عصب سانی حلقی، عصب حلقی، عصب حنجری، عصب شرکی دعقد، عصب زندی اعلیٰ، عصب زندی اسفل، عصب متوسط، عصب قسمی اور عصب ورکی شامل ہیں۔[۳]

اس نے چوتھے کے ممکن استثناء کے ساتھ تمام دماغی اعصاب Cranial

۱۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۴۸
۲۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۰
۳۔ [illegible]

Nerve بیان کئے۔ بہرحال اس نے عصب مبعدۃ مقلہ Abducent کو عصب بصری کا ایک حصہ خیال کیا۔ عصب الوجہ اور عصب السمع کو ایک عصب کی حیثیت سے اور عصب لسانی حلقی، عصب تائیہ (Vagus) اور عصب زائد نخاعی کو چھٹے عصب کی حیثیت سے بیان کیا۔ اس طرح کم ہو کر اس کے دماغی اعصاب کی تعداد سات رہ گئی[1]

دماغ کا بہت باریکی سے مطالعہ کرتے ہوئے اس نے اغشیہ کی شریان کو معلوم کیا۔ اور اس کو اس سلسلے ریوی تنفس کی طرف منسوب کیا شہیق Inspiration کے وقت وہ کہتا ہے کہ عظم مصفاۃ کے طبقۂ غربالیہ کے ذریعہ ہوا تجویف مخی میں جاتی ہے۔ اور زفیر Expiration کے وقت وہ تجویف انفی میں موجود بیکار رطوبت کو لاتی ہوئی واپس ہوتی ہے۔ شہیق ہوا کا لطیف حصہ بطن متقدم میں جاتا ہے اور وہاں وہ روح نفسانی بنانے کے لئے روح حیوانی سے ملتا ہے جو تینوں ارواح میں لطیف ترین اور نفس ناطقہ کی بلاواسطہ علت ہے[2]

تجرباتی منافع الاعضاء کے ماہر کی حیثیت سے جالینوس ایک سربرآوردہ شخصیت ہے۔ اس سلسلے میں اس نے اعضاء کے چھ ہزار پانچ سو منافع بیان کئے ہیں۔ جن کو اس نے بقراط اور ارسطو کی کتابوں سے اخذ کیا اور بہت کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ بطور مثال کے طور پر اس نے عمل تنفس اور شریان کی میکانکی کو ظاہر کیا۔ گردوں، دماغ اور مختلف معیاروں پر نخاع کے افعال واضح کئے۔ اور یہ کہ آدھے گھنٹہ یا اس سے کم وقت میں جسم کا تمام خون لے جانے کے لئے شرائین چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ اس نے خواب کی منافع الاعضائی تشریح کی اور پھر ان کے طبی تعلق کا تصور دیا[3]

جالینوس نے زندہ جانوروں پر تشریح کا عمل انجام دیا اور اس کے تجربات نے نظام

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۹۴

۲۔ پیکیس آف میڈیکل ہسٹری صفحہ ۴۲ اور تاریخ طب ایران۔ اول۔ صفحہ ۱۴۴

۳۔ طب اور سائنس۔ صفحہ ۴۷

۴۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۳۰۱

اعصاب کے وظائف پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی۔ مثال کے طور پر اس نے قلمبند کیا کہ گردن سے اوپر نخاع کا تفرق موت کا باعث ہوتا ہے۔ اور تھوڑا نیچے سانس لینے سے معذور کر دیتا ہے۔ اور اس سے تھوڑا نیچے حجاب حاجز تک کو مفلوج نہیں بنا تا۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک جانب کی ضرب جسم کے صرف اسی جانب کو مفلوج کرتی ہے[1]

اس نے عصب راجع Recurrent کے کٹنے اور آواز کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس کے افعال متعین کئے۔[2] اور اس کا تجربہ اسے پرگم کے دوران قیام ہوا۔ جہاں اس نے یہ دیکھا کہ عصب راجع حنجری کے کٹ جانے کے بعد ایک سور چیں چیں کرنے کے قابل نہیں رہا تھا[3] "مبدا النخاع" کے کٹ جانے کی وجہ سے اس نے عمل تنفس کی رکاوٹ کا علم حاصل کیا۔ اسی طرح اس کے نخاع پر تجربات نے اعضاء کی ساخت یا فعل میں متعدد خلل کا وقوع میں آنا ظاہر کیا۔ شرائن فخذی کی بندش کے ذریعہ اس نے ثابت کیا کہ شرائن میں خون ہوتا ہے اور ایسے ہی حالبین کی بندش کے ذریعہ اس نے بیان دیا کہ پیشاب گردوں میں پیدا ہوتا ہے نہ کہ مثانہ میں، جیسا کہ غلط طریقہ پر سمجھا جاتا تھا[4]

اس نے بتایا کہ الفاظ کی یادداشت دماغی جراحتوں کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس نے دماغ مقدم کے صدمات اور دماغ مؤخر کے صدمات سے پیدا ہونے والے مختلف اثرات بیان کئے۔ علاوہ ازیں اس نے نخاعی اعصاب کی جڑوں کے محرک و حسی افعال، نخاع کے شگاف اور انقطاع نصفی کے اثرات بھی بیان کئے ہیں[4]

جالینوس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر کسی انگلی سے اعصاب حس کا راستہ منقطع کر دیا جائے تو آگ میں گرم کئے ہوئے لوہے کو چھونے سے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوگی[5]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ پائنزر و کیلے۔ صفحہ ۲۱
۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۹۱
۳۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسن۔ اکرک نیکٹ۔ صفحہ ۶۸
۴۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۹۶
۵۔ طب اور سائنس۔ صفحہ ۶۳

معدہ کے متعلق اس نے خیال کیا کہ اس کے تین فعل ہیں۔ ایک غذا کو اپنے اندر رکھنا دوسرے اسے ہضم کے لئے تیار کرنا تیسرے اسے امعاء صغیرہ میں پہنچا دینا۔
معدہ کی تشریحی بناوٹ کے متعلق اس نے بتایا کہ اس کی اندرونی تہہ کے ریشے مطول ہوتے ہیں اور بیرونی تہہ کے ریشے مدور۔ اور تیسری تہہ کے ریشے اریب ہوتے ہیں۔ امعاء کی حرکات دودیہ کے متعلق وہ لکھتا ہے "میں نے خود بے شمار موقعوں پر زندہ جانوروں کے باریطون کو کھولا ہے اور کل امعاء کو اپنے اندر کی اشیاء پر ہمیشہ حرکات دودیہ کے ساتھ منقبض ہوتے دیکھا ہے لیکن معدہ کی حرکات اس قدر سادہ نہیں ہوتیں۔ اور بواب کا منہ کھلنے سے قبل اس میں حرکت نہیں ہوتی۔ مگر جب اس کا منہ کھل جاتا ہے تو معدہ میں امعاء کی طرح حرکات دودیہ شروع ہو جاتی ہیں[1]۔ اس نے بتایا کہ دیوار معدہ کی دو تہیں ہیں اور وہ منہ تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سے اندرونی تو بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی معدہ میں۔ اور دوسری یعنی بیرونی اپنی ساخت میں بلعوم کے نزدیک ذرا زیادہ عضلاتی ہو جاتی ہے۔ ان تہوں کے ریشوں کا اد غام مختلف سمتوں میں ہے۔ اور درحقیقت جسم کے ہر حرکت کرنے والے عضو کی حرکات کا انحصار اس کے ریشوں کی ترتیب ہی پر ہوتا ہے[2]۔

ریشوں کی ترتیب کے سلسلے میں مزید معلومات دیتے ہوئے کہتا ہے۔ وہ اعضاء جن کی دیوار صرف ایک تہہ سے بنی ہوئی ہوتی ہے (مثلاً مرارہ، مثانہ، رحم اور وریدیں) تو ان میں بھی مطول اور مستعرض دونوں ریشے پائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ تیسری قسم کے ریشے بھی ہوتے ہیں یعنی اریب (ترچھے) لیکن یہ بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں۔ جو اعضاء دو تہوں سے بنے ہوتے ہیں ان میں یہ ریشے صرف ایک ہی تہہ میں مطول ریشوں میں ملے جلے ہوتے ہیں۔ اور جن اعضاء کی دیوار میں صرف ایک تہہ ہوتی ہے ان میں یہ ریشے دوسری قسموں کے ساتھ ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ورید کی دیوار چونکہ ایک تہہ کی ہوتی ہے اس لئے

۱۔ قوائے طبعیہ۔ صفحہ ۱۸۰

۲ ،، ،، ۱۹۰

اس میں ہر قسم کے ریشے پائے جاتے ہیں، جبکہ شریان کی بیرونی تہہ مدور ریشوں اور اندرونی تہہ زیادہ تر مطول ریشوں سے بنی ہوتی ہے۔ لیکن اس میں کچھ تعداد اریب ریشوں کی بھی ہوتی ہے۔ اس طرح وریدیں اپنے ریشوں کی ترتیب کے لحاظ سے رحم، مثانہ اور مرارہ سے ملتی جلتی ہیں۔ اگرچہ ان کی دیوار بہت کم موٹی ہوتی ہے۔ اور شریانیں معدہ سے مشابہ ہوتی ہیں۔ تمام اعضا میں صرف آنتیں ایسی ہیں جو دو تہوں سے بنتی ہیں، مگر دونوں میں مستعرض ریشے ہوتے ہیں[1]۔ اس نے ان کے افعال بھی بیان کئے اور کہا کہ مطول ریشوں میں جذب کرنے والی قوت ہوتی ہے اور مستعرض ریشوں میں دفع کرنے والی اور اریب میں قوت ماسکہ ہوتی ہے۔

عمل تنفس کے متعلق اس نے کہا کہ وہ دو حرکات کے باعث وقوع میں آتا ہے ایک عصب حجابی Phrenic کے توسط سے حجاب حاجز کے انقباض کے ذریعہ اور دوسرے عضلات بین الاضلاع کے انقباض کے ذریعہ[2]

وہ تجربات، جو عضلات بین الاضلاع یا ان کے اعصاب کے کٹنے، پسلی کی تقطیع نخاع کی عرضی تراش (حجاب کا فالج) پر مشتمل تھے ان میں صدر کے جروح نافذہ کے مشاہدات سے مزید اضافہ ہوا، اور ان سب نے مل کر اس چیز کی طرف رہنمائی کی کہ آرام اور سکون کی حالت کا تنفس زیادہ تر حجاب حاجز کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ اور قوت اور زور کے وقت تنفس میں عضلات بین اضلاع بھی حصہ لیتے ہیں، اور شہیق میں ہوا میکانکی طور پر پھیلے ہوئے جوف صدر میں داخل ہوتی ہے[3]

پھیپھڑوں کو اس نے نہایت اچھے طریقہ پر بیان کیا۔ شعب کا تھوڑا نیچے تک مطالعہ کرتے ہوئے اور بقیہ چیزوں کو محض اندازے سے۔

اس نے تنفسی عمل کو شہیق اور زفیر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے یعنی شہیق میں پھیپھڑا کے اندر ہوا کھینچی جاتی ہے اور دوسرے یعنی زفیر میں قلب کے دخانات کے ساتھ تا صاف

۱۔ قوئ طبیعہ۔ صفحہ ۲۰۰

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ ۱۹۵

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۷

ہوا باہر خارج کی جاتی ہے اور بقیہ حصہ شعوب سے گذر کر وریدِ ریوی اور بائیں قلب میں پہنچتا ہے۔ جہاں وہ روح حیوانی بناتا ہے اور حرارت غریزی اور شریانی خون پیدا کرتا ہے[1]

اس نے گردوں اور مثانہ کی درمیانی نالیوں، حالبین کے متعلق بہت صحیح بیان دیا۔ اور کہا کہ وہ نہ شریان ہوتی ہیں اس لئے کہ ان میں ضربان اور پرت نہیں ہوتے نہ وہ وریدی ہوتی ہیں اس لئے کہ ان میں نہ خون ہوتا ہے اور نہ وہ وریدی پرت سے مشابہ ہوتی ہیں، اسی طرح یہ اعصاب سے بھی مختلف ہوتی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس نے پیشاب کے متعلق اسقلیبوس ثانی کے اس خیال کی کہ پیا ہوا پانی بخارات کی شکل میں مثانہ تک پہنچتا ہے اور وہاں منجمد ہو کر پھر بخارات سے پانی میں تبدیل ہو کر پیشاب کی صورت میں خارج ہوتا ہے، تردید کی اور پیشاب بنانے کے سلسلہ میں گردوں کی اہمیت کو واضح کیا اور حالبین کے ذریعہ گردہ اور مثانہ کے تعلق کو ظاہر کیا۔ اسقلیبوس ثانی نے مثانہ کو اسفنج کی طرح ایک مسام دار ساخت خیال کیا تھا جس سے بخارات گذر کر اس میں پہنچتے ہیں۔ جالینوس نے بتایا کہ وہ ایک غیر نفوذ پذیر عضو ہے اور اس کا بیرونی پرت باریطون سے بنتا ہے اور اندرونی پرت بیرونی کے مقابلہ میں دوگنے سے زیادہ دبیز ہے، اس میں نظر نہ آنے والی نالیاں پائے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اس نے مجریٔ منی کو بھی بیان کیا، جبکہ بعض لوگ حالبین ہی کو منی لے جانے والی نالیاں خیال کرتے تھے۔

اس نے مقدونیہ کے باشندے لائکس کے اس تصور کی بھی تغلیط کی کہ پیشاب گردوں کی غذا کا فضلہ ہے۔ اس نے کہا کہ پیشاب کی مقدار صاف بتاتی ہے کہ وہ پیا ہوا پانی ہے جو پیشاب کی شکل میں اسی طرح خارج ہوتا ہے جیسے پسینہ وغیرہ کی راہ سے[2] مرارہ کے متعلق اس نے کہا کہ اس میں دوسرے اعضاء کی بہ نسبت اعصاب کم ہوتے ہیں۔ ہڈیوں کیساتھ ان کے مفاصل اور رباطات کے متعلق جالینوس کے بیانات قابل تعریف

۱۔　پیکیں آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۰، ۴۱

۲۔　قوی طبیعہ۔ صفحہ ۸۱ و ۱۱۲

ہیں۔اس نے ان رباطات کو بھی بیان کیا ہے جو رحم کو عمود فقری سے باندھے ہوئے ہیں۔اس کے علم العظام کی بنیاد انسانی ڈھانچے تھے۔جن کا اس نے متعدد مواقع پر مطالعہ کیا تھا۔ اس نے ہڈیوں کی دو قسمیں کی تھیں۔لمبی ہڈیاں اور چپٹی ہڈیاں۔اس نے نتو Apophysis ہڈے کے سرے Epiphyses اور ہڈی کے جسم Diaphyses کے درمیان فرق کیا۔ اور یہ اصطلاحات بھی اسی کے ذریعہ سے ہم تک آئی ہیں۔سر کی ہڈیوں کے متعلق وہ بہت واضح تصور رکھتا تھا۔اس کے خیال کے مطابق فک اسفل دو ہڈیوں سے مرکب ہے۔جو ایک درز سے ملی رہتی ہیں۔اس نے ۲۴ مہرے بیان کئے، اور مفصل متحرک اور غیر متحرک کے درمیان امتیاز کیا۔

عضلات پر اس کی تحقیقات بڑی بیش قیمت ہیں۔اور جسم کے بڑے عضلات سے متعلق اس کا بیان اب بھی تشریح کی معیاری کتابوں میں درج کیا جاتا ہے۔ اس نے ان کا مبداء، منتہیٰ اور افعال بالکل صحیح طریقہ پر بیان کئے۔مثال کے طور پر اس نے عضلہ صدغیہ اور عضلہ ماضغہ کے فعل کے درمیان فرق کیا۔[1] اور عمود فقری کے عضلات، عضلات ماضغہ، عضلہ عریضہ، جلد علاء ۵ طر ۱۱۲ عضلات بین العظام، عضلہ مابضیہ، وتر العقب کے مبدا کا بہترین بیان دیا۔[2] اس نے ایک بڑی تعداد میں عضلات کے نام بھی رکھے۔[4]

جالینوس نے پانچ سو عضلات کی مفصل تشریح بیان کی ہے۔لیکن اس کے بعد متاخرین نے پانچ سو پندرہ، اور پانچ سو اٹھارہ اور بعض متاخرین نے پانچ سو انیس ان کی تعداد لکھی ہے۔[5] جنین کے باہر آنے کے متعلق اس نے کہا کہ یہ فعل رحم کے ذریعہ بلکہ بطن کے ان عضلات

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۴
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۹۴
۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۴
۴۔ پیکیس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۰
۵۔ طب اور سائنس۔ صفحہ ۶۵

کے ذریعہ سرانجام پاتا ہے۔ جو پیشاب پاخانہ کرنے میں ہماری مدد کرتے ہیں[1]

اس نے عضلات اور مفاصل کے فعل کا مطالعہ کیا اور یہ کہ وہ دونوں مل کر کس طرح حرکت میں مدد دیتے ہیں[2]

عروقی نظام کے سلسلہ میں اس نے نوٹ کیا کہ قلب کے چار خانے اور چار فتحات ہوتے ہیں ان میں سے تین میں مع تین شرافات Cusps کے صمامات لگی ہیں۔

اس نے ثقبہ بیضویہ Foramen Ovale بمع شریانی Ductus Arteriosus کی بہت صاف تصویر پیش کی۔ جس کی بعد میں سولہویں صدی میں لیونارڈو ڈاونچی نے دوبارہ دریافت کی[3]

اسے معلوم تھا کہ بائیں بطن کی دیوار دائیں بطن کے مقابلہ میں قابل لحاظ حد تک موٹی ہوتی ہے۔

جالینوس نے ایک لڑکے پر جس کی عظم القص تاکل العظام کی وجہ سے ضائع ہو گئی تھی اور جانوروں پر متعدد تجربات کے ذریعہ بطن وغیرہ کے محتویات کا امتحان کرتے ہوئے قلب کی حرکت کا مطالعہ کیا۔ (دیکھئے عروق کی تقسیم کے بعد بھی) اور واقعتہ بہت صحیح انداز میں اس کی حرکات کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ اس نے صمامات کے افعال اور شرائن میں نبضی دباؤ کا بھی خاص طور پر مطالعہ کیا[4] ہونے ارسسطراطس کے مقابلے میں یہ حقیقت پیش کی کہ بایاں قلب بھی خون پر مشتمل ہوتا ہے لیکن روح کے پہلے سے قائم نظریہ اور جگر میں خون بننے کی تعلیم کی وجہ سے اس سے بنیادی حقیقتیں نظرانداز ہو گئیں[5]

موت کے بعد چونکہ عموماً شرائن خون سے خالی ملتی ہیں اس لئے پراکسیغورس اور ارسسطراطس

---

1. قوی طبیہ۔ صفحہ ۱۷۶
2. انشیئنٹ میڈیسین اینڈ ماڈرن تھاٹس۔ صفحہ ۱۷
3. ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۵
4. ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۸۲
5. ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷

نے انہیں حامل روح خیال کیا تھا۔ اور اسی مناسبت سے انہیں Arteria کہا گیا تھا۔ لیکن جالینوس نے مشاہدات کی روشنی میں اس کی تردید کی اور شرائن میں ہوا کی عوض خون ثابت کیا۔ اس نے اس نظریہ کو بڑے اصرار سے پیش کیا اور تشریح کی تاریخ میں یہ ایک اہم اضافہ تھا۔ کہ شرائن خون سے مملو ہوتی ہیں یا جیسا کہ وہ دوسری جگہ کہتا ہے "خون اور روح حیوانی سے بھری ہوتی ہیں"[1]

اس کے سلسلہ میں یہ بہت لائق توجہ ہے کہ اس نے ورید سری کے مقام اتصال، ورید الباب کی شاخوں، شرائن سری اور شرائن خاصری اور غشائی صمامات کے متعلق بہت صحیح بیان ا ور مجریٰ ارنتائی Ductus Arantii[2] کی بہت عمدہ وضاحت کی[3]

دماغ کی ایک ورید جالینوس کے نام سے وابستہ کی جاتی ہے[4] اسی طرح قلب کی ایک خاص ورید بھی اس کے نام سے اب تک موسوم ہے[5]

جالینوس نے بہت غور اور باریک بینی سے جسم کے تمام اعضاء کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ[6] وقتاً اس سے غلطی بھی ہوئی ہے۔ مثلاً یہ کہ اس نے غدد کے متعلق خیال کیا کہ وہ صرف ان غیر کار طوبات کا ظرف ہیں جو جسم کے فضلات کو دور کرنے والی عروق سے آتی ہیں۔ اس نے ان کا ڈسکیشن کیا تھا۔ اور نہ درحقیقت ان کے افعال معلوم کئے تھے۔ رحم کے متعلق اس نے بتایا کہ اس میں دو خانے ہوتے ہیں۔ دائیں خانہ میں لڑکا نشوونما پاتا ہے اور بائیں میں لڑکی۔ اسی طرح انثیٰ کا دایاں نوطہ لڑکے کو جنم دیتا ہے اور بایاں لڑکی کو۔ اس کی ایک بڑی غلطی یہ بھی رہی کہ اس نے خیال کیا کہ وریدیں جگر سے آتی ہیں۔ (جو خون بنانے والا ایک بڑا عضو تھا) اور شرائن قلب سے[6] اسی

۱۔ ہیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۱

۲۔ ارنتائی Arantii اٹلی کا تشریح داں اور معالج تھا۔ اس کا زمانہ ۱۵۳۰ سے ۱۵۸۹ء کا ہے۔ اس نے بعد میں اس مجریٰ کو دریافت کیا اور اسی کے نام سے یہ موسوم کی گئی۔

۳۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۹ (۵) گریزاناٹمی۔ تیرہواں ایڈیشن۔ صفحہ ۶۲۰

۴۔ گریزاناٹمی۔ بائیسواں ایڈیشن۔ صفحہ ۷۱۷ (۶) ہیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۱

طرح غدۂ نخامیہ کو اس نے ایک فلٹر سمجھا۔ جس کے ذریعہ سے کہ دماغ عظم مصفاۃ کے راستہ حلق میں اپنی خراب رطوبات خارج کرتا ہے۔ یہ عجیب غلطی پندرہویں صدی تک قائم رہی، اور اس کی وجہ سے ورم اور التہاب شعب کا سبب غدۂ نخامیہ کی رطوبت اور "دماغ کے نقیبہ" کو سمجھا گیا۔[1] جگر کے اس نے چار قص شمار کئے۔ اور مجری صفراوی کو وہ دوخیال کیا[2] لیکن اس نے ان کو ورید شریان اور اعصاب سے مختلف ضرور خیال کیا۔

عروقی نظام کے سلسلہ میں بدقسمتی سے جالینوس سے ایک اہم غلطی سرزد ہوئی۔ اس کی منافع الاعضاء میں روح Spirit of Pneuma (IIVEUUα) ایک بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے جو عمل تنفس کے ذریعہ بیرونی دنیا سے، ذریعہ کھینچی جاتی ہے۔ یہ روح قصبۃ الریہ میں داخل ہو کر ورید ریوی میں سے گذرتی ہوئی قلب کے بائیں بطن میں پہنچتی ہے۔ جگر کیلوس سے وریدی خون بناتا ہے جو اس سے ورید الباب کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ جگر وریدی نظام کا مرکز ہے اور وہ خون کو ایک خاص روح سے مزین کرتا ہے۔ جسے جالینوس نے روح طبعی کے نام سے موسوم کیا ہے یہ خون جو روح طبعی اور امعاء سے جذب کردہ غذائی اجزاء سے بھرا ہوتا ہے، جگر سے پورے وریدی نظام میں تقسیم ہوجاتا ہے۔

وریدی خون اجوف سے گذر کر قلب کے دائیں جانب بھی پہنچتا ہے۔ جہاں اس کے خراب اجزاء الگ ہو کر شریان ریوی کے ذریعہ پھیپھڑوں میں پہنچ جاتے ہیں، اور وہاں سے بخارات کی شکل میں قصبۃ الریہ کی راہ باہر نکل جاتے ہیں۔ یہ صاف خون وریدی نظام میں پھر واپس آتا ہے۔ زیادہ مقدار میں پھیپھڑوں میں جانے کے علاوہ دائیں بطن میں موجود وریدی خون کا کچھ حصہ حاجز بین البطنین کے نظر آنے والے چھوٹے چھوٹے مسامات کے ذریعہ گذرتا ہے اور بائیں بطن میں پہنچ کر وہاں اس ہوا کے ربط میں آتا ہے جو بائیں بطن میں پھیپھڑوں سے ورید ریوی کے واسطے سے پہنچتی ہے۔ یہاں اس روح سے ملنے کی وجہ سے (جو بیرونی ہوا سے کھینچی گئی ہے) وہ اعلیٰ لطیف روح

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۹۵

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۴

حیات (حیوانی) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہ شریانی خون کے ساتھ تمام جسم میں پھیلتی ہے۔ دماغ کی شرائین اس روح حیوانی کو دماغ میں لے جاتی ہیں جہاں یہ روح نفسانی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر اعصاب کے ذریعہ تمام جسم میں پہنچتی ہے۔[1]

انبساط کو جالینوس نے قلب کی حرکت کا جزو مؤثر خیال کیا تھا اور انقباض کو جزو منفعل۔ انبساطی حالت میں قلب ہوا کو بائیں بطن میں اور خون کو دائیں بطن میں کھینچتا ہے جبکہ انقباض کے وقت وہ درماندہ ہو جاتا ہے اور ہوا اور خون دونوں کو باہر خارج کرتا ہے۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جالینوس جیسے وصلانی انسان نے خود اپنے مشاہدات کے نتائج پر توجہ نہیں کی۔ اور نہیں ایک نظام میں مربوط کر کے دوران خون کو خود دریافت نہیں کیا۔ ایک طرف اس نے بیان کیا کہ تمام شرائین اور طلی سے شروع ہوتی ہیں اور وہ ہوا پر نہیں بلکہ خون پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی طرح صمامات قلب کے افعال اس نے بالکل صحیح طریقہ پر بیان کئے۔ اور یہ نوٹ کیا کہ ریوی صمامات اس خون کو جو دائیں بطن سے شریان ریوی میں پہنچ جاتا ہے، دائیں بطن میں واپس آنے سے روکتے ہیں۔ اور سارٹ کے حوالے کے مطابق جالینوس نے یہ بھی صاف طور پر کہا کہ "خون کا انتقال صرف شریان ریوی سے وریدریوی ہی میں نہیں ہوتا ہے (پھیپھڑوں کی راہ) بلکہ بائیں بطن اور وہاں سے شرائین میں بھی ہوتا ہے"۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ شرائین اور اوردہ کے اختتام کے وقت الضخام Anastomoses کا عمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے "اگر تم ایک جانور کو کافی تعداد میں اس کی بڑی شرائین کاٹ کر مار دو تو تم اس کی وریدوں کو بھی شریانوں کی طرح خالی پاؤ گے۔ ایسا کبھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کے درمیان الضغام Anastomoses نہ ہو"۔

دوسری طرف ہمارے لئے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی وہ دوران خون کا صحیح تصور کیوں نہیں حاصل کر سکا۔[2]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین میجر، اوّل صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶، اور ہسٹری آف میڈیسین۔ پائنٹر و کیلے صفحہ ۲۰ و ۲۱

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین میجر اوّل صفحہ ۱۹۶، اور ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۸۰

مگر یہاں یہ بھی ملحوظ رکھے جانے کے قابل ہے کہ روڈلف ای سیگل کے مطابق جالینوس سے بعض ایسی چیزیں بھی منسوب کردی گئی ہیں جو اپنی جگہ درست نہیں ہیں۔ مثلاً اس کے سلسلہ میں یہ خیال کیا جاتا رہا کہ وہ حاجز بین البطنین کے مسامات کے ذریعہ دائیں بطن سے بائیں بطن میں خون چلے جانے کا قائل تھا لیکن جالینوس کی اصل یونانی تحریریں اس کی تائید نہیں کرتیں، اور ان سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے جو اس سے وابستہ چلی آرہی ہیں۔[1] اس کی کتاب De Usu Partinum میں دورانِ خون پر صدر کی تنفسی حرکات کے اثر کا واضح بیان دیکھا جا سکتا ہے۔ جالینوس نے واضح کیا ہے کہ دیوارِ صدر کے پمپ کا عمل کس طرح شرائن ریوی کی شاخوں سے دستہ ریوی میں خون پہنچاتا ہے۔ اس نے پھیپھڑوں کے وریدی اور شریانی نظام کے فعلی تعلق کی وضاحت کی غرض سے دونوں بڑے عروق کے درمیان عروق وشرائن کے جال Anastomosis کی موجودگی کو تسلیم کیا ہے۔

یہ عروق کا باہم مل کر جال سا بنانا ہمارے Alviolar Capillaries عیونی عروق شعریہ کے مطابق ہوتا ہے۔

۱۔　روڈلف ای سیگل کے اس بیان کی تائید مشکل ہے۔ جالینوس کی اصل یونانی کتابیں تو میرے مطالعہ سے نہیں گذریں لیکن اس کی کتابوں کی عربی تشریحات اور خود اس کی کتاب قوی طبیعیہ کے مطالعہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاجز بین البطنین میں سوراخ پائے جانے پر یقین رکھتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ قلب کے دائیں بطن سے بائیں بطن میں درمیانی پردے کے سوراخوں کے ذریعہ خون پہنچتا ہے، اور ساتھ ہی یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ وہ شریان ریوی کے ذریعہ پھیپھڑے میں بھی کچھ خون کے پہنچنے کو تسلیم کرتا تھا لیکن اس کی دریافت اور شرف کے باوجود یہ اس کی غلطی تھی کہ وہ حاجز بین البطنین کے سوراخ پر یقین کرتا رہا۔ اس طرح اس کو زیادہ وضاحت سے یوں کہنا چاہیئے کہ جالینوس کے سلسلہ میں یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ وہ شریان ریوی کے ذریعہ دائیں بطن سے پھیپھڑوں میں خون پہنچنے کا قائل نہیں تھا، اور نہ اس کے متعلق محض یہ کہنا درست ہے کہ وہ حاجز بین البطنین کے سوراخوں کا قائل نہیں تھا، بلکہ وہ اگر ایک طرف شریان ریوی کے ذریعہ خون کے پھیپھڑوں میں پہنچنے پر

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

جالینوس کہتا ہے کہ پھیپھڑوں کی تنفسی حرکت کے دوران، شعبوں کے باریک ترین توزیع کے مسامات کے ذریعہ داخل ہوتے ہوئے ہوا سے خوب اچھی طرح ملا ہوا خون آتا ہے[1]

صدر کا انقباض پھیپھڑوں میں اور وریدِ ریوی کو ہر طرف سے دبا تا ہے، اس کی وجہ سے وہ اس ہوا کو جو اس خون میں ہوتی ہے پورے زور سے آگے دھکا دیتی ہیں یہ وریدیں باریک دہانوں کے جوڑ سے خون بھی لیتی ہیں (یعنی شریان اور ورید ریوی کے درمیان) اگر خون شریان ریوی کے بڑے دہانے سے دائیں قلب میں واپس ہو جاتا تو یہ آگے کی جانب ہرگز نہیں بڑھتا، اس طرح خون صرف آگے کی جانب دھکیلا جاتا ہے، اور قطرہ قطرہ کر کے ورید ریوی میں جاتا ہے۔" اس عبارت کے مفہوم کے متعلق کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسرے باب میں جالینوس نے اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں پھیپھڑوں سے بائیں بطن میں خون کے جانے کے متعلق کہا ہے۔" (بڑوں میں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے)

یقین رکھتا تھا تو دوسری طرف وہ دونوں بطن کی دیوار کے سوراخوں کے ذریعہ بھی خون کے منتقل ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا۔ اور اس کی اس غلط فہمی کی وجہ جیسا کہ اس نے خود بیان کی ہے یہ تھی کہ "دائیں قلب میں جس ورید سے خون آتا ہے وہ بہت بڑی اور فراخ ہوتی ہے، اور جس ورید (شریان ریوی) سے وہاں سے خون پھیپھڑوں میں جاتا ہے وہ بہت چھوٹی اور تنگ ہے اور اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ خود قلب کے جسم کی پرورش میں وہ خون صرف ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کے واسطے وہاں ایک اور ورید ہے جو قلب کا تغذیہ کرتی ہے اس لئے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ وہ خون جو ورید اجوف کی راہ قلب میں آتا ہے۔ اس خون کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور بائیں بطن میں چلا جاتا ہے۔" عرب طبیب ابن نفیس کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے حاجز بین البطینین کے سوراخوں کی سختی سے تردید کی، اور صرف ایک راستہ یعنی شریان ریوی کے ذریعہ خون کے دوران کو بتایا۔

۱۔ سڈہافس آرکیو، بینڈ ۴۶، ہیفٹ ۴۔ روڈولف، ای، سیگل۔ صفحہ ۳۱۱

قلب کو پھیپھڑوں سے ہوا بھرا ہوا خون کھینچتا ہے .... قلب کے بائیں بطن میں" ان حوالوں سے جالینوس کے نظام دوران خون سے متعلق اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جس کی رو سے کہ وریدِ ریوی خون سے خالی اور صرف ہوا پر مشتمل سمجھی جاتی ہے۔ یا یہ بھی کہ عروقی ہوا قلب کے دائیں بطن میں جاتی ہے۔

یہ جالینوس کے عظیم الشان انکشافات میں سے ہے کہ وہ یہ ثابت کرنے کے قابل ہوا کہ عروق دمویہ محض ہوا پر مشتمل نہیں ہوتی ہیں۔ اس نے بہت صاف طریقہ پر واضح کیا ہے کہ رطوبات بدن ہوا جذب کر سکتی ہیں، اور پانی میں بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے (اور یہ ہوا دراصل خون اور رطوبات میں اسی طرح مخلوط رہتی ہے جیسے بیرونی پانی میں، گو بظاہر آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔) اس ضمن میں اس نے اس حقیقت کا حوالہ دیا ہے کہ مچھلیاں اپنے گلپھڑوں کے ذریعہ پانی سے ہوا جذب کر کے اپنی زندگی برقرار رکھتی ہیں۔ دیو جانس اور ارسطو نے بھی اس سے پہلے اسے بیان کیا ہے۔

ارسطو نے واضح کیا ہے کہ کچھ عروق دمویہ مچھلی کے قلب کی راس سے گلپھڑوں تک جاتی ہیں اور یہ کہ گلپھڑوں سے آیا ہوا خون قلب تک پہنچتا ہے۔ پہلی صورت قلب تک خون واپس پہنچنے سے پہلے تمام جسم کے تغذیہ کا فعل انجام دیتی ہے۔ یہ ایک تعجب خیز چیز ہے کہ وہ مچھلیوں میں قلب اور گلپھڑوں کے درمیان خون کی روانی کے ایک مخصوص دورہ کے متعلق صاف طور پر کہتا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دورہ کا مقصد اس نے خون کا معتدل ہونا خیال کیا تھا[1] بہرحال اس نے یہ وجدانی مشاہدہ انسان کے خون کی روانی پر منطبق نہیں کیا۔ لیکن اس نے واضح طور پر یہ حقیقت تسلیم کی کہ دل کی روانی اور نفس کے درمیان ایک قریبی رشتہ موجود ہے۔

جالینوس، ارسطو کی اس تحقیق سے اچھی طرح واقف تھا، لیکن غالباً مچھلیوں کے ڈسکشن کے ذریعہ اس نے خود بھی تحقیقات کیں، جیسا کہ اس کے بیان سے واضح ہوتا ہے۔

اسی طرح اس نے مشاہدہ کیا کہ جنین کے خون کی روانی مچھلی سے کافی مشابہ ہے۔ جنین میں زیادہ تر خون مشیمہ سے آتا ہے اور صرف ایک جانب قلب کے بائیں بطن میں جاتا ہے۔ خون

۱۔ سڈ ہافس آرکیو، بینڈ ۴۶، ہیفٹ ۴۔ روڈولف ای سیگل۔ صفحہ ۳۱۲

وریدِ سری کے ذریعہ آکر دائیں بطن اور پھیپھڑوں سے گذرے بغیر بائیں بطن میں پہنچتا ہے۔ یہ براہ راست راستہ جنینی قلب کے دونوں اذن کے درمیان ثقبہ بیضویہ کی وجہ سے بنتا ہے۔

جالینوس نے اس میں غلطی کی ہے کہ شریان سری کا خون بھی اوپر کی طرف جنین کے اورطی کے ذریعہ قلب کے بائیں بطن میں پہنچتا ہے[1] یہ بیان اس کے اس مشاہدہ کے منافی ہے کہ جنینی قلب نبض کی طرح حرکت کرتا ہے اور اس کی ضربان صرف ایک سمت میں یعنی قلب سے محیطی شریانوں کی جانب منتقل ہوتی ہیں۔

جالینوس نے حاملہ جانوروں کی مختلف قسموں میں ناف کی ضربان کا بھی امتحان کیا تھا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ حبل کو باندھ دینے کے بعد شریانی ضربان محیطی سمت میں غائب ہو جاتی ہے۔

جالینوس نے صحیح طریقہ پر بیان کیا کہ پیدائش سے قبل جنین کا وریدی خون مشیمہ سے ناف کی وریدوں کے ذریعہ اجوف اور دائیں اذن میں جاتا ہے اور دوسرے راستہ کے ذریعہ جگر کو چھوڑ جاتا ہے۔

اس نے تسلیم کیا کہ ثقبہ بیضویہ کے کھلے ہونے کی بنا پر خون شریان ریوی کے ذریعہ جنین کے پھیپھڑوں میں نہیں جا سکتا ہے اور یہ ثقبہ جنین کے پیدا ہونے کے بعد بند ہو جاتا ہے۔

اس نے صحیح طور پر یہ بھی مشاہدہ کیا کہ خون کی ذرا سی مقدار قلب کے دائیں بطن میں بھی پہنچ جاتی ہے۔ اس نے انکشاف کیا کہ یہ خون بھی راستہ کاٹ کر ایک زائد قلبی راستہ کے ذریعہ جسے اب مجریٰ بوٹیلائی Ductus Botalli کہتے ہیں، شریان ریوی سے اورطی میں چلا جاتا ہے۔

جالینوس نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ پیدائش کے تھوڑی ہی دیر بعد یہ تینوں راستے یعنی ثقبہ بیضویہ جگر کے گرد کی ضمنی راہ اور مجریٰ بوٹیلائی بند ہو جاتے ہیں، اور اب تمام خون دائیں قلب سے پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے۔

جالینوس نے پیدائش کے بعد خون کی گردش میں اس نئی تبدیلی کے سبب کو صحیح طریقہ پر

۱۔ سڈہافس آرکیو، بینڈ ۴۶، ہیفٹ ۴۔ روڈولف ای، سیگل۔ صفحہ ۳۱۴

معلوم کیا۔ ماں سے جو ہوا جنینی دوران کی طرف منتقل ہوتی تھی ناس کے رک جانے پر ہوا کا ایک نیا ذریعہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تبدیلی کی ضرورت نے خود بھی جالینوس کو متاثر کیا، اور اس نتیجہ کی طرف اس کی رہنمائی کی کہ تنفس اور خون کی روانی دونوں ایک دوسرے سے پوری طرح متعلق ہیں، اور وہ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔[1]

جالینوس نے مشاہدات اور تجربات کے ذریعہ معلوم کیا تھا کہ ہوا ایک حیاتی جوہر پر مشتمل ہوتی ہے جسے ایک دوسرے مضر صحت جوہر کے بدلے، جو پھیپھڑے یا گلپھڑے خارج کرتے ہیں، تنفس کے وقت ایک گیس کی طرح جذب کیا جاتا ہے۔

"جسم حیوانی میں ہوا کی ایک قسم ہوتی ہے جو مناسب اور فائدہ مند ہوتی ہے اور دوسری جو غیر مفید اور غیر مناسب ہوتی ہے۔" جالینوس نے غالباً لوگوں کے بند ہوا بھرے تھیلے کے اندر سانس لینے کے ذریعہ دونوں اجزاء کے باہمی تبادلہ کا تجربہ کیا ہوگا۔ "قلب پھیپھڑوں سے ہوا اپنے اندر جذب کرتا ہے، اور اپنے قریب کی شریانوں میں بھیج دیتا ہے۔ اسی کے برابر سانس کے ساتھ باہر آنے والی ہوا مقدار میں اندر آنے والی ہوا سے کم نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے یہ کہنا کافی ہوگا کہ خارج ہونے والے انجرات ہر صورت میں مقدار میں اس حصہ کے برابر ہیں جو سانس لیتے وقت قلب اور شرائن میں پہنچتا ہے۔[2]

جالینوس نے تشریحی مقاصد کے لئے انسانی لاش کا استعمال کیا ہے یا نہیں، جالینوس سے متعلق یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے کسی انسانی لاش کا ڈسکیشن نہیں کیا۔ اور اس کی معلومات کا انحصار صرف بندروں سوروں اور دوسرے جانوروں کے ڈسکیشن یا انسانی لاش کے بیرونی معائنہ پر رہا۔ جس کی وجہ اس زمانہ میں انسانی ڈسکیشن کی عام ممانعت تھی۔ چنانچہ سر ولیم آسلر نے لکھا ہے۔ "جالینوس علم تشریح میں اسکندریوں کا شاگرد تھا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتا تھا۔ ہیروفیلیس کے زمانہ میں جو مواقع حاصل تھے، ان

۱۔ سڈ ہافس آرکیو، بینڈ ۴۶، ہیفٹ ۴۔ روڈولف، ای، سیگل، صفحہ ۲۱۴

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲۸

کا اب کوئی امکان نہ تھا اور انسانی جسم کے ڈسیکشن کی کوئی صورت نہیں رہ گئی تھی۔ ممنوع قرار دیئے جانے کے اس نقصان پر جالینوس گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔ علم العظام کے مطالعہ کے لئے وہ طلبار کو انسانی ہڈی دیکھنے کی ترغیب دیتا تھا جو اتفاقیہ طور پر کسی قبرستان میں رہ گئی ہو ایک موقع پر وہ ایک ڈاکو کی ایسی لاش کی دستیابی کی اطلاع دیتا ہے جس کی ہڈیوں کو جانوروں اور پرندوں نے نوچ کر ننگا کر دیا تھا۔ عمل اور ترکیب کی ان صورتوں میں ناکامی پر وہ طلبار کو اسکندریہ جانے کا مشورہ دیتا تھا۔ جہاں اس وقت تک دو انسانی ڈھانچے موجود تھے۔ اس نے خود بندروں اور سوروں کو ڈسیکشن کے لئے استعمال کیا ہے۔ ٹھیکس نیوبرگر لکھتا ہے "انسانی جسم کی تحقیق کے لئے جالینوس کو قسمت سے بہت کم جسم حاصل ہوئے۔ اسے بذات خود صرف دو مرتبہ حادثاتی طور پر یہ موقع نصیب ہو سکا کہ وہ انسانی ڈھانچہ پر قابض ہوا۔ ایک مرتبہ ایک لاش اس طرح ملی کہ دریا کے سیلاب کی وجہ سے ایک قبر شکستہ ہو گئی تھی۔ اور دوسری لاش ایک سزا یافتہ ڈاکو کی تھی۔ اُن دشمنوں کی لاشوں کو چیرنے کی اجازت جو میدان جنگ میں مارے گئے ہوں، علم و تحقیق کے لحاظ سے بہت کم وقعت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ رومی فوج کے ساتھ جو سرجن تھے وہ فنی طور پر غیر آراستہ تھے، اور اس مرتبہ میں نہیں تھے کہ وہ اس کے ذریعہ زیادہ فائدہ حاصل کرتے جالینوس نے آدم نما بندر کے ڈسیکشن کے علاوہ ریچھ، سور، گھوڑے کی جنس کے جانور، جگالی کرنے والے جانور، ایک مرتبہ ایک ہاتھی اور اسی طرح پرندے، مچھلیاں اور سانپ کا بھی ڈسیکشن کیا۔ اس نے اپنی تحقیقات میں انسان کے مشابہ جانوروں سے بے باکانہ طور پر معلومات اخذ کیں۔ انسانی امعار کے سلسلہ میں اس نے گوشت خور اور سبزی خور جانوروں کی امعار کے اعتبار سے ایک درمیانی صورت نکالی۔ اسی طرح نخاع کے متعلق اس نے بیان کیا کہ وہ عمود فقری کے اختتام تک ہوتا ہے"[1]

چارلس ایل ڈانا اور پائنٹر و کیلے نے بھی اسی قسم کے خیال کا اظہار کیا ہے، اور وہ بھی اس

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسن۔ صفحہ ۷۹

۲۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۲۵۴

کے سلسلہ میں صرف غیر انسانی مخلوق کے ڈسیکشن کی تائید میں ہیں۔ لیکن کچھ ایسے مورخین بھی ہیں جن کا کہنا ہے کہ جالینوس نے انسانی لاشوں کو ڈسیکشن کے لئے استعمال کیا ہے۔ ان میں جارج سارٹان، رالف ایچ میجر، ولیم سیسل ڈیمپائر، اوٹوایل بیٹمین اور قفلی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ان مورخین کو جو مقام حاصل ہے وہ یقیناً اپنا ایک وزن رکھتا ہے۔ اس لئے ان ماخذ کو اہمیت نہ دیئے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جالینوس نے اپنے پیچھے جو عظیم تشریحی سرمایہ چھوڑا ہے وہ اس کا روشن ثبوت ہے، اور یہ عین قرین عقل ہے کہ اپنے بڑھے ہوئے تشریحی ذوق اور تشریحی افادیت و اہمیت کے انتہائی قائل ہونے کی بنا پر اس نے مزید انسانی ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے ہوں گے۔

سارٹان لکھتا ہے "اس نے بکثرت جانوروں کے ڈسیکشن کئے۔ لیکن چند انسانی لاشوں کو بھی ڈسیکشن کے لئے استعمال کیا۔ تشریح، منافع الاعضاء، علم الجنین، ماہیت الامراض، معالجات اور علم الادویہ کے میدان میں بڑی تعداد میں اس نے نئی تحقیقات کی ہیں[1]

سر ولیم سیسل ڈیمپائر نے لکھا ہے "جالینوس نے جانوروں اور کچھ انسانی جسموں کے ڈسیکشن کئے۔ اور تشریح زندہ کے ذریعہ قلب کی حرکت اور نخاع کی تحقیق کی[2]

اوٹوایل بیٹمین کا یہ بیان لائق نظر ہے۔ "اس نے انسانی لاش میسر نہ آنے کی وجہ سے ہر قسم کے جانوروں کے ڈسیکشن کئے۔ یہاں تک کہ دریائی گھوڑا اور ہاتھی بھی[3]" پھر تھوڑا آگے دوسرے صفحہ پر وہ لکھتا ہے "اس نے تشریح پر متعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن لے دے کر صرف ایک انسانی ڈسیکشن انجام دیا۔ جو ایک غرق شدہ انسان کی لاش تھی، انسانی مشابہت کی بنیاد پر اس کی معلومات زیادہ تر بندروں اور سوروں کے ڈسیکشن پر تھیں"[4]

یہ تو ظاہر ہے کہ سرکاری اور مذہبی ممانعت کی وجہ سے انسانی جسم کا ڈسیکشن ایک سنگین

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۳۰۱
۲۔ ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۳۲
۳۔ اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۴۳
۴۔ " " " " " ۴۴

جرم کی حیثیت رکھتا تھا۔ ہیروفیلوس کے زمانہ کی طرح بڑی تعداد میں انسانی ڈسیکشن ممکن نہیں تھا۔ خاموشی کے ساتھ چند انسانی لاشوں کو استعمال کر لینا ہی بہت بڑی بات تھی اور چونکہ اس کے ڈسیکشن میں جانوروں کے مقابلہ میں انسانوں کی تعداد کم تھی، اس لئے یہ بہت ممکن ہے کہ اس خصوصیت کی بناء پر صرف جانوروں کا ڈسیکشن اس سے منسوب کر دیا گیا، اور لوگوں کو ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ اوڈوایل بیٹمین کے مندرجہ بالا بیان سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسری عبارت میں ایک انسانی لاش کے ڈسیکشن کا ذکر نہیں کرتا تو اس کی پہلی عبارت بالکل نفی کرتی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے جالینوس کے ایک بھی انسانی ڈسیکشن پر روشنی نہیں پڑتی۔

مشہور طبی مورخ رالف ایچ میجر اعتراف کرتا ہے کہ "اسکندریہ کے پانچ سالہ دوران قیام میں جالینوس نے معائنہ کیا اور عملی طور سے انسانی جسم پر تشریحی ڈسیکشن کا فرض انجام دیا۔[1]"

اس کے سلسلہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے "اگرچہ جالینوس کی تشریح کی بنیاد بندروں، سوروں اور دوسرے جانوروں کے ڈسیکشن پر زیادہ ہے تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے انسانی جسم پر ڈسیکشن کیا ہے۔ اسے تشریح سے بہت قلبی تعلق تھا۔ اور اس نے ہمیشہ اس کی اہمیت پر زور دیا۔[2]"

پھر ایک دوسری جگہ کہتا ہے "اس کے زمانہ کے بعد بڑی حد تک ڈسیکشن متروک ہو گیا۔[3]"

جالینوس کے ڈسیکشن سے متعلق ایک قدیم اور مستند بیان یوحنا ابن ماسویہ کا ہے۔ جیسا کہ قفطی کی مشہور تاریخ اخبار الحکماء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جالینوس نے نہ صرف بندروں بلکہ انسانی لاشوں کا بھی ڈسیکشن کیا ہے۔[4]

یہ ضرور ہے کہ اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کی بناء پر جالینوس نے جانوروں کو اپنی عملی مشق

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ اول۔ صفحہ ۱۹۰

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۴

۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۹۵

۴۔ اخبار الحکماء۔ قفطی۔ صفحہ ۲۵۵

کے لئے زیادہ استعمال کیا۔ لیکن اس کے سلسلہ میں سرے سے انسانی ڈسیکشن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

جالینوس تحریر، تقریر اور عمل ہر طریقہ سے اطباء کو تشریح کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتا رہتا تھا۔ ۱۶۲ء میں اس نے رومیہ کا پہلا سفر کیا۔ اور وہاں کے عام جلسوں میں تشریح پر لکچر دئے[1] ابن ابی اصیبعہ نے بھی لکھا ہے کہ وہ رومیہ کی عام مجالس میں لکچر دیتا تھا۔ اور علم تشریح سے لوگوں کو واقف کراتا تھا[2]

مریضوں کے امتحان، تشخیص اور معالجہ میں اس نے تشریحی معلومات کے ذریعہ جو فائدے حاصل کئے ہیں، تاریخوں میں اس کے متعدد واقعات مرقوم ہیں۔

"جالینوس کہتا ہے میں اس عام مجلس میں پہنچا، جہاں لوگ اطباء کے علم کا امتحان لینے جمع ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے حاضرین کو تشریح سے متعلق بہت سی چیزیں دکھلائیں اور ایک جانور لے کر اس کا بطن چاک کر دیا، اور اس کی سب آنتیں باہر نکال دیں۔ اور پھر وہاں موجود اطباء کو آنتوں کو اپنی جگہ لوٹانے اور بطن کی خیاطت کے لئے دعوت دی، لیکن ان میں سے کوئی بھی تیار نہیں ہو سکا۔ اور آخر میں میں نے خود ہی ایسا کیا۔ جس کی وجہ سے ان پر میری حذاقت اور تیز دستی کا بہت اثر پڑا۔ نیز میں نے قصداً بڑی عروق کو کاٹ دیا، تاکہ ان سے خون بہے اور عمر رسیدہ اطباء کو اس کے علاج کی دعوت دی۔ لیکن ان کے پاس کوئی تدبیر نہ تھی۔ پھر میں نے اس کا علاج کیا۔ حاضرین میں سے جو عقلمند لوگ تھے ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ زخمیوں کا علاج ایسا ہی شخص کر سکتا ہے جسے فن پر اتنا عبور حاصل ہو جتنا مجھے ہے[3]"

اسی طرح جالینوس بیان کرتا ہے کہ میں عقل و فہم رکھنے والے ایک شخص کو جانتا ہوں جو میرے پاس ایک ایسے کام کے لئے آیا تھا جو اس نے مجھے کرتے دیکھا تھا، اور وہ ایک حیوان کی

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین۔ صفحہ ۴۷

۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۸۰

۳ 〃 〃 〃 〃 ۸۰

تشریح سے متعلق تھا جس میں میں نے بیان کیا تھا کہ آواز کن آلات سے اور ان کی کن حرکت سے پیدا ہوتی ہے: دراصل اس شخص کو دو ماہ قبل یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ وہ ایک اونچی جگہ سے گر گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے بہت سے اعضاء ٹوٹ گئے اور اس کی آواز باطل ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کی بات چیت اشارہ کے ذریعہ ہی ہو گئی۔ اس کے اعضاء کا علاج کیا گیا اور وہ کافی دنوں کے بعد ٹھیک ہو گئے مگر اس کی آواز ویسی ہی رہی اور اس میں کوئی فرق نہیں آیا اور جب اس نے مجھے وہ سب کرتے دیکھا تو مجھ پر اعتماد کیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا۔ میرے علاج سے اسے تھوڑے ہی دنوں میں آرام ہو گیا۔ کیونکہ میں آفت کے مقام سے واقف تھا اور علاج میں اس کو میں نے پیش نظر رکھا تھا۔[1]

ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ "ایک شخص اپنی سواری سے گر گیا تھا اور اس کے اعضاء ٹوٹ گئے تھے۔ بعد میں علاج کرنے پر اس کی تمام تکالیف دور ہو گئیں۔ مگر اس کے ہاتھ کی دو انگلیاں خنصر اور بنصر ایک طویل عرصہ تک سن رہیں ان میں نہ پوری حس موجود تھی اور نہ وہ حرکت کر سکتی تھیں۔ درمیانی انگلی بھی کسی قدر متاثر تھی۔ اطباء ان تینوں انگلیوں پر مختلف دوائیں لگواتے رہے۔ مگر نئی نئی دوائیں بدلتے رہنے کے باوجود کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور جب وہ شخص میرے پاس آیا تو میں نے اس حصہ کے متعلق دریافت کیا جو گرتے وقت زمین سے ٹکرایا تھا۔ اور جواب میں دونوں شانوں کے درمیانی حصہ کے متعلق سن کر میں نے تشریح کی مدد سے جان لیا کہ وہ عصب جو ان دونوں انگلیوں کی طرف آ رہا ہے اس کا مخرج پشت کا وہ پہلا مہرہ ہے جو دونوں شانوں کے درمیان واقع ہے۔ اور مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ اصل آفت اس مقام پر ہے جہاں سے کہ یہ عصب نخاع سے شروع ہوا ہے۔ اب میں نے عصب کی شروع ہونے والی جگہ پر وہی دوائیں لگوائیں جو انگلیوں پر لگائی جا رہی تھیں، اور انگلیوں پر دوائیں لگانے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ جو شخص دیکھتا تھا وہ تعجب کرتا تھا کہ علاج دونوں شانوں کے درمیان کا کیا جائے اور انگلیاں ٹھیک ہو جائیں۔[2]

---

۱ طبقات الاطباء ۔ اوّل ۔ صفحہ ۸۱

۲ 〃 〃 〃 〃 ۸۱

اس سلسلہ میں جالینوس کے ایک اور واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا، اس کی آواز اور بھوک دونوں ایک ساتھ متاثر تھیں۔ میں نے اس کی گردن پر دوائیں لگاکر اسے ٹھیک کر دیا۔ دراصل قصہ یہ تھا کہ اس کی گردن کے دونوں جانب بڑے بڑے خنازیر تھے۔ بعض اطباء نے اس کا علاج کیا، اور ان خنازیر کو کاٹ کر نکال دیا۔ مگر بد احتیاطی سے ان دونوں اعصاب میں برودت پہنچ گئی جو گردن میں نبض والی عروق کے مجاورات میں ہیں اور بہت سے اعضاء میں پھیلتے ہیں، ان کی ایک بڑی شاخ فم معدہ تک آتی ہے اور پورے معدہ کو حس پہنچاتی ہے۔ یہ واضح رہے کہ اس عصب کی شاخوں کے پھیلنے ہی کی وجہ سے فم معدہ میں حس زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں ان دونوں اعصاب کی ایک شاخ آلات صوت کو حرکت دیتی ہے، اور اسی لئے اس شخص کی بھوک اور آواز دونوں ساتھ ساتھ جاتی رہیں، اور جب میں نے اس نکتہ کو سمجھ لیا تو اس کی گردن پر مسخن دوائیں لگوائیں اور وہ تین ہی دن میں اچھا ہو گیا۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے یہ عمل دیکھا ہو اور یہ سننے نہ آیا ہو کہ میں نے یہ تعجب خیز علاج کس طرح کیا، اور سب پر یہ امر واضح ہو گیا کہ اطباء کو تشریح کی بے حد ضرورت ہے [1]

جالینوس کا بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے یونانی تشریح اور طبی معلومات کو خاص طریقہ سے منظم اور مرتب کیا اور بیش قیمت سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا۔ علم تشریح پر اس کی کتابوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ کتاب فی العظام
۲۔ کتاب فی العضل
۳۔ کتاب فی العصب
۴۔ کتاب فی العروق غیر الضوارب
۵۔ کتاب فی العروق الضوارب۔

(۱ تا ۵): حنین بن اسحٰق نے ان کا عربی میں ترجمہ کیا ہے اور یہ پانچوں مقالے قلمی صورت میں ہمدرد لائبریری دہلی میں موجود ہیں۔

۶۔ کتاب علاج التشریح الکبیر (پندرہ مقالوں میں) اس کتاب کے قلمی نسخہ کا مکمل فوٹو طبیہ کالج دہلی کی لائبریری میں ہے۔ حکیم اجمل خاں دوسرے نادر مخطوطات کے فوٹو کے ساتھ اسے بھی لائے تھے۔

---

[1] طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۸۱

۷۔ اختصار کتاب مارینس فی التشریح (مارینس نے اس کو ۲۰ مقالوں میں مرتب کیا تھا لیکن جالینوس نے چار میں مختصر کر دیا)

۸۔ اختصار کتاب لوقس فی التشریح (لوقس نے یہ کتاب ۱۷ مقالوں میں لکھی تھی جالینوس نے اسے دو مقالوں میں مختصر کر دیا)

۹۔ کتاب فیما وقع من الاختلاف بین القدماء فی التشریح

دو مقالوں پر مشتمل اس کتاب میں جالینوس نے قدیم ماہرین تشریح کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کی توضیح کی ہے۔

۱۰۔ کتاب تشریح الاموات

۱۱۔ کتاب تشریح الاحیاء

۱۲۔ کتاب فی علم ابقراط بالتشریح (پانچ مقالوں میں)

۱۳۔ کتاب فی آراء ارسیسطراطس بالتشریح (تین مقالوں میں)

۱۴۔ کتاب فی مالم یعلمہ لوقس من امر التشریح (چار مقالوں میں)

۱۵۔ کتاب فیما خالف فیہ لوقس فی التشریح (دو مقالوں میں)

۱۶۔ کتاب فی تشریح الرحم

ایک مقالہ پر مشتمل یہ چھوٹی سی کتاب اس نے ایک قابلہ کے لئے تصنیف کی تھی۔

۱۷۔ کتاب فی مفصل الفقرۃ الاولیٰ (ایک مقالہ میں)

۱۸۔ کتاب فی اختلاف الاعضاء المتشابہتہ الاجزاء (ایک مقالہ میں)

۱۹۔ کتاب فی تشریح آلات الصوت

ابن ابی اصیبعہ کے مطابق حنین نے جالینوس کی طرف اس کتاب کی نسبت میں شک ظاہر کیا ہے۔

۲۰۔ کتاب فی تشریح العین

۲۱۔ کتاب فی حرکت الصدر والرئتہ (تین مقالوں میں)

اسے جالینوس نے رومیہ سے پہلی مراجعت کے بعد سمرنا کے قیام میں لکھا ہے۔

جب کہ وہ فالقس کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کی تالیف کا سبب بھی اس کا میزبان فالقس ہے

۲۲۔ کتاب فی علل التنفس

دو مقالوں کی یہ کتاب رومیہ کے پہلے سفر میں بوئیوس کے لئے لکھی تھی۔

۲۳۔ کتاب فی الصوت

یہ چار مقالوں میں منقسم ہے۔ اس میں آواز کی نوعیت، اختلاف صوت، اور وہ آلات و اعضا۔ جو اس فعل کی انجام دہی معاون ہوتے ہیں۔ بیان کئے گئے ہیں

۲۴ کتاب فی حرکۃ العضل

دو مقالوں میں ہے۔ اس میں عضلات کی حرکت کی کیفیت اور مختلف حرکات کے صدور کی توجیہ کے علاوہ تنفس کی۔ یہ بھی شامل ہے کہ آیا اس کا تعلق حرکات ارادیہ سے ہے یا حرکات طبعیہ سے۔

۲۵۔ کتاب فی حرکۃ المتاصۃ (ایک مقالہ ہے)

۲۶۔ کتاب فی آلۃ الشم (ایک مقالہ ہے)

۲۷۔ کتاب منافع الاعضاء (۱۷ مقالوں میں)

۲۸۔ کتاب المنی

اس میں ارسطو کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ منی حیوان ہے۔

۲۹۔ مقالہ فی تولید الجنین

۳۰۔ تفسیر کتاب طبیعۃ الجنین لابقراط

حنین نے اس کی نسبت کے متعلق شک ظاہر کیا ہے۔

۳۱۔ مقالہ یبحث فیہا ھل الجنین الذی فی الرحم حیوان أم لا۔

۳۲۔ مقالہ یبحث فیہا ھل اعضاء الجنین المتولد فی الرحم تتخلق کلھا معاً أم لا۔

۳۳۔ مقالہ فی اللبن

۳۴۔ مقالہ فی تجفیف اللحم

۳۵۔ کتاب طبیعۃ الجنین

۳۶۔ کتاب فی الدمعار

جالینوس کی بے شمار طبی کتابوں میں سے یہ متعلقہ مضمون کی کتابیں ہیں جنہیں طبقات الاطبا میں ابن ابی اصیبعہ نے بیان کیا ہے۔[1]

ابن ندیم نے ان تصانیف کے ذکر کے ساتھ ان کے عربی مترجمین کے نام بھی گنائے ہیں قفطی نے بھی اس کے لئے ابن ندیم کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ کتاب المقالات الخمس۔ یہ جالینوس کی ان سولہ (۱۶) کتابوں میں شامل تھی جنہیں طب کی تعلیم اور تکمیل فن کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ حنین نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔[2]

کتاب التشریح الکبیر کا حنین کے عربی تراجم کی فہرست میں ذکر نہیں ہے۔ لیکن حبیش نے اسے بیان کیا ہے۔ کتاب المولود لسبعتہ عشر کا مترجم بھی حنین ہے۔ اور محمد بن عبدالملک الزیات کے لئے اس نے کتاب الصوت کا بھی ترجمہ کیا تھا۔

مندرجہ ذیل کتابوں کا ترجمہ حنین کی نگرانی میں حبیش نے کیا ہے۔

۱۔ کتاب اختلاف التشریح (ایک مقالہ میں)

۲۔ کتاب تشریح الحیوان المیت (ایک مقالہ میں)

۳۔ کتاب تشریح الحیوان الحی (دو مقالوں میں)

۴۔ کتاب فی علم بقراط بالتشریح (تین مقالوں میں)

۵۔ کتاب فی علم ارسطوطالیس فی التشریح (تین مقالوں میں)

۶۔ کتاب تشریح الرحم (ایک مقالہ میں)

۷۔ کتاب منافع الاعضاء (اس کے قلمی نسخہ کا فوٹو طبیہ کالج دہلی میں ہے)

۸۔ کتاب المنی (دو مقالوں میں)

تین کتابوں کو اصطفن بن بسیل نے عربی کا جامہ پہنایا۔ جن پر حنین نے اصلاح دی۔[3]

۱۔ طبقات اطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۹۱ سے ۱۰۳ تک

۲۔ الفہرست ابن ندیم مطبوعہ لپزگ ۱۸۷۱ء صفحہ ۲۸۹ اور اخبار الحکماء۔ قفطی صفحہ ۹۰

۳۔ 〃 〃 〃 صفحہ ۲۹۰ اور اخبار الحکماء۔ قفطی۔ صفحہ ۹۱

کتاب حرکات الصدر والرئتہ۔ کتاب علل التنفس اور کتاب حرکت العضل۔

ان عربی تراجم اور بڑی تعداد میں کی گئی شرحوں کے علاوہ جالینوس کی تشریحی کتابیں بہت اہتمام سے مغربی زبانوں میں بھی ترجمہ کی گئیں۔ جنہوں نے مغرب میں تشریح کی بنیادیں قائم کرنے میں اہم حصہ لیا۔ اور جہاں انہیں وقار اور عظمت کا بڑا درجہ حاصل تھا۔

سنگل لکھتا ہے۔ "تشریحی سرمایہ کاری پر جالینوس کی تصانیف کے عربی، لاطینی اور یونانی مخطوطات کی قدر و منزلت کے متعلق میں نے اپنے ایک مقالہ میں بحث کی ہے۔ جس کا عنوان تھا۔" جالینوس اسکندریہ کے تشریحی اسکول کا کامل سرچشمہ اس کی عربی میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں کے مخصوص حوالے، علم تشریح پر اس کی تصانیف کے یونانی، لاطینی اور عربی مخطوطات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج۔" (ہسٹری آف میڈیسین کی تیسری بین الاقوامی کانگریس منعقدہ لندن ۱۹۲۲ء کی کارروائی) جالینوس کی کتاب کا ایک غیر مطبوعہ انگریزی ترجمہ چند سال قبل رائل کالج آف فزیشین کی لائبریری میں ملا ہے۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر ولیم اے۔ گرینہل (۱۸۱۴-۹۴) کا ہے جبکہ ایک بعد کے مصنف میکس سائمن نے ایک جرمن ترجمہ مع عربی متن اور پورے تنقیدی لوازمے کے ساتھ شائع کیا ہے[1]"

کیمبل کی کتاب عربین میڈیسین کی دوسری جلد جالینوس کی کتابوں ہی کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور اس نے نہایت تفصیل سے اس پر لکھا ہے۔

سارٹان کے مطابق مغربی زبانوں میں اس کی تشریحی تصانیف کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

۱۔ UVXIRBILDENSUPARTINNM CORPORIS HUMANI

اسے جیراج ہیلمریچ نے مدون کیا ہے۔ اور یہ دو جلدوں میں لپزگ سے ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ نالڈیک نے اس کا جرمنی میں ترجمہ کیا ہے (اولڈن برگ ۱۸۰۵)

۲۔ XKIRBILSIBIDEANATOMICISADMINISTRATION

اس کے عربی زبان میں صرف نو سے پندرہ حصے موجود ہیں۔ جس کو میکس سائمن نے

۱۔ عربین میڈیسن۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۵۰

...ربی میں جرمن ترجمہ کے ساتھ مدون کیا ہے Sieben Bücher Anatomie Des Galen یہ دو جلدوں میں قابل تعریف عربی یونانی اور جرمنی فنی اصطلاحات کے ساتھ ۱۹۰۶ء میں لیپزگ سے شائع ہوئی ہے۔ یہ دراصل وہی کتاب ہے جس کا اوپر کیمبل نے ذکر کیا ہے۔

۱۔ De Hippocratis Et Platonis Placitis Libri IX

جیراج ہیلمریچ نے اس کی تدوین کی ہے۔

۲۔ De Temperamentis Libri III

اس کو بھی جیراج ہیلمریچ نے مدون کیا ہے۔

۳۔ De Facultatibus Naturalibus Libri III

اس کی تدوین بھی جیراج ہیلمریچ کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

۴۔ De Usu Respirations

اسے روڈلف نال نے مدون کیا ہے۔

۵۔ An In Arterius Natura Sanguis Contineatur

اس کی تدوین البریکیٹ نے کی ہے۔

۶۔ An Animal Sit, Id Quool Utero Ost

اسے ہارمن ویگنر نے مدون کیا ہے[1]

اریٹیس

یہ نیومیٹک اسکول کا بہت ممتاز فرد ہے۔ اس کی زندگی کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تاریخ پیدائش، وفات اور دوسری فنی دلچسپیوں کا تعلق بھی قیاس سے ہے۔ اس کا زمانہ غالباً ۱۲۰ ب م اور ۲۰۰ ب م کے درمیان کا ہے۔ جالینوس کے یہاں اس

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶

کا کوئی ذکر نہیں ملتا چھٹی اور ساتویں صدیوں میں صرف دو مرتبہ اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔عربی اور لاطینی مصنف بھی اس سے واقف نہیں ہیں ۔ اسی طرح گوشہ گمنامی میں رہا، یہاں تک کہ اس کی کتاب کا ایک یونانی مخطوطہ دستیاب ہوا اور پیرس میں ۱۵۵۴ء میں شائع ہوا[1]

سارٹان نے بھی اس کا زمانہ ۱۲۰ اور ۲۰۰ کے درمیان رکھا ہے ۔ اریٹیس کے اضافات میں سے یہ ہے کہ اس نے مقامی اور انضمامی فالج کے درمیان فرق بیان کیا[2]

اس نے بقراطیوں کے منافع الاعضائی اور ماہیئت مرضی نظریات میں بنیادی امور کا بھی اضافہ کیا جنہیں اس نے نظریہ روح کے اسکول (نیومیٹسٹس) اور غیر تقلیدی اسکول (میتھوڈسسٹس) سے اخذ کیا تھا۔ اور اسکندرانی ماہرین کی ہم آہنگی میں اس نے تشریح کی بنیاد پرانی عمارت تعمیر کی ۔معوی قرحوں، کلوی اصابات "النہابات" یا بڑے عروق کے "اتساع" سے متعلق اس کے متعدد دعوؤں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوسٹ مارٹم Post Mortum امتحانات کئے گئے ہیں۔ یہ مسئلہ بہرحال تاریکی میں ہے اس لئے کہ تشریحی معلومات میں تضاد چونکا دینے والا ہے ۔ایک طرف اریٹیس سے مجاری کلیہ، ورید الباب کے تفرعات، اور مجاری صفرا سے واقفیت ظاہر ہوتی ہے ۔ اور دوسری طرف اعصاب، اوتار اور رباطات کی رعایتی انداز میں اکھٹی درجہ بندی ملتی ہے ۔ اور اسی طرح رحم کی تبدیلی وضع کا بھی اعتراف کیا گیا ہے ۔ انہضام دوران خون اور تنفس کی منافع الاعضاء میں اریٹیس روح کے اسکول سے بہت قریب ہے ۔ وہ مفرد اعضاء کو قوت جاذبہ سے اور قلب کو معدے اور پھیپھڑے کے زخموں وغیرہ کے زہریلے اجزاء کھینچنے کی قابلیت سے مزین کرتا ہے ۔یہ قابل ملاحظہ ہے کہ اریٹیس نے دوسرے مصنفین کے مقابلہ میں قلب کو بہت زیادہ ماہیئت المرضی اہمیت عطا کی ہے ۔ اس کے ثبوت میں وہ یہ حقیقت پیش کرتا ہے کہ جو لوگ زمین پر بیہوش ہو کر گرتے ہیں، ان میں صغیر اور ضعیف نبض اور خفقان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے[3]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔میجر۔صفحہ ۱۸۱

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس ۔اوّل ۔۳۰۸

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین ۔نیوبرگر ۔صفحہ ۲۳۲

اس نے تشخیص میں قلب کے امتحان بالسمع Auscultation کا طریقہ رائج کیا۔ وہ قابل تعریف طور پر نبض کو بیان کرتا ہے، اور وزن، قوت، حجم اور عمر اور بماریوں کے اختلاف کے مطابق نبض کی متعدد قسموں میں امتیاز کرتا ہے۔ [1]

اریٹیس، اسکندر آف ٹریلس اور پولس اختتامی بازنطینی طب کے تین اہم نمائندہ ہیں۔

تیسری صدی

تیسری صدی میں طب اور تشریح کے میدان میں بڑی خاموشی نظر آتی ہے اور اس کی وجہ غالباً جالینوس جیسے دیقامت انسان کی کچھ عرصہ پہلے موجودگی ہے جس کے باعث بہت سی شخصیتیں دب کر رہ گئیں اور انہیں ابھرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

ہنگ فو

ایک چینی طبیب ہنگ فو Huang Fu کا نام ضرور قابل ذکر ہے۔ جس کا زمانہ ۲۱۵ء سے ۲۸۲ء تک کا ہے۔ اس کا مشہور کارنامہ غرزابری Acupunction (سوئی چبھو کر علاج) پر ایک کتاب ہے۔ جو اس موضوع پر بعد کی تصانیف کے لئے سرچشمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ گرچہ یہ بذات خود قدیم ذرائع پر مبنی ہے۔ اس کے متعدد ابواب میں سے دو تشریح اور منافع الاعضاء سے متعلق ہیں۔ [2]

چوتھی صدی

چوتھی صدی کی طبی دنیا میں علمی دلچسپیاں بڑی شان وکمال کے ساتھ موجود ہیں، اور ہمارے سامنے کافی تعداد میں ممتاز اطباء کے نام آتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا تھیوڈورس ہے۔ جو شہنشاہ شاپور ثانی کے دربار سے متعلق تھا اس نے پہلوی زبان میں ایک طبی ملخص تیار کیا تھا۔ ہیرکلیس حیوانات کا ایک مشہور عالم تھا۔ اوریباسیوس نے ایک بڑی طبی قاموس تصنیف کی۔ دو کھا:ن فلیگریس اور پوسیڈونیس نے متعدد ذاتی تجربات کئے۔ فلیگریس امراض

۱۔ ہسٹری آف دی ڈولپمنٹ آف اورنالج ریگارڈنگ سرکلیٹری سسٹم۔ صفحہ ۲۷

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۳۰۸

طحال سے خصوصی دلچسپی رکھتا تھا۔ اور یوسٹیڈوینس ایک ماہر علم النفس تھا۔ جس نے دماغی افعال کو متعین کرنے کی کوشش کی اور دوسری بہت سی بیماریاں دریافت کیں۔ امیسا کے بشپ نیمیس نے انسانی فطرت پر ایک کتاب سپرد قلم کی جو منافع الاعضائی اعتبارات سے بہت دلچسپ ہے۔[1]

اوریباسیوس

اپنے تشریحی شغف کی وجہ سے اوریباسیوس اس صدی کا خاص نام ہے۔ یہ پرگمس میں پیدا ہوا۔ جولین اپاسٹیٹ اس کا ہم عصر ودوست تھا۔ جالینوس کی طرح یہ بہت بڑا فاضل اور مصنف تھا۔ شاہ وقت کی درخواست پر اس نے ایک عظیم المنزلت کتاب تصنیف کی۔ وہ تشریح اور منافع الاعضاء میں سختی سے جالینوس سے وابستہ رہا۔ اسی لئے اسے "مقلد جالینوس" کہا جاتا ہے[2] عرب مورخین کو اس کے زمانہ کے بارے میں شک رہا ہے۔ چنانچہ ابن ندیم اور قفطی دونوں نے لکھا ہے کہ تواریخ اطباء میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ نہیں معلوم کہ آیا یہ جالینوس سے قبل گذرا ہے یا بعد میں۔ کتاب التشریح الاحشاء ایک مقالہ میں اس کی مشہور کتاب[3] ہے قفطی نے اس کا نام کتاب تشریح الاعضاء لکھا ہے[4] اس کی بڑی کتاب ستر ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں دوسرے مضامین کے علاوہ تشریح اور علم جراحت بھی شامل ہیں۔

ایک جگہ فصد کے متعلق بحث کرتے ہوئے وہ اطلاع دیتا ہے کہ بندروں کے ڈسیکشن میں اس نے بازو کی وریدِ متوسط سے متصل اور نیچے اعصاب کو دریافت کیا۔ مگر اس کے باوجود اس نے نہ اپنی تشریح میں اس کا ذکر کیا اور نہ بازو کے اعصاب کی آئندہ تحقیقات میں اس کو نقطہ آغاز

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ۔ ۳۶
۲۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری۔ صفحہ ۴۶ و ۴۷
۳۔ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۲۹۲
۴۔ تاریخ الحکماء۔ قفطی۔ صفحہ ۵۲

بتایا۔[1]

ونڈیکینس

ونڈیکینس Vindicianus اگسٹن کا ہم عمر اور دوست تھا۔ اس کی تصانیف میں سے امراض نسواں کا کچھ حصہ باقی ہے۔ جو زیادہ تر تشریح، منافع اعضا اور علم جنین سے متعلق ہے۔ اور اس میں کسی قدر بہت ابتدائی ذرائع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے تعارف میں اس نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ متقدمین نے انسانی ڈسیکشن کے فرائض انجام دیے ہیں لیکن یہ عمل اب ممنوع ہے۔ منافع الاعضائی بیانات میں جو بہت دلچسپ ہیں، دماغ اور قلب کے وظائف سے متعلق بیانات ہیں۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ "نفسانی افعال" سے متعلق تصادم کسی صورت سے بھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ونڈیکینس نے معالجات پر بھی ایک کتاب لکھی تھی اور قرون وسطیٰ کے مصنفین کے یہاں اس کی بڑی اہمیت تھی، لیکن وہ زیادہ عرصہ تک محفوظ نہیں رہی۔[2]

پانچویں صدی

پانچویں صدی میں تشریح میں کوئی کام نہیں ملتا ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ جالینوس کے بعد کی صدیوں میں طب راہبوں کے زیر اثر آ گئی۔ کلیسا اور چرچ اسکے مرکز بن گئے اور مذہبی مخالفت کی بنا پر تشریح میں بالخصوص کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہو سکا۔

چھٹی صدی ــــ موسکین

موسکین Moschion جس نے شمالی افریقہ میں پانچویں یا چھٹی صدی میں شہرت حاصل کی، چھٹی صدی زیادہ یقینی ہے۔ امراض نسواں اور علم الولادت پر ایک چھوٹی کتاب کا مصنف ہے۔ اس میں سورانس سے کافی مواد اخذ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ازمنہ وسطیٰ میں بے حد مشہور تھی، اور یونانی میں اس کا دوبارہ ترجمہ کیا گیا۔ امراض نسواں اور تشریحی تصاویر کے

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۳۰۴

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ۳۰۷

مطالعہ کے لئے اس کے مخطوطات بہت اہم ہیں[1]

جندیشاپور کا طبی اسکول

یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ جندیشاپور کا طبی اسکول کب قائم کیا گیا۔ اس کی تاریخ پانچویں یا چوتھی صدی بھی ہو سکتی ہے۔ شاہ پور ثانی نے تیادورس (کھیوڈورس) کو جندیشاپور میں بلا کر اپنا درباری طبیب مقرر کیا تھا[2]۔

بازنطینی حکومت سے تنگ آکر ایڈیسہ کے نسطوریوں نے ۴۸۹ء یا ۴۹۹ء میں یہاں اقامت اختیار کی۔ اور اس کے بعد ایتھنز کے افلاطون کے فلسفہ جدید کے حامیوں نے بھی افلاطونی اکاڈمی بند ہونے کے بعد ۵۲۹ء میں۔ جندیشاپور کا رخ کیا[3] جس کے نتیجہ میں جندیشاپور کو علمی حیثیت سے جلد ترقی کے مواقع حاصل ہوئے۔ نبی کریم کے زمانہ میں جندیشاپور کے طبی مدرسہ کی شہرت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور خود آپ کے بعض ہم عصر بھی وہاں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے۔ اس مدرسہ کے ذریعہ یونانی علوم کو مشرق میں پھیلنے کے مواقع میسر ہوئے۔ اشاعت کی اس مہم میں شامیوں کا بڑا حصہ ہے۔ جندیشاپور کا طبی مدرسہ کم سے کم دسویں صدی تک قائم رہا، اور عربی دنیا پر اس کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مشہور طبی خاندان بختیشوع جس کی چھ نسلیں ڈھائی سو سال تک طبی خدمات انجام دیتی رہیں، اسی مدرسہ سے متعلق تھا۔

جاپان میں چینی طب کا آغاز

اس صدی کے سلسلے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۵۵۴ء میں کورین اطبا کے واسطے

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۴۱۷

۲۔ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۳۰۳۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۳۰۸۔ اریبین میڈیسین براؤن۔ صفحہ ۲۰

۳۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۴۲۵ اور ہسٹری آف سائنس۔ صفحہ ۴۷

سے چینی طب کو جاپان میں متعارف ہونے کا موقع ملا۔ کہا جاتا ہے کہ ۵۶۲ء میں ۲۹ چینی طب کی کتابیں جاپان گئیں۔ ممکن ہے کہ یہ حقائق پورے طور پر صحیح نہ ہوں لیکن یہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ کورین اطبا کے توسط سے چینی طب کی جاپان میں شہرت شروع ہوئی۔ اور تقریباً اسی زمانہ میں یا اس کے فوراً بعد ۶۱۸ء میں جاپانی طلباء اور زیادہ طبی معلومات حاصل کرنے چین روانہ کئے گئے۔[1]

ساتویں صدی ـــــ تھیوفیلاس

تھیوفیلاس مختلف طبی اور منافع الاعضائی کتابوں کا مصنف ہے۔ اس نے شہنشاہ ہیریکلیس (۶۱۰ - ۶۴۱) کے عہد حکومت میں شہرت حاصل کی۔ تشریح یا جسم انسانی کی ساخت پر اس کی کتاب جالینوس کی منافع الاعضاء سے مستفاد ہے۔ جس میں دینیات بھی شامل ہے۔ وہ ظاہر کرتا ہے کہ کھوپری اور عمود فقری کی شکلیں دماغ اور نخاع کی نشو و نما کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔[2] اسی طرح پیشاب پر اس کا رسالہ جو قرون وسطیٰ میں ایک بڑی سند سمجھا جاتا تھا یالینوس کے نظریہ پر منحصر تھا۔ جس نے خیال کیا تھا کہ پیشاب کی ترکیب جگر میں بننے والے در بدی خون کی خصوصیت کا ایک اشارہ ہے مگر تھیوفیلاس نے خیال کیا کہ پیشاب کا رقیق حصہ دریدالباب Portal Vein میں بنتا ہے۔ جہاں سے وہ چھوٹی نالیوں سے ہوتا ہوا اجوف میں پہنچتا ہے اور پھر اس کے بعد گردوں میں۔

اسے اعصاب شامہ کی دریافت کی عزت عطا کی جاتی ہے۔ لیکن یہ کوئی یقینی بات

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۴۴۵ و ۴۴۶

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۴۷۸

نہیں ہے[1]

بولیس

بولیس Paulos of Aegineta نے ۶۴۰ء میں اسکندریہ میں شہرت حاصل کی۔ یہ اسلامی اقتدار سے قبل یونانی طب کا سب سے آخری نمائندہ ہے اور عربی طب پر اس کے بلاواسطہ اثرات قائم ہوئے ہیں[2]

میلیٹیس

میلیٹیس نے بدن انسانی کی ساخت پر ایک کتاب تصنیف کی، اس میں مذہبی اثرات نمایاں ہیں۔

یحییٰ نحوی

۶۴۰ء میں جب مسلمانوں نے مصر فتح کیا، اس وقت مشہور فاضل یحییٰ نحوی خاتم حکماء اسکندریہ وہاں موجود تھا۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص کا اس کے ساتھ بڑا خصوصی برتاؤ رہا۔ یہ یونانی زبان کا ماہر تھا۔[3] تفسیر کتاب التشریح الصغیر لجالینوس اور تفسیر کتاب منافع الاعضاء لجالینوس اس کی کتابوں میں ہیں[4]

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن۔ میجر۔ صفحہ ۲۲۱

۲۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۴۷۹

۳۔ عربین میڈیسن۔ براؤن۔ صفحہ ۱۷

۴۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۱۰۵

پانچواں باب

طبِ یونانی کا عربی دور

۱۵ر جولائی ۶۲۲ء سے اسلامی سال شروع ہوتا ہے۔ علم طب کے دوسرے شعبوں میں عرب اطباء نے جو گراں قدر اضافات کئے ہیں، ان پر سب کا اتفاق ہے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی قانون میں ڈسیکشن کی ممانعت کی وجہ سے علم تشریح میں عرب اطباء کا کوئی قابلِ ذکر حصہ نہیں ہے۔ ان کی تشریح کی تمام تر معلومات جالینوس کی تحریریں اور جانوروں کے ڈسیکشن پر منحصر ہیں۔ خصوصاً مخصوص اعضاء مثلاً قلب، آنکھ اور جگر وغیرہ کے متعلق۔

مگر ہم محسوس کرتے ہیں کہ ڈسیکشن کی یہ ممانعت صرف اسلامی قانون ہی میں نہیں تھی بلکہ اس زمانہ میں عیسائی اور دوسرے مذہبی قانون بھی انسانی ڈسیکشن کے خلاف تھے اور اسے عام مذہبی رجحانات اور سماجی و معاشرتی روایات کے منافی خیال کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے بھی ہر دور میں یہی ذہن کام کرتا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں عیسائی دنیا اور چرچ کے متعلق سرل الگوڈ Dr, Cyril Elgood نے جو لکھا ہے وہ لائق مطالعہ ہے۔ وہ لکھتا ہے "اس علم کی ترقی کی رکاوٹ میں چرچ نے جو حصہ ادا کیا ہے ناممکن ہے کہ اس سے اس کو بری کیا جائے۔ ساسانی حکومت کے مایہ فخر اور دنیا کے اہم طبی مرکز جند یشاپور نے تشریح کے سلسلہ میں کوئی کام انجام نہیں دیا ہے اور تاریخ اس کا ثبوت پیش کرنے سے بالکل قاصر ہے کہ

وہاں سے کوئی ماہر تشریح باہر نکلا ہو جندیشاپور درحقیقت ایک عیسائی ادارہ اور عیسائی نظام عمل کے تحت تھا۔ اس کے متعلق یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اتنا عظیم ہسپتال کسی ماہر تشریح کو پیدا کرنے میں کیوں ناکام رہا۔[1]

یہاں ایک خاص بات یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ اسلام یا خود ہندو مذہب میں مردہ جسم کا وہ تصور نہیں ہے جو مصریوں یا چینیوں میں رائج تھا۔ انسانی تقدس کے خیال سے جسم کی حرمت یقیناً ضروری قرار دی گئی ہے۔ لیکن ان اقوام کی طرح نفس جسم کی وہ اہمیت نہیں تسلیم کی گئی ہے۔ یہاں اصل اہمیت روح کو حاصل ہے۔ آواگون کا نظریہ بھی روح سے متعلق ہے۔ اس کے برخلاف مصریوں میں یہ تصور عام تھا کہ مدت دراز کے بعد ان اجسام میں دوبارہ زندگی پیدا ہو جائے گی اور یہ پھر حیات تازہ حاصل کریں گے اسی لئے وہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ بہت اہتمام سے اجسام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ممی کئے جانے کا باقاعدہ ایک فن تھا۔ جسے خالص مذہبی عقیدے کے تحت انجام دیا جاتا تھا۔ اسی طرح چینیوں کے یہاں قطع شدہ اعضاء حفاظت سے رکھ دیئے جاتے تھے، اور انہیں لاش کے ساتھ دفن کرتے وقت اس عقیدے کے تحت رکھا جاتا تھا کہ صحیح وسالم جسم کے ساتھ اٹھنا نصیب ہوگا۔ اسی لئے ان کے یہاں لاش کو چیرنے اور اس کی تقطیع سے بشدت منع کیا گیا تھا۔

اسلام یا ہندو مذہب میں اس قسم کا کوئی عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی گنجائش ہے سرے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان اس قسم کے اشارے ملتے ہیں۔ اور ان کی تصانیف اور تجربات سے تشریح اور ڈسیکشن کی اہمیت کا صاف صاف اظہار ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنے دور کی سماجی اور قانونی بندشوں کی وجہ

۱۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۲۲۶

ہے وہ کھل کر اپنے تشریحی مطالعہ کے سلسلہ میں کوئی علانیہ ثبوت نہیں چھوڑ سکے۔

عرب اطباء کا تشریح کی بنیادی اہمیت کے اعتراف، تشریحی معلومات کے لئے معائنہ ومشاہدہ پر زور، اور قیاس واستدلال کی مخالفت، ڈسیکشن کی برملا کوششوں پر ناکامی، ان کے دبے دبے جملوں اور عبارتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انتہائی ضروری خیال کرتے ہوئے انہوں نے ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ مگر مجبوریوں، دشواریوں اور عوامی تاثرات کے پیش نظر انہوں نے اپنے عمل کو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کی۔

اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے کہ عملی جراحت کے سلسلہ میں اسلام میں تقطیع کی اجازت دی گئی ہے اور اس سے بالکل منع نہیں کیا گیا ہے۔ اطباء عرب کی جراحی جزئیات اور علم جراحت میں ان کے وقیع کارنامے اس کا روشن ثبوت ہیں۔

ان کی عظیم الشان جراحی خدمات انسانی لاشوں پر مخفی طور پر کئے گئے ڈسیکشن کو ظاہر کرتی ہیں۔ ڈسیکشن کی مدد کے بغیر ان کی انجام دہی عقل انسانی تسلیم نہیں کرتی کوئی واضح ثبوت نہ ہوتے ہوئے بھی یہ ماننے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے کہ تشریح اور جراحت کی اعلیٰ معلومات کی خاطر انہوں نے انسانی لاشوں کو استعمال کیا ہے۔

عرب اطباء میں رازی، ابن سینا، زہراوی اور ابن رشد کے گذشتہ بیانات سے فن طب کے سلسلہ میں تشریح کی اساسی حیثیت ظاہر ہے۔ اور اس کے لئے ڈسیکشن کی ہدایت پر ابن سینا کا یہ بیان بڑی اہمیتوں کا مستحق ہے۔ "اعضاء اور ان کے منافع کا علم حس و تشریح (ڈسیکشن) کے ذریعہ حاصل کیا جاتے"۔ [۱]

دماغی تشریح کے متعلق قرشی کی ایک قیاسی غلطی کے خلاف قلم اٹھاتے ہوئے علامہ نفیس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بھی علم تشریح کے لئے مشاہدہ و ڈسیکشن

۱۔ قانون۔ ابن سینا۔ اوّل صفحہ ۱۲ جامع الشرحین۔ آملی صفحہ ۲۴

پر عرب اطباء کے اعتماد کو ظاہر کرتا ہے۔ علامہ نفیس لکھتے ہیں "اس قسم کے مسائل میں قیاس و اندازہ کو دخل نہیں ہے، بلکہ ان مسائل میں مشاہدہ و تشریح (ڈسکیشن) پر اعتماد کرنا چاہئیے"[1]

کھوپڑی کی درز سہمی کے سلسلہ میں علامہ گیلانی کا یہ بیان بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ "یہ درز کبھی آگے بڑھ کر، سر کی اگلی ہڈیوں کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے اور دونوں ابروؤں کے درمیان پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا مشاہدہ کئی مرتبہ کیا گیا ہے"[2]

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ انسانی لاشوں کے بار بار ڈسکیشن کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے تھے۔ اسی لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کا مشاہدہ کئی مرتبہ کیا گیا ہے اور یہ محض کوئی قیاسی اور ذہنی چیز نہیں ہے۔

اپنے لڑکے تک کے ڈسکیشن کے متعلق سوچنے والے ابن ماسویہ نے بظاہر انسانی ڈسکیشن کی کوششوں میں مایوسی کے بعد عام لوگوں کے علم کے مطابق بندروں کے ڈسکیشن کئے۔ ابن ابی اصیبعہ نے روایت بیان کی ہے کہ ۸۳۶ء میں امیر نوبہ کی طرف سے تحفہ کے طور پر خلیفہ معتصم کی خدمت میں جو نایاب بندر پیش کیا گیا تھا، ابن ماسویہ نے اس کو ڈسکیشن کے لئے استعمال کیا۔[3] ڈسکیشن کے سلسلہ میں اس کے والہانہ شوق کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ علانیہ کوششوں میں ناکامی کے بعد اس نے پوشیدہ طور پر انسانی ڈسکیشن کا فعل ادا نہ کیا ہو۔

فارسی کتاب نامہ دانشوراں جسے شہنشاہ ایران ناصر الدین قاچار کے حکم سے چار مشہور ایرانی فضلاء مرزا ابوالفضل ساوی طبیب شمس العلماء شیخ محمد مہدی عبدالرب عبادی، مرزا حسن تلقانی ادیب، اور مرزا عبدالوہاب بن عبدالعلی قزوینی نے مرتب کیا ہے۔

۱۔ شرح اسباب۔ اوّل۔ صفحہ ۴۰ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ

۲۔ جامع الشرحین۔ گیلانی۔ صفحہ ۲۰۰

۳۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۱۷۸۔ ہسٹری آف عربس۔ ہٹی۔ صفحہ ۳۶۳

براؤن کی تحریر کے مطابق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ڈسیکشن کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ نامہ دانشوراں میں ہے کہ یوحنا بن ماسویہ نے اس غرض کے لئے ایک خاص دارالتشریح دریائے دجلہ کے کنارے بنوایا تھا۔ اور انسانی لاشیں نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے بندروں کا ڈسیکشن کرتا تھا۔[1]

ابین ابی خیر اللہ نے لکھا ہے کہ اس نے بندروں کی ایک بڑی تعداد کا ڈسیکشن کیا ہے۔ اور اس موضوع پر اس کی ایک کتاب بھی ہے۔[2]

تشریح کی مستقل کتابوں کے علاوہ عربی طب کی تمام معیاری کتابوں میں تشریح سے متعلق تفصیلی معلومات پیش کی گئی ہیں، اور یہ کتابیں تشریحی اعتبار سے نظرانداز کئے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ طبی مورخ نیوبرگر لکھتا ہے " رازی کی کتاب کے چھبیس باب، علی بن عباس کے سینتیس باب، ابن زہر کے سینتیس باب، اور ابن سینا کے پچانوے باب تشریح سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ عربی لٹریچر میں بہت سی خاص تصانیف تشریح پر ہیں۔ اور یہ ایک محسوس ہونے والی حقیقت ہے کہ بہت سے مخطوطات تشریحی تصاویر سے آراستہ ہیں، مثلاً عصب بصری کا تقاطع۔

ایسا نہیں ہے کہ عرب اطباء تشریح کی اہمیت سے ناواقف تھے، بلکہ تمام مشہور مصنفین نے اپنی تعلیمات کی بنیاد کم یا زیادہ تفصیلی بیانات پر قائم کیں۔[3]

عربی مخطوطات اور عربی لٹریچر کے مطالعہ سے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے تشریح کی معلومات میں قابل قدر اضافات کئے ہیں اور پرانی غلطیوں کی اصلاح کی ہے۔ نئی دریافتوں

۱۔ عربین میڈیسین۔ براؤن صفحہ ۳۶ و ۳۷ بحوالہ نامہ دانشوراں۔ دوم۔ صفحہ ۳۷ و ۳۸

۲۔ آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین۔ صفحہ ۳۳ (۱۹۴۶ء)

۳۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۳۷۶

کے علاوہ تشریح کی تاریخ میں ان کا ایک زبردست کام یہ بھی ہے کہ انہوں نے جالینوس اور دوسرے متقدمین اطباء کی تصانیف کے حصول دریافت کو زیادہ آسان بناتے ہوئے باقاعدہ علمی انداز میں ان کی درجہ بندی کی اور انہیں سلیقہ سے مرتب کیا۔ ابن سینا نے خاص طور پر تشریح کی بکھری ہوئی تحریریات کو مختصر اور جامع انداز میں اپنے قانون میں یکجا کیا۔ دوسرے عرب مصنفین بھی ہمارے تشکر کے مستحق ہیں۔ انہی کے توسط سے جالینوس اور دوسرے ماہرین تشریح کی معلومات آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہ سکیں۔ آج اصل یونانی نسخے ناپید ہیں اور دنیا صرف ان کے عربی تراجم کی بدولت ان سے متعارف ہے۔ اس واقعہ سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ عرب اطباء نے طب کے دوسرے مضامین کی طرح تشریح میں بھی متقدمین کی تصانیف اور معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں تشریح کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے، لیکن یہاں بھی روایات کے مطابق یونانیوں کی محض تقلید نہیں کی گئی ہے۔ اور صرف ان کی معلومات پر قناعت کو کافی نہیں سمجھا گیا ہے

نہ صرف طبی مصنفین انسانی تشریح سے متعلق اپنی تصانیف میں علیحدہ باب رکھتے تھے بلکہ جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا ہے دوسرے اعتبارات سے بھی اس کے مطالعہ کو اہمیت دی گئی تھی چنانچہ القزوینی نے جب عجائبات عالم کے متعلق لکھا تو عظیم عجوبہ ——— انسانی جسم پر بھی اس نے ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا۔ امام فخرالدین نے انسانی ساخت کی ترکیب اور پیچیدگی پر خدا کی حکمت کے ایک بہترین اور اعلیٰ ثبوت کی حیثیت سے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[1]

ابن صدرالدین تشریح کی تعریف ایک ایسے علم کی حیثیت سے کرتا ہے جس کا تعلق جسم حیوانی کے جزئی حصوں کی معلومات، ان کی ترکیب، تخلیق کے اعجاز اور ما فوق البشری قوت کے مظہر سے ہے۔ اسی لئے وہ کہتا ہے جو شخص علم ہیئت اور علم تشریح سے ناواقف ہے

۱۔ اس حیثیت سے جن لوگوں نے تشریح کا مطالعہ کیا ہے ان کا ذکر اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں ہوا ہے۔

وہ کسی طرح بھی خدا کا علم حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے [1]

تشریح کی اہمیت کا انہیں کس درجہ لحاظ تھا اور تشریح کی دلچسپیاں وہاں کتنی عام تھیں۔ براؤن کے الفاظ میں ان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

"دور خلافت میں ہر ذی علم سے یہ توقع رکھی جاتی تھی کہ وہ طب اور علم تشریح کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ جانتا ہوگا۔" اس نے الف لیلہ کی ایک حکایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے بآسانی یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں علم تشریح سے لوگ کتنا زیادہ شغف رکھتے تھے۔ الف لیلہ اگرچہ کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے جس کے حوالوں کو تاریخی اہمیت دی جائے۔ لیکن اس سے عام مذاق اور ذہن کے بارے میں ضرور کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

"ابوالحسن نامی ایک شخص کے پاس ایک کنیز تھی، جس کا نام تودد تھا۔ اس نے اپنے بعض حالات سے مجبور ہو کر کنیز کو خلیفہ ہارون رشید کی بارگاہ میں پیش کیا اور دس ہزار دینار قیمت ظاہر کی۔ خلیفہ نے اس شرط پر خرید نے کا وعدہ کیا کہ وہ اس کے بعض علمی سوالات کا جواب دے۔ علم طب کے متعلق اس سے جو سوالات کئے گئے، ان میں تشریح اور منافع الاعضاء کے سوالات بھی تھے۔ تودد نے ہڈیوں کی تعداد صحیح بتائی لیکن عروق کے متعلق شک کا اظہار کیا۔ اور طبی کی شاخوں کے بارے میں اس نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے، لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ (اس سے صحیح تعداد بتانا مقصود نہیں تھا بلکہ عربی روایات کے مطابق اس عدد کو کثرت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور بعض اسلامی فرقوں کو اس سے خاص نسبت ہے)[2]

"تودد نے ہڈیوں کی تعداد ۲۴۰ بتاتے ہوئے ان کو تین حصوں میں منقسم کیا۔ سر،

۱۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۳۲ بحوالہ حاجی خلیفہ جلد دوم۔ صفحہ ۲۹۷

۲۔ عربین میڈیسین۔ براؤن۔ صفحہ ۳۱ و ۳۲

دھڑ اور اطراف ۔۔۔۔ سر، وہ دو میں تقسیم ہے جمجمہ اور چہرہ۔ جمجمہ آٹھ ہڈیوں سے مرکب ہے۔ اور اس میں کان کی چار ہڈیوں کا مزید اضافہ ہے۔ اور چہرہ فک اعلیٰ اور فک اسفل پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ میں گیارہ ہڈیاں پائی جاتی ہیں اور اسفل میں صرف ایک۔ دانتوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ اور وہ بتیس ہیں، اور اسی طرح ایک عظم لامی ہے۔

دھڑ۔ عمود فقری، صدر اور حوض پر مشتمل ہے۔ عمود فقری چوبیس ہڈیوں کا مجموعہ ہے جنہیں فقار ۔۔۔ ہیں۔۔۔۔ صدر، قص اور پسلیوں کا مجموعہ ہے اور وہ چوبیس ہیں، دونوں جانب بارہ بارہ ۔۔۔ اور حوض، ترقفین، عجز اور عصعص سے مرکب ہے۔

اطراف ۔۔ دو بالائی ہیں اور دو زیریں۔ دونوں بالائی اطراف پہلے شانہ تک تقسیم ہوتے ہیں جو کتف اور ترقوہ سے مرکب ہے۔ دوسرے عضد تک اور وہ ایک ہڈی ہے۔ تیسرے ساعد تک اور وہ دو ہڈیوں کعبری اور زند سے مرکب ہے۔ چوتھے کف تک اور وہ رسغ، مشط اور انگلیوں میں منقسم ہے۔ رسغ آٹھ ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ اور یہ ہڈیاں دو صفوں میں آراستہ ہیں، اور ہر صف میں چار ہڈیاں ہوتی ہیں۔ مشط پانچ ہڈیوں پر مشتمل ہے۔ انگلیوں کی تعداد پانچ ہے، اور ان میں سے ہر ایک میں تین ہڈیاں پائی جاتی ہیں، جنہیں سلامیات کہا جاتا ہے۔ سوائے ابہام کے وہ صرف دو سے مرکب ہے۔

زیریں دونوں اطراف میں سے ہر ایک پہلے فخذ تک تقسیم ہے، اور وہ ایک ہڈی ہے دوسرے ساق تک وہ تین ہڈیوں قصبہ، شظیہ اور رضفہ کا مجموعہ ہے۔ تیسرے قدم تک اور اس میں کف کی طرح رسغ، مشط اور انگلیاں شامل ہیں۔ رسغ سات ہڈیوں سے مرکب ہے جو دو صفوں میں بچھی ہوئی ہیں۔ پہلی صف میں دو ہڈیاں اور دوسری میں پانچ۔ مشط پانچ ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ انگلیوں کی تعداد پانچ ہے۔ جن میں سے ہر ایک تین سلامیات پر مشتمل ہے۔ سوائے انگوٹھے کے اس میں دو سلامیات ہیں۔

عروق کے متعلق تودد نے کہا کہ اس کی اصل دو ہیں (اور طی) ہے اور اس سے بہت سی

شاخیں نکلتی ہیں، جن کی تعداد کے متعلق علم نہیں ہے۔ اس نے سر میں تین بطن بھی بتلائے ہیں[1]
الگوڈ کہتا ہے "الف لیلہ میں ۴۴۹ ویں شب سے ۴۵۴ ویں شب تک تودد کا جو واقعہ ہے وہ اس شخص کے لئے بہت زیادہ دلچسپ ہے جو یہ مطالعہ کرنا چاہتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں بغداد میں تشریحی معلومات کس درجہ میں تھیں[2]"

عربوں کا ایک بہت اہم اضافہ یہ ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے عظیمات السمع کان کی چھوٹی ہڈیوں کو معلوم کیا۔ ان سے پہلے کسی مصنف کے یہاں ان کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ تودد کے مندرجہ بالا قصہ میں ان ہڈیوں کا حوالہ موجود ہے۔ کان کی ہڈیاں اگرچہ عام علم کے مطابق تین ہیں لیکن بعض ماہرین نے انہیں چار بھی قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک عظم رکابی، مطرقی اور سندانی کی طرح عظم عدسی (لنٹی کولر) ایک علیحدہ ہڈی ہے۔ اس لئے تودد کا ان ہڈیوں کو چار کہنا غلط نہیں ہے۔

جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع جب شیراز پہنچا اور عضد الدولہ کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے اپنی بارگاہ میں طلب کیا، اور آنکھ کے اعصاب کے متعلق سوالات کئے۔ جبرئیل نے بہت اچھے انداز میں ان کا جواب دیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اس کا وظیفہ مقرر کیا اور اس کے علاوہ رہنے کے لئے ایک مکان بھی دیا[3]

ذکریا رازی آخر عمر میں آنکھوں میں پانی اتر آنے کی وجہ سے اندھا ہو گیا تھا۔ ماہر علاج چشم جب اس کے پاس قدح کرنے کے لئے آیا تو رازی نے اس سے آنکھ کے طبقات کے بارے میں سوال کیا اور جب اس نے اس سے لاعلمی ظاہر کی تو رازی نے کہا "جو شخص آنکھ

۱۔ الف لیلۃ ولیلۃ ۔ عربی ۔ دوم ۔ کلکتہ ۱۸۴۲ء صفحہ ۵۱۳-۵۱۴
۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا ۔ صفحہ ۲۳۱
۳۔ اخبار الحکماء ۔ قفطی ۔ صفحہ ۱۰۳

کی تشریح نہیں جانتا ہے وہ میری آنکھوں کا قدح نہیں کر سکتا۔" رازی سے کہا گیا اگر آپ قدح کرا لیتے تو بینائی واپس آجاتی۔ اس نے جواب دیا میں دنیا کو دیکھتے دیکھتے تھک گیا ہوں۔[1]

خلفاء اور عمائدین کے علمی شوق سے بھی اس سلسلہ میں مدد ملی۔ عام دستور کے مطابق مشہور جنگی قیدیوں کے سر قتل کے بعد عوام کو دکھانے سے پہلے "سجائے" جاتے تھے چنانچہ حاجب سلیمان طولون نے مونس کے سر کو جسے خلیفہ القاہر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا "[illegible] دماغ کا وزن جاننے کیلئے مشتاق ہوا۔ اس نے ملاحظہ کیا کہ اس کا وزن چھ رطل (تقریباً ۷۰ اونس) یعنی اوسط سے قابل لحاظ طور پر کچھ زیادہ تھا۔[2]

یہاں خود بانی اسلام کے ایک واقعہ کا ذکر محل نظر ہے۔ اس زمانہ کا مشہور معالج اور جراح ابن ابی رمثہ تمیمی جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس کی نگاہ دونوں شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے حصہ پر پڑی تو خلع نظر اس سے کہ وہ مہر نبوت تھی، یا گوشت کا ابھار، اس نے عرض کیا، میں طبیب ہوں مجھے اس کے علاج کا موقع عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تم رفیق ہو اور طبیب اللہ ہے۔ سلیمان بن حسان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ صرف ہاتھ کی صفائی کا ماہر "رفیق الید" ہے، لیکن علم کا ماہر نہیں ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ طبیب اللہ ہے[3] اور بعض لوگوں کے مطابق علم سے مراد یہاں علم تشریح ہے جو عمل جراحت کے لئے ضروری ہے۔

عربوں کو وضع اصطلاحات کے وقت علم تشریح کے سلسلہ میں کوئی دشواری نہیں

۱۔ تاریخ مختصر الدول۔ صفحہ ۲۷۴

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۲۷

۳۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۱۱۹

پیش آئی۔ اس لئے کہ وہ پہلے ہی سے تشریحی اصطلاحات کا اچھا خاصہ ذخیرہ رکھتے تھے، اور ان کی روزمرہ کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ نظموں میں بھی ان اصطلاحات کا استعمال عام تھا۔ چنانچہ اموی خلیفہ یزید بن عبدالملک جو ۱۰۵ھ مطابق ۴-۷۲۳ء میں ایک کنیز حبابہ کے عشق میں ختم ہوا، اس کے ذیل کے شعر پر بہت وجد کرتا تھا۔[۱]

بین التراقی واللہاۃ حرارۃ
ما تطمئن ولا تسوغ فتبرد

آٹھویں صدی

اسلامی سلطنت کے قیام کی ابتدا میں مختلف دوسرے مسائل درپیش تھے، علمی اور فنی میدان میں یکسو ہو کر کچھ کرنے کا موقع نہیں تھا۔ لیکن ذہنی تربیت اور تیاری کے اعتبار سے اس دور کی اہمیت مسلّم ہے کہ اس کے بعد اپنے جلو میں علم کی سینکڑوں ضیائیں لئے ایک نئی صبح کا آفتاب طلوع ہونے والا تھا۔

بیراٹسونا

یہاں اس صدی میں دوسری کتابوں کا ترجمہ اور تالیف کے علاوہ ایک آزاد طبی کتاب "The Four Tantras" کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔ ملکی روایات کے مطابق ایک تبتی مترجم بیراٹسونا Bairotsona نے ایک پنڈت طبیب کی مدد سے کشمیری میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور اسے شہنشاہ ٹی سانگ ڈٹسن Ti-Song De—Tsen کی خدمت میں پیش کیا۔ ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس کا زمانہ اصل

۱۔ ارلین میڈیسین۔ براؤن۔ صفحہ ۳۰/ کتاب الفخری۔ صفحہ ۱۱۷/ مطبع موسوعات مصر ۱۳۱۷ھ

تھی کتاب کے زمانہ کے قریب ہی ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، چار حصوں میں منقسم ہے۔ (۱) تشریح۔ ہڈی، ورید، اعصاب، نبض (۲) بدن کی تشریح اور بیماریوں کے اسباب (۳) امراض کے علاج کے سلسلہ میں ہدایات (۴) علاج بالید وغیرہ[1]

عبدالمالک اصمعی

ابن ماسویہ کا ہم عصر اصمعی (۷۴۰ء۔ ۸۳۱ء) جو عرب کا مشہور ادیب اور ماہر لسانیات ہے حیوانیات کے علم سے بھی خاصی دلچسپی رکھتا تھا۔ چنانچہ حیوانات پر اس کی چار مخصوص کتابوں کے علاوہ ایک "کتاب خلق الانسان" لکھی ہے۔ جس میں جسم انسانی کی تشریح اور افعال کے متعلق لکھا ہے۔ ان تمام کتابوں میں اگرچہ ادبی عنصر غالب ہے لیکن پھر بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے ان کا مطالعہ دلچسپ ہے۔ پروفیسر نکلسن Nicholson لٹریری ہسٹری آف عربس میں اصمعی کے متعلق لکھتا ہے۔

"وہ خلیفہ کا بہت مقرب تھا، اور خلیفہ ادبیات سے تعلق رکھنے والے ہر دقیق مسئلہ کو حل کرنے، جس کا جواب دربار میں کسی سے بن نہیں پڑتا تھا اصمعی کے پاس بھیجتا تھا۔" تشریح پر اس کا یہ رسالہ بتاتا ہے کہ عربوں کو انسانی تشریح کی قابل لحاظ معلومات حاصل تھیں[2]

نویں صدی۔ ابن ماسویہ

المنصور کے ابتدائی زمانہ میں ترجمہ نگاروں نے تشریحی کتابوں کو نظرانداز نہیں کیا۔

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اول۔ صفحہ ۴۳۵

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۲۹۔ بحوالہ نکلسن لٹریری ہسٹری آف عربس صفحہ ۱۵

لیکن پھر بھی وہ یوحنا ابن ماسویہ کی تسلی کے لئے کافی نہیں ہو سکیں۔ اس نے بندروں پر ڈسیکشن کئے اور اگر اس رائے پر اعتماد کیا جائے کہ اس نے انسانی لاش کو بھی ڈسیکشن کیلئے استعمال کیا ہے تو یہ قرین صواب ہے۔ وہ یہ خوب محسوس کرتا تھا کہ ڈسیکشن کے بغیر تشریحی معلومات سے پوری طرح واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ ڈسیکشن کے لئے نہایت بے چین رہتا ہے مگر اس زمانہ کی بندشیں اسے مجبور رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں خود اس کا ایک واقعہ قفطی کی روایت کے مطابق بہت دلچسپ ہے۔ اپنے لڑکے کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن ماسویہ کہتا ہے "خدا نے مجھ کو کتابی چہرہ، بڑا سر، کشادہ پیشانی، نیلگوں آنکھیں عطا کی ہیں، اور اسی طرح ذہانت اور حافظہ بھی بخشا ہے۔ جو کچھ کان میں ایک بار پڑ جاتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور اس کی ماں جو طیفوری کی لڑکی اور میری بیوی ہے حسن و جمال میں اپی مثال آپ ہے۔ اس سے زیادہ حسین عورت نہ میں نے دیکھی اور نہ سنی، لیکن وہ کچھ تو اس باختہ سی تھی، نہ کچھ سمجھ کر بات کر سکتی تھی نہ دوسرے کی بات ہی کو سمجھتی تھی۔ مگر بچہ کو ہمارے ان فضائل اور خصوصیات میں سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ اور اگر بادشاہ کا عمل دخل اور غیر ضروری چیزوں پر اس کی دخل اندازی مانع نہ ہوتی تو میں اپنے بیٹے پر عمل تشریح کرتا، جس طرح جالینوس انسانوں اور جانوروں کی تشریح کرتا تھا تاکہ میں اس کی تشریح سے حماقت کے اسباب معلوم کر سکوں، اور دنیا کو اس کے وجود سے نجات دلادوں اور اہل علم کے لئے اپنی کتاب میں اس کے بدن کی ترکیب، مجاری، عروق، اوردہ اور اعصاب کی تفصیل لکھ سکوں، لیکن بادشاہ اس میں مانع ہے۔"[1]

انسانی جسم کی چیر پھاڑ سے مایوس ہونے کے بعد اس نے اندرونی ساخت کے مطالعہ کی خاطر بندروں کے ڈسیکشن شروع کئے، اور اس سلسلہ میں بندر کی ایک خاص قسم جو انسان سے نہایت درجہ مشابہت رکھتی تھی خلیفہ معتصم کے واسطے سے اسے دستیاب ہوئی۔

۱۔ اخبار الحکماء۔ قفطی۔ صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶

جس کا اس نے ڈسیکشن کیا، اور بنظر خود اندرونی اعضاء کا معائنہ کر کے تشریحی معلومات اخذ کیں۔

علم تشریح پر اس کی کتابوں میں کتاب التشریح کے علاوہ ایک کتاب "ترکیب خلق الانسان واجزائہ وعدد اعضائہ ومفاصلہ وعظامہ وعروقہ ومعرفتہ اسباب الاوجاع" بھی ہے۔ جسے اس نے خلیفہ مامون کے لئے تالیف کیا تھا[1]

حنین بن اسحٰق

یوحنا ابن ماسویہ کا شاگرد حنین بن اسحٰق (۸۰۹ - ۸۷۲) عرب دنیا کا سب سے بڑا مترجم ہے۔ اس کی سرپرستی اور رہنمائی میں مترجمین کی ایک جماعت کام کرتی تھی۔ اور یہ ان کے ترجموں پر اصلاح دیتا تھا۔ ان تراجم نے آئندہ کی راہیں ہموار کیں اور ان کی بنیاد پر صاحب طرز اطباء نے اپنے ذہن وقلم کے جادو جگائے۔ عربی طب کے ترجمے کا سنہری دور ۷۵۰ء سے ۸۵۰ء تک رہا ہے۔ جس میں خاندان حنین کی کوششیں بہت وقیع ہیں۔

حنین نے رائے ظاہر کی کہ معدہ میں ایک ترش رطوبت ہوتی ہے جو اشتہائے طعام کا باعث بنتی ہے۔

اس نے دماغ کی ساخت کو اعصاب کے مطابق قرار دیا۔ مزید یہ بھی واضح کیا کہ تمام دماغی احساسات درحقیقت تحریکات ہیں[2]

حنین بن اسحٰق پر جرمنی میں ایک کتاب میرے مطالعہ میں آئی یہ Dr. Phil Gotthelf Bergstr asser گوتھیل برگسٹراسر کی ہے۔ اس کے آخر میں حنین کے مختلف مضامین سے ...... تعلق رکھنے والے اصل عربی متن میں چودہ صفحات ہیں جو خصوصیت سے تشریحی موضوعات کے اقتباس پر مشتمل ہیں۔

۱۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۱۸۳

۲۔ اسٹڈیز ان اسلامک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر۔ صفحہ XVI

تشریح کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حنین لکھتا ہے "اعضاء ظاہرہ میں جب کوئی مرض لاحق ہوتا ہے تو اسے دیکھ کر بآسانی محسوس کر لیا جاتا ہے۔ لیکن اعضائے باطنہ جو بدن کی گہرائی میں واقع ہوتے ہیں اور حس سے دور ہوتے ہیں، ان کی معرفت ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے جس نے اعضاء اور ان کے منافع کو جاننے کی کوشش کی ہو۔ اور اس کے لئے تشریح اعضاء کے علم کی ضرورت افعال و منافع کے علم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ تشریح ہی نے اعضاء باطنہ میں سے ہر ایک کے جوہر، خصوصیات اور دوسری بہت سی چیزوں کے حالات کے متعلق رہنمائی کی ہے[1]

تشریح عظام کی بحث میں وہ لکھتا ہے۔

"طبیب کو چاہیئے کہ ہر ہڈی کی ہیئت، اس کی اندرونی کیفیت، اور دوسری ہڈی کے ساتھ جڑنے کی صورت میں اس کی حالت سے واقف ہو تاکہ اس سے خلع وکسر کے وقت علاج کے احکام معلوم ہو سکیں۔

اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ طب کے تمام امور میں ہماری غرض "امر طبعی" ہے۔ لہٰذا اگر ہم طبعی چیز سے واقف نہیں ہوں گے تو ہم اس آفت کو نہیں معلوم کر سکیں گے جو طبعی چیز میں پیدا ہوئی ہے۔ اور نہ ہم اسے جان سکیں گے کہ اس کی طبعی صورت کو کیسے لوٹایا جائے۔ جس کے نتیجے میں بیماریوں کے ادراک اور ان کی صحتیابی دونوں پر ہمیں وہ قدرت حاصل نہیں ہوگی جو ہونی چاہیئے۔

ہڈیاں اعضاء بدن میں سب سے زیادہ سخت اور خشک ساخت ہیں، اور مٹی کی طبیعت سے زیادہ قریب ہیں۔ وہ باقی جوہر بدن کے لئے اساس اور ستون کے مانند ہیں۔ تمام بدنی اعضاء کی بنیاد ہڈیوں پر ہے۔ اور انہی پر ان کا ٹھہراؤ ہے۔ جو ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں، ان

۱۔ حنین بن اسحٰق۔ صفحہ ۶ مطبوعہ لیڈن ۱۹۱۳

میں تجویف بڑی ہوتی ہے جس میں مخ بھرا ہوتا ہے۔ اور جو ہڈیاں چھوٹی ہوتی ہیں وہ بہت زیادہ سخت اور پختہ ہوتی ہیں۔ اور ان میں تجویف محسوس نہیں کی جا سکتی ہے[۱]

عصب کی تشریح کے بیان میں وہ لکھتا ہے۔" تمام اطبار کا اس پر اتفاق ہے کہ اعضائے حیوانی میں ارادی اور حسی حرکت اعصاب ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور جب عصب کاٹ دیا جاتا ہے تو وہ عضو جس کی اس سے پرورش ہوتی تھی اپنی جگہ پر بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔ بعض اعصاب دماغ سے شروع ہوتے ہیں اور بعض نخاع سے۔ اور اس کے متعلق تشریح سے جانا جا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ وہ دونوں بطن جو مقدم دماغ میں ہوتے ہیں وہ آگے کی طرف تھوڑا تھوڑا صنوبر کی شکل میں تنگ ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں مبدا الف تک پہنچ جاتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے متوازی اور متصل واقع ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان صفاق رقیق کے سوا کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور ان دونوں کے پہلو میں دو عصب ہوتے ہیں۔ ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ عصب کے اس زوج کیلئے ثخن (موٹائی) کی خاص مقدار ہوتی ہے جو اس کے ساتھ شمار ہوتی ہے۔ اور قریب ہے کہ یہ باقی تمام اعصاب سے زیادہ نرم ہو۔ اس کی ابتدا نفس دماغ سے ہوتی ہے۔ اور اس کا خروج جمجمہ سے محجر کی طرف ایک سوراخ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس کی وسعت حقیقت میں ثخن عصب کے بقدر ہوتی ہے"[۲]

عضلات کی تشریح کے بیان میں قدیم ماہرین تشریح پر اس نے تنقید کی ہے جو تاریخی لحاظ سے نہایت وقیع ہے "عضلات کی تشریح مشرحین میں سے کسی نے ایسی نہیں بیان کی ہے جس میں کوئی برائی نکالی جا سکے، مگر تشریح کرنے والوں میں ماربنوس نے سب سے زیادہ

۱۔ حنین بن اسحٰق۔ صفحہ ۱۔ مطبوعہ لیڈن ۱۹۱۲ء

۲۔ " " " " ۱۳ " " "

احاطہ کیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے اس نے نہ کوئی مستقل کتاب لکھی ہے اور نہ اس پر کوئی مسلسل گفتگو کی ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورتاً بابیس، لوقس اور الیانس کی تشریح عضلات کو ترجیح دینا پڑی۔ بالیس نے اپنی کتاب "المداخل الی علم ابقراط" کے دوسرے مقالہ میں سارے اعضاء کے ساتھ عضلات کی تشریح بیان کی ہے۔ لوقس نے اس سلسلہ میں ایک جامع مقالہ مستقل طور پر لکھا ہے۔ اور الیانس نے بھی ان کی تشریح سارے اعضاء کے ساتھ اس مقالہ میں بیان کی ہے۔ جسے اس نے ان کتابوں کے اختصار کے طور پر مرتب کیا ہے جنہیں اس کے والد نے علم تشریح میں لکھا تھا۔ مگر لوقس کا مقالہ اس کے طرز تطویل کی بنا پر طویل ہو گیا ہے۔ اس نے تشریحی امور کے ساتھ منطقی مسائل بھی شامل کر دیئے ہیں، اور اس نے ان امور کے علاوہ علل سے متعلق بہت سے ایسے اقوال ذکر کئے ہیں جن میں سے اکثر نہ عضلات کی تشریح میں شامل ہوتے ہیں اور نہ اس سے کوئی رشتہ رکھتے ہیں۔ البتہ الیانس اور بالیس دونوں نے عضلات کی تشریح کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ اپنے مضمون ہی پر مشتمل ہے اور اس میں غیر متعلق باتیں نہیں ہیں اور اسی ڈھنگ کو پسند کرتے ہوئے میں نے اپنی کتاب میں اپنایا ہے [1]

یرقان کے سبب کے بارے میں کہتا ہے: "ہمیں تشریح سے معلوم ہوا کہ مرارہ سے جو مجری شروع ہوتی ہے، اس کا منہ بند ہونے یا تنگ ہونے پر صفرا، خون کے ساتھ تمام بدن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح جگر پر ورم ہو جاتا ہے اور اس کی صلابت اور سدہ یرقان کے اسباب ہیں [2]"

حنین نے اپنی کتاب العشر مقالات فی العین میں آنکھ کی عمدہ تشریح بیان کی ہے اور ساتھ ہی کچھ تشریحی تصاویر بھی دی ہیں۔ ڈاکٹر میکس مائرہاف Max Meyerhof نے اس کتاب کے اپنے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ میں ان تصاویر سے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ اور Sudhoff نے ان کی اہمیت پر ایک مستقل مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ اور انہیں آنکھ کی تشریح

۱۔ حنین بن اسحق۔ صفحہ ۱ و ۲ مطبوعہ لیڈن ۱۹۱۳ء

۲۔ " " " " ۱۰ " " " "

کی قدیم تصاویر کہا ہے۔

دوسرے مضامین کے علاوہ عربی دور کے ابتدائی مصنف حنین بن اسحٰق کی تشریح پر مندرجہ ذیل کتابیں ہیں[1]:

جوامع کتاب المنی، لجالینوس۔ کتاب فی حالات الاعضاء۔ کتاب فی تشریح آلات الغذا (تین مقالوں میں) اور بقراط و جالینوس کے اقوال سے مرتب کیا ہوا ایک مقالہ "فی کون الجنین" ہے[2]۔ ان کے علاوہ کتاب اللبن ایک مقالہ میں اور متوکل کی ام ولد کے لئے "کتاب المولودین لثمانیۃ اشہر" بھی اس کی تصانیف میں ہیں[3]۔

جیش بن الاعصم

حنین کے اس شاگرد اور بھتیجے نے جس نے حنین کی نگرانی میں ترجمہ کے فرائض انجام دیئے تشریح جالینوس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کو بیسویں صدی میں میکس سائمن Max Simon نے جرمن میں منتقل کیا ہے۔ اور یہ ۱۹۰۶ء میں لیپزگ سے شائع ہوئی ہے۔

ثابت بن قرۃ

عربی طب کی تاریخ میں جن خاندانوں کو امتیاز حاصل ہے ان میں ثابت بن قرۃ (۸۲۸–۹۰۱ء) کا خاندان بھی ہے۔ نہ صرف جداعلیٰ ہونے کی حیثیت سے بلکہ سب سے زیادہ صاحب علم و فضل ہونے کی بناء پر ثابت تجسے مرتبہ کا نام ہے۔ علم تشریح سے اسے خاص

۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۳۸۵

۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۲۰۰، ۱۹۹

۳۔ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۲۹۴

شغف تھا، اور اس موضوع پر اس نے جو کتابیں سپردِ قلم کی ہیں وہ جوامع کتاب تشریح الرحم لجالینوس۔ جوامع کتاب جالینوس فی المولودین لسبعۃ اشہر۔ مقالۃ فی صنعۃ کون الجنین۔ جوامع کتاب الاعضاء الآلمۃ لجالینوس اور کتاب فی تشریح بعض الطیور ہیں[1]

قسطا ابن لوقا

قسطا ابن لوقا (متوفی ۹۲۳ء) مشہور مترجمین کی صف کا آدمی ہے۔ اس موضوع پر کتاب فی الفرق بین الحیوان الناطق وغیر الناطق۔ اور کتاب فی الحیوان الناطق، کتاب فی الکبد وعلتہا وما یعرض فیہا من الامراض۔ کتاب فی حرکت الشریان، کتاب فی العضو الرئیس من البدن اس کی کتابیں ہیں[2]

علی بن ربن طبری

پہلا عرب طبیب ہے جس نے نقل وترجمہ سے ہٹ کر ذاتی تخلیق پیش کی۔ اس کی شاہکار طبی انسائیکلوپیڈیا، فردوس الحکمت جس کا سال تصنیف ۸۵۰ء ہے طب کی چار بلند پایہ کتابوں میں شامل ہے اور اولیت کے اعتبار سے زیادہ قدر کی مستحق ہے۔ بڑے سائز کے ساڑھے پانچ سو صفحات کی اس کتاب کے حصہ چہارم کے گیارہویں مقالے کے آخری چار باب تشریح سے متعلق ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی نے بڑی تحقیق کے ساتھ اس کی تدوین وتہذیب کے فرائض انجام دیئے ہیں، اور ۱۹۲۸ء میں جرمنی کے مطبع کاویانی سے یہ شائع ہوئی ہے۔

ربن طبری نے بیان کیا ہے کہ انہضام کا عمل در حقیقت تعفن کی ایک قسم ہے[3]

۱۔ طبقات الاطباء۔ اول۔ صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۰

۲۔ 〃 〃 〃 ۲۳۵

۳۔ اسٹڈیز ان اریک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر۔ صفحہ XVI

ذکریا رازی

رازی (۸۶۴ یا ۸۵۰ — ۹۲۳ یا ۹۳۲ء سن ولادت و وفات میں شدید اختلاف ہے) عربی طب کی سب سے بڑی عظمت اور یگانۂ آفاق شخصیت ہے۔ اس کی کتاب الحاوی مایۂ ناز طبی کتابوں میں ہے۔ حاوی کا دسواں مقالہ تشریح و منافع الاعضاء پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ کتاب ہیئۃ الکبد۔ کتاب ہیئۃ العین۔ کتاب ہیئۃ القلب اور کتاب ہیئۃ الصماخ اس کی تشریحی کتابوں میں ہیں[1] ابن ابی اصیبعہ نے کتاب فی ہیئۃ الانثیین۔ کتاب فی ہیئۃ المفاصل اور کتاب فی منافع الاعضاء کا بھی ذکر کیا ہے[2] ابن خلکان اور بیرونی سے رازی کی ایک اور تشریحی کتاب "کتاب الاعصاب" کا پتہ چلتا ہے[3] نوفل آفندی[4] نے بھی اس کا نام لیا ہے۔ مگر ابن ندیم، قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے اسے نہیں بیان کیا۔ اس کی مشہور کتاب منصوری کا تشریحی حصہ بھی لائق نظر ہے۔

رازی اور ابن میمون کی کتابوں کے ایک لاطینی ترجمہ مطبوعہ ۱۴۹۷ء پر اس کتاب کے مالک نے کچھ نوٹس تحریر کئے تھے، جن کا تعلق سال اشاعت کے قریبی زمانہ ہی سے ہے۔ ان نوٹس کی اہمیت پر جوشوا او لیبووز (Joshua O. Leibowitz) نے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے[5] جس سے رازی کے مرتبہ اور المنصوری کے سلسلہ سے قلب کی تشریح کی وضاحت ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"ابن میمون کی تحریروں کے کمیاب وینس ایڈیشن ۱۴۹۷ء پر کام کرتے ہوئے جو

۱۔ الفہرست ابن ندیم۔ صفحہ ۳۰۰

۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۳۱۶ و ۳۲۰

۳۔ تاریخ ابن خلکان۔ دوم۔ صفحہ ۱۹۴

۴۔ صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب۔ صفحہ ۷۳

۵۔ بلیٹن آف دی ہسٹری آف میڈیسین۔ شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۲۲

کہ پہلے پہل لاطینی میں ترجمہ ہوئی تھیں، ہمیں بہت عمدہ قلمی نوٹ ملے جو فہرست کے اوپر نیچے لکھے ہوئے تھے۔ (W.M.H.L.N. 5455) اس ایڈیشن میں ابن میمون کی تحریرات، رازی کی المنصوری اور اس کے کچھ دوسرے چھوٹے رسائل سے پہلے لکھی ہوئی ہیں۔ جب کہ دوسری طرف ابن میمون کے اس لاطینی ترجمہ میں جو بولوگنا میں ۱۴۸۹ء میں شائع ہوا ہے۔ رازی کی تحریریں ترتیب میں ابن میمون سے پہلے رکھی گئی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اوّلین ناشروں نے یہودی اور مسلمان دونوں مصنفوں کو ایک ہی جلد میں جمع کیا ہے۔ اس کی وجہ ان کی طبی دقیقہ رسی، فلسفیانہ انداز اور عربی زبان کا اشتراک تھا۔

کتاب کے جس ورق پر وہ قلمی نوٹ ہیں اس ورق کی بالائی ساڑھے سات لائنیں رازی کی انتہائی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ P. Gallus (۱۵۹۰) یا I. Spachius (۱۵۹۱) کی قسم کی طبی سوانحی کتابوں میں مختصر اندراجات کے تعارفی جملوں کی بنیاد ہیں۔ اور یہ آگے چل کر طبی تاریخی اطلاعات کا اہم حصہ بنتی ہیں۔

اسی ورق کی زیریں ساڑھے انیس لائنیں قلب کی تشریح سے متعلق ہیں۔ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کتاب کے ابتدائی مالک نے مصنف سے ناواقف ہوتے ہوئے اور یہ فرض کرنے کی جرأت نہ کرتے ہوئے کہ اسے قلبیات (Cardiology) میں خاص دلچسپی تھی، اسی ایک نکتہ کو جلد کے پہلے صفحہ پر کیوں درج کیا؟ ہم کچھ رعایت کے ساتھ اس کی یہ تشریح کر سکتے ہیں۔

رازی کی المنصوری معالجات کا ایک مختصر کتابچہ ہے۔ قلب کی تشریح کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ اس لئے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ کتاب کا مالک اس سلسلہ میں رازی کی اطلاعات کو مکمل کرنا چاہتا ہو۔ یہ لائنیں تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس لئے کہ اس وقت Mondino کے سوائے کوئی بھی تشریحی کتاب نہیں موجود تھی۔ یہ نوٹ VESALIUS (۱۵۳۹) MASSA (۱۵۲۱) BERENGARIO اور یقیناً

Mondino سے بھی پہلے کے ہیں کیونکہ خط چھپی ہوئی کتاب سے زیادہ دونوں بعد کا نہیں معلوم ہوتا
کے علاوہ دوسری تشریح جبریل زربی GabrieleZerbi (۱۵۰۲) کی ہے جس
سے کہ یہ نوٹ لئے جاسکتے ہیں ۔ (یا پھر یہ بھی کسی عربی کتاب کے لاطینی ترجمہ کے ذریعہ لکھے گئے ہیں)
اس لاطینی کتاب کا ترجمہ درج ذیل ہے ۔

قلب کی تشریح : قلب سینہ کے درمیان واقع ہے ۔ صنوبر کے پھل سے مشابہ ہے ۔ ایک طرف سے چوڑا، دوسری طرف سے تنگ ۔ تنگ حصہ میں گوشت سخت ہے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسے کسی چیز سے چھوا جائے تو آسانی سے اسے نقصان نہیں پہنچے گا ۔ چوڑے حصہ میں بہت سے ریشے ہیں بعض لمبوترے اور بعض آڑے جو ان کے انقباض وانبساط کی وجہ سے ہیں۔ ان کے علاوہ ترچھے ریشے ہیں جو اس کے وقفہ وسکون کے لئے ہیں ۔ اس پر ایک پتلی جھلی ہے جسے غلاف القلب کہتے ہیں، اور جو قلب کے قاعدے سے جڑی ہوئی ہے یہ قلب کے بچاؤ کے لئے ہے ۔ بعض اوقات اس جھلی میں پانی جیسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ جو بعد میں پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور جب وہ پھٹتا ہے تو قلب تک کو متاثر کرتا ہے ۔ اور فوری موت واقع ہو جاتی ہے اس کے علاوہ چار فتحات ہیں ۔ دو دائیں جانب اور دو بائیں جانب ۔ اور خود قلب کے درمیان دو بطن ہیں ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ۔ ان دونوں کے درمیان ایک راستہ ہے جہاں سے خون دائیں طرف سے بائیں طرف کو پہنچتا ہے ۔ دائیں بطن کے خون میں کچھ مواد شامل ہوتے ہیں اور بائیں طرف پہنچ کر یہ خون شریانی ہو جاتا ہے اور روح پر مشتمل ہوتا ہے دائیں جانب کے ایک فتحہ سے ایک بڑی ورید مسلسل ہوتی ہے ۔ اس کے ذریعہ خون جگر سے قلب میں آتا ہے ۔ اس پر تین صمامات ہیں جو خون کو اندر لینے کے لئے کھل جاتے ہیں اور پھر بند ہو جاتے ہیں تاکہ خون واپس نہ جاسکے اسی طرح ایک گوشت کی طرح کا حصہ ہے جسے قلب کا اذن کہتے ہیں ۔ یہ پھیلتا اور سکڑتا رہتا ہے ۔ جب یہ سکڑتا ہے تو وہ تین صمامات سکڑ جاتے ہیں اور بند ہو جاتے ہیں ۔ دوسرے فتحہ میں سے دوسری ورید باہر جاتی ہے جس کے ذریعہ سے

رقیق خون پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا مستقل ایک دورہ ہوتا ہے۔ اس میں بھی تین صمامات ہیں اور وہ کھلتے ہیں تاکہ خون پھیپھڑوں میں جا سکے اور بند ہو جاتے ہیں تاکہ خون واپس دل میں نہ آسکے۔ اسی طرح ہم ان فتحات کے متعلق کہہ سکتے ہیں جو بائیں جانب ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ایک سے ایک بڑی شریان نکلتی ہے، جس کے ذریعہ سے خون اور روح باہر آتی ہے اور سارے جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس پر تین صمامات ہیں۔ وہ بھی اسی طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں جس طرح کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ دوسرے فتحہ سے ایک دوسری شریان وریدی باہر آتی ہے اور ایک مسلسل دورہ ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہوا آتی ہے جو صاف کرتی ہے اور قلب کو زندگی بخشتی ہے۔ اس پر صرف ایک صمام ہے جو تمام حصّہ کے لئے بند ہوتا ہے اور کھلتا ہے۔ اس طرف بھی ایک چیز لحم کی قسم سے ہے جسے قلب کا اذن کہتے ہیں اور یہ ویسا ہی کام کرتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔"

قلب کی شکل صنوبر کے پھل کی طرح بیان کی گئی ہے۔ یہی تشبیہ ابن سینا اور جالینوس نے بھی دی ہے۔ اس کے بعد مصنّف نے قلب کی ساخت اور قلب کے عضلات پر گفتگو کی ہے۔ یہ قلمی نوٹ کا خصوصی حصّہ ہے۔ اور یہ کافی جدید انداز کا معلوم ہوتا ہے۔ اپنے تاریخی ارتقاء میں تشریح اور خاص طور پر مرضیاتی تشریح نے عضلات قلب میں تاخیر سے دلچسپی لی اور مصنّفین کا تجسس زیادہ تر غلاف القلب اور صمامات پر مرکوز رہا۔

رازی پہلا شخص ہے جس نے عصب راجع حنجری کی حنجری شاخ - Laryngeal Branch of the Recurent Laryngeal Nerve کو معلوم کیا۔ اس نے یہ بھی واضح کیا کہ بعض اوقات دائیں جانب یہ دو کی تعداد میں بھی ہوتی ہیں[1]۔
اس نے سب سے پہلے عضلہ ہدبیہ (Ciliary Body) کے افعال

1۔ تاریخ عرب۔ موسیو سیدیو۔ صفحہ ۲۲۲

وظائف پر روشنی ڈالی۔ اور روشنی و تاریکی میں تپی کے سکڑنے اور پھیلنے کے عمل کو بیان کیا۔
تنقیح المناظر میں امام بن ہیثم کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رازی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ "ثقبۂ عنبیہ کو تنگ و کشادہ کرنے کے لئے ایک بہت ہی چھوٹا عضلہ ہے جو اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ ثقبہ کی ضرورت کے مطابق نگرانی کرتا ہے۔ تاکہ آنکھ کو پوری پوری روشنی مل سکے[1]"

رازی نے تپی کے سکڑنے اور پھیلنے سے متعلق ایک رسالہ "رسالۃ فی العلۃ التی من اجلہا تضیق النواظر فی النور وتتسع فی الظلمۃ" بھی تصنیف کیا تھا، جو اب ناپید ہے۔

دسویں صدی ۔ علی بن عباس مجوسی

علی بن عباس مجوسی (Liber Regius کامل الصناعۃ (کتاب الملکی
کی وہ معرکۃ الآرا اور جلیل المرتبت تصنیف ہے کہ ابن سینا جیسے دوسروں کے علم و فضل کا کم اعتراف کرنے والے شخص نے اس کے لئے اپنے کو یہ کہنے پر مجبور پایا کہ "اگر کامل الصناعت پہلے میری نظر سے گذری ہوتی تو مجھے قانون لکھنے کی ضرورت نہیں تھی"۔

اس کا دوسرا اور تیسرا مقالہ علم تشریح پر ہے۔ پہلے مقالہ میں سولہ اور دوسرے میں ۳۷ ابواب ہیں۔ ڈاکٹر پی۔ ڈی کوننگ (P. D. Koning) نے اپنی کتاب (Trois Troites D Anatomie Arabes) میں اس تشریحی حصہ کو فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ کتاب لیڈن سے ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی ہے۔ اور یہ دونوں مقالے اس کے صفحہ ۹۰ سے صفحہ ۴۳۱ تک ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں مشہور جرمن فاضل Gretschischeff جرمنی میں ترجمہ کرکے اس تشریحی حصہ کو برلن

۱۔ تنقیح المناظر۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۴۷

سے شائع کر چکا تھا۔

اپنے تشریحی حصہ کے اعتبار سے بقول الگوڈ الملکی قانون ابن سینا سے زیادہ قدر کی مستحق ہے۔ قسطنطین افریقی نے الملکی کے تشریحی حصہ کا جو ترجمہ کیا ہے اور جسے اس نے لاطینی دنیا کو Pantegni کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے، وہ تشریح کی ارتقائی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے[1]

عروق شعری نظام (Capillary Circulation) کی تحقیق کا سہرا علی بن عباس مجوسی کے سر ہے[2]

براؤن نے عروق شعری نظام کے متعلق کتاب الملکی سے پوری متعلقہ عبارت نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب اربین میڈیسین میں لکھا ہے کہ اس کے یہاں ہمیں اس کا بہت نکھرا ہوا ابتدائی اور بنیادی تصور ملتا ہے[3]

اکثر مشرحین نے شریان کے دو طبقات بیان کئے ہیں۔ لیکن علی عباس نے بتلایا کہ شریان کی دیواریں تین طبقات سے مل کر بنتی ہیں۔ تیسرا طبقہ چونکہ بہت باریک ہوتا ہے، اس لئے وہ دوسرے سے آسانی سے ممتاز نہیں کیا جا سکتا۔ قلب کی انقباضی و انبساطی حالت پر بھی اس نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

صاحب کامل کے ذاتی اضافات میں یہ بھی ہے کہ اس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ ولادت کے وقت بچہ خود بخود بطن مادر سے باہر نہیں آتا بلکہ رحم کے عضلات کا انقباض اس کو باہر خارج کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ یہ صدیوں پرانے نظریہ کی تردید تھی جو صاحب

۱۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۲۸

۲۔ آؤٹ لائن آف اے ہسٹری آف بریٹش ٹو میڈیسین۔ صفحہ ۱۳۲

۳۔ اربین میڈیسین۔ براؤن۔ صفحہ ۱۲۴

کامل کے قلم سے انجام پائی[1] مشہور طبی مورخ نیوبرگر نے لکھا ہے کہ ولادت کے وقت رحم کے فعل پر زور دے کر اس نے بچے کے خود بخود باہر آنے کے بقراطی خیال کی مخالفت کی[2]

ابوسہل مسیحی

شیخ الرئیس بو علی سینا کا استاد ابوسہل مسیحی متوفی ۴۵۲ھ عربی طب کا ایک بہت اہم نمائندہ ہے۔ اس کی کتاب مئۃ مسیحی بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ یہ ابھی تک قلمی صورت میں مختلف کتب خانوں کی زینت تھی۔ حال ہی میں ۱۹۶۳ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا تیسرا اور چوتھا مقالہ فن تشریح اور پانچواں مقالہ منافع الاعضا پر مشتمل ہے۔ قلب کی ساخت اور اس کی کیواڑیوں سے متعلق اس کا بیان قابل تعریف ہے۔

ابوسہل مسیحی نے بتایا کہ معدہ کے مقابلہ میں آنتوں میں انجذاب غذا کا عمل زیادہ ہوتا ہے۔ اس نے اور ابن سینا نے یہ بھی بتایا کہ انہضام کا عمل منہ سے شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں غذا پر مختلف ہاضم رطوبات اپنا عمل کرتی ہیں۔ ابوسہل نے رطوبت معدی کا بھی تفصیلی بیان لکھا ہے[3]

ابوالقاسم زہراوی

سب سے بڑا عرب سرجن اور ماہر تشریح ابوالقاسم زہراوی جس کی معلومات پر یورپ کی جدید سرجری کی عمارت تعمیر ہوئی اور جس کی عظمت کا پوری فراخدلی کے ساتھ یورپ نے

۱۔ ہسٹری آف عربس۔ ہٹی۔ صفحہ ۳۶۷ اور اسٹروڈ کشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل صفحہ ۶۷۷

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۳۸۷

۳۔ اسٹڈیز ان اسلک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر۔ صفحہ XVI

اعتراف کیا ہے۔

الزہراوی میں سرجری کی بڑی بیش قیمت معلومات بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کے ابتدائی باب تشریح پر مشتمل ہیں۔ علم تشریح کی مکمل واقفیت کے بغیر اس کے لئے بہت مشکل تھا کہ فن جراحت میں وہ اتنا کمال حاصل کر سکتا۔ اس نے اپنی کتاب کے شروع میں خود اس کی ہدایت کی ہے کہ فن جراحت کے طالب علم کے لئے تشریح سے واقفیت انتہائی ضروری ہے۔

گیارہویں صدی ۔ ابن ہیثم

مشہور طبیبیاتی ماہر ابن ہیثم ۹۶۵۔۱۰۳۰ء (ابن حزن) علم البصر میں اپنے منافع الاعضائی مطالعوں کی وجہ سے ہمیشہ یاد رہنے والی شخصیت ہے[1] کتاب المناظر اس موضوع پر اس کی بڑی اہم کتاب ہے۔

اس کتاب کا سب سے شاندار باب "آنکھ" پر ہے۔ جس میں آنکھ کے مختلف حصوں کی تشریح کی گئی ہے۔ اس باب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے: "آنکھ چہرے پر بصارت کا آلہ ہے۔ جس کی مدد سے خارجی چیزیں انسان کو نظر آتی ہیں آنکھ کا بیرونی طبق ایک دبیز پردے کی صورت میں ہوتا ہے، جسے صلبیہ Sclera کہتے ہیں۔ اس پردے کے سامنے کا حصہ شفاف ہوتا ہے، جسے قرنیہ Cornea کا نام دیا گیا ہے۔ صلبیہ کے اندر ایک جھلی چڑھی ہوتی ہے۔ جو مشیمیہ Choroid کہلاتی ہے۔ اس کے سامنے کے حصہ کو جو حسب ضرورت پھیلتا یا سکڑتا رہتا ہے عنبیہ Iris کہتے ہیں۔ عنبیہ کے پیچھے آنکھ کا عدسہ Lens پایا جاتا ہے۔ عدسہ کی سیدھ میں آنکھ کی پچھلی طرف اس کا تیسرا پردہ موجود ہوتا ہے جسے شبکیہ Retina کہتے ہیں۔ شبکیہ کے ساتھ عصب بصارت ملحق ہوتا

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس ۔ اوّل صفحہ ۶۹۹

ہے۔ قرنیہ اور عدسہ کے درمیان ایک رطوبت بھری ہوتی ہے۔ جو رطوبت مائیہ A quous Humour کہلاتی ہے۔ اسی طرح عدسہ اور صلبیہ کے درمیان ایک اور رطوبت موجود ہوتی ہے، جسے رطوبت زجاجیہ Vitreous Humour کہتے ہیں"۔

ابن ہیثم نے آنکھ کی جو تشریح دی ہے وہ موجودہ زمانہ کی تحقیقات کے مطابق بالکل صحیح اور مکمل ہے۔ آنکھ کے مختلف حصّوں کے لاطینی نام جو آج کل انگریزی کی طبیعیات کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں، بیشتر ان ناموں کے لفظی تراجم ہیں جنہیں ابن ہیثم نے اپنی عربی کی "کتاب المناظر" میں استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر آنکھ کے لینز Lens کا جب ابن ہیثم نے مشاہدہ کیا تو اس کی سطح دونوں طرف سے ابھری ہوئی ہونے کے باعث مسور کے دانے کے مشابہ تھی۔ چونکہ مسور کو عربی زبان میں "عدس" کہتے ہیں، اس لئے ابن ہیثم نے اس کا نام "عدسہ" رکھ دیا۔ جب ازمنہ وسطیٰ میں کتاب المناظر کا ترجمہ لاطینی میں ہوا تو چونکہ مسور کو لاطینی میں لنٹِل Lentil کہتے ہیں۔ اس لئے جس طرح مسور کے عربی مترادف عدس سے ابن ہیثم نے عدسہ کی اصلاح وضع کرلی تھی اسی طرح مسور کے لاطینی مترادف سے کتاب المناظر کے مترجموں نے Lens کی اصطلاح بنالی۔ آج یہ اصطلاح ہر خاص وعام کی زبان پہ ہے۔ مگر ان میں سے بہت کم اس بات سے واقف ہیں کہ یہ ایک مسلم نامور سائنسداں ابن ہیثم کی وضع کردہ اصطلاح کا لاطینی چربہ ہے۔[1]

پہلے عدسہ کو منفذ چشم کے وسط میں خیال کیا گیا تھا اور شبکیہ کے بجائے اسے بصارت کے سلسلہ میں بڑی اہمیت دی گئی تھی۔ ابن ہیثم پہلا شخص ہے جس نے حصول بصارت کے مقام کی حیثیت سے شبکیہ کا تعین کیا۔

ابن سینا

دنیائے طب کی سب سے اثر انداز اور چھائی ہوئی شخصیت ابن سینا Avicenna (۹۸۰ — ۱۰۳۷) ہے جسے مغرب میں Prince of Physician اور مشرق میں

۱۔ نامور مسلم سائنس داں۔ صفحہ ۲۴۳ و ۲۴۴

آیتہ من آیات اللہ ۔ حجۃ الحق علی الخلق ۔ افضل المتاخرین، خاتم اطباء عرب اور شیخ الرئیس جیسے معزز القاب سے یاد کیا جاتا ہے ۔ عقیدت و احترام کے موتی اس کے لئے ٹپکے پڑتے ہیں ۔ اور اس کی علمی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی کسی طبی مسئلہ میں ۱
اس کی رائے سے اختلاف بعض جبینوں پر شکنیں ڈال دیتی ہے ۔ اس کی کتاب القانون کو جو مقبولیت حاصل ہے اس میں دنیا کے بہت کم مصنفین اس کے شریک ہیں ۔ یہ طب یونانی کی سب سے مستند اور معیاری کتاب سمجھی گئی ہے اور اسے وقار و سند کا آخری درجہ حاصل ہے ۔

دس لاکھ الفاظ اور پانچ جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے حصہ اول کی پانچویں تعلیم تشریح سے متعلق ہے ۔ جس میں پانچ جملے ہیں اور ہر جملہ میں متعدد فصلیں شامل ہیں اور اس میں تمام اعضاء کی تشریح بیان کی گئی ہے ۔

قانون کے معالجاتی حصہ میں بھی موجودہ طرز کے مطابق اس نے ہر مرض کے بیان کے شروع میں متعلقہ عضو کی تشریح بیان کی ہے ۔ یہ بالکل جدید طریقہ سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن ۱
ابن سینا نے اسے ایک ہزار برس پہلے اپنایا تھا ۔

آنکھ کو حرکت دینے والے چھ عضلات پر ابن سینا نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔ اسی طرح اس نے آنکھ کے طبقات کو بھی بیان کیا ہے ۔ باب Portal کے بارے میں یونانیوں نے بالکل نہیں لکھا ہے ۔ اسی طرح ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے یونانی تعلیمات کے برخلاف یہ بتایا کہ سخت انسجہ Hard Tissue مثلاً ہڈی میں بھی سوجن اور ورم قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور وہ ورم اور سلعہ کی پیدائش کا مقام بن سکتی ہے[2] چنانچہ وہ قانون میں کہتا ہے "اور کبھی ورم جیسی صورت ہڈیوں میں پیدا ہو جاتی ہے جس سے ۱
اس کا حجم بڑھ جاتا ہے اور اس کی رطوبت زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ جب غذا کو قبول کر کے بڑھ سکتی ہے تو کم دوسرے مادوں کو بھی قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے"[۲]

---

۱ ۔ آؤٹ لائن آف اریبک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسن، صفحہ ۱۳۲

۲ ۔ قانون ابن سینا ۔ اول ۔ صفحہ ۶۷ ۔ مطبوعہ مصر

رازی کی کتاب الحاوی، علی بن عباس کی کتاب الملکی اور شیخ الرئیس کی کتاب القانون کے وہ حصے جو علم تشریح سے متعلق ہیں انہیں ڈاکٹر پی۔ ڈی کوننگ Dr.P.D.Koning نے اصل عربی متن کے ساتھ فرانسیسی میں ترجمہ کرکے ایک کتابی شکل میں مرتب کیا ہے[1]۔ تہران یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین صدیقی نے بھی رسالہ تشریح الاعضاء ابن سینا کے نام سے تصحیح و شرح کے ساتھ فارسی میں ابن سینا کی تشریح کو شائع کیا ہے۔

جبرئیل بن عبید اللہ

خاندان بختیشوع کا ممتاز فرد جبرئیل بن عبید اللہ بن بختیشوع متوفی ۱۰۰۶ء نے عضد الدولہ کی بارگاہ سے وابستہ ہونے کے بعد اس کے لئے آنکھ کے عضلات اور اعصاب پر ایک کتاب تصنیف کی[2]۔

ابن ابی صادق

ابن ابی صادق جو عبید اللہ بن جبرئیل کا ہم عصر تھا اور کچھ دن ابن سینا کی شاگردی میں بھی رہ چکا تھا، تشخیصی مہارت اور تصنیفی صلاحیت کی وجہ سے ایک ممتاز شخص ہے۔ لیکن اس کی خاص شہرت ایک ماہر تشریح کی حیثیت سے ہے۔ اس کی بعض تشریحی تحریرات باقی ہیں۔ اس کی بہت مشہور تصنیف جالینوس کی منافع الاعضاء کی شرح ہے، جسے اس نے ۱۰۶۶ء میں مکمل کیا تھا۔ اور جس کا ایک تشریحی نصابی کتاب کی حیثیت سے بہت سال بعد تک مطالعہ کیا جاتا رہا[3]۔

علی بن عیسیٰ

علی بن عیسیٰ گیارہویں صدی کے پہلے نصف میں بغداد میں بہت مشہور ہوا ہے۔

۱۔ اربین میڈیسین کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۸۱ و ۸۲ اور ارمین میڈیسین۔ براؤن صفحہ ۴۷

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ الگوڈ۔ صفحہ ۱۳۳

۳۔ " " " " " ۲۱۴

اس کی کتاب تذکرۃ الکحالین امراض عین پر ان قدیم ترین عربی کتابوں میں ہے جس کا اصل عربی متن پورے طور پر موجود ہے۔ اس کتاب کا کچھ حصہ قدیم معلومات کی روشنی میں ہے۔ اور کچھ ذاتی تجربات پر مشتمل ہے۔ اس میں بہت تفصیل اور وسعت کے ساتھ تمام مباحث سے گفتگو کی گئی ہے۔ اور یہ پہلی کتاب ہے جس میں آنکھ کی تشریح اور منافع الاعضاء بیان کی گئی ہے[1] اس کی پہلی جلد تشریح و منافع الاعضاء پر مشتمل ہے۔ ۱۴۹۹ء میں اس کا لاطینی ترجمہ ہوا تھا۔ پھر ۱۸۴۵ء میں HILLE نے اس کا دوسرا لاطینی ترجمہ کیا جو ڈرسڈن Dresden سے شائع ہوا۔ امیر عارف ارسلان نے اس کے تشریحی حصہ کو علیحدہ سے فرانسیسی زبان میں ۱۹۰۲ء میں ترجمہ کرکے شائع کیا۔ اور ۱۹۰۴ء میں ہرشبرگ (Hirschbery) اور لیپرٹ (Lippert) نے اس کا ترجمہ جرمنی میں کیا جو لیپزگ سے شائع ہوا۔

عبیداللہ بن جبرئیل

عبیداللہ بن جبرئیل متوفی ۱۰۸۵ء نے امیر نصیر الدولہ کے لئے طبائع الحیوان و خواصہا و منافع اعضائہا تصنیف کی اس کی دوسری کتاب[2] کتاب التواصل الی حفظ التناسل بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسمٰعیل جرجانی

گیارہویں صدی کے وسط کی ایک بہت اہم کتاب ذخیرہ خوارزم شاہی ہے جو سید اسمٰعیل جرجانی (متوفی ۱۰۶۶ اور ۱۰۷۷ کے درمیان) کی تصنیف ہے اور جسے انہوں نے خوارزم شاہ کے لئے تصنیف کیا تھا۔ فارسی زبان کی یہ ضخیم کتاب دو جلدوں پر

۱۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ اوّل۔ صفحہ ۷۳۱
۲۔ طبقات الاطباء۔ اوّل۔ صفحہ ۱۴۸

مشتمل ہے اور اس کے حصہ اوّل کی دو بحثیں تشریح سے تعلق رکھتی ہیں۔
سید اسمٰعیل جرجانی ابن ابی صادق کا شاگرد ہے اور اس طرح اس کا رشتہ ایک واسطے سے ابن سینا سے جا ملتا ہے۔

جرجانی نے بیان کیا کہ حیوان کا قلب موت کے فوراً بعد علیحدہ کرنے پر صدر کے باہر مسلسل تھوڑی دیر تک انقباضی و انبساطی حرکت کرتا رہتا ہے۔ اس تجرباتی حقیقت سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ قلب میں زندگی کی ایک علیحدہ قوت FACULTY ہے، اور اسی استدلال کی بنیاد پر شرائن کے لئے بھی اس نے یہ قوت تسلیم کی۔ "قلب کی حرکت کا شریانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ تمام شرائن کی حرکت قلب کی حرکت کے برابر ہے نہ اس سے تیز اور نہ اس سے سست یہ اس لئے کہ شریانیں قلب کی شاخیں ہیں اور اس سے نکل کر پھیلتی ہیں۔ لیکن جب کسی عضو میں زخم، پھوڑے اور دوسری وجہ سے پیپ پڑ جاتی ہے تو زخم یا پھوڑے کے آس پاس کی شریانیں قلب اور دوسری جگہ کی شریانوں کی حرکت کے مقابلہ میں زیادہ تیزی اور سرعت سے حرکت کرتی ہیں۔ ایسا اس عضو کی موجودہ حالت کی بناء پر ہوتا ہے۔ مگر وہ شریانیں جو دوسرے اعضاء میں ہیں اور جن کی حالت قلب جیسی ہے ان کی حرکت قلب کی حرکت کے مطابق ہوتی ہے جس کی کہ وہ خدمتگار اور مطیع ہیں۔ اگر شریانیں خود اپنی قوت کے ذریعہ متحرک نہیں ہو سکتیں تو ایک متاثر عضو کی شریانوں کی تڑپ بقیہ دوسری جگہوں کی شریانوں کی تڑپ سے مختلف نہیں ہونا چاہیئے۔ ان شریانوں کی زیادہ تیز اور زیادہ کثرت سے حرکت سے ہم یقینی طور پر سمجھتے ہیں کہ ان شریانوں کی حرکت خود ان کی ذاتی ہے۔"

اس دلیل کی بنیاد پر جرجانی نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ شریانوں میں مد و جزر خون کی وجہ سے ہوتا ہے۔ "قلب اور شرائن کا انقباض جو معائنہ کرنے والی انگلیوں کو محسوس ہوتا ہے وہ خون کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی بنیاد پر نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض لوگوں نے اصرار کیا ہے، بلکہ قلب کے دھونکنی کی طرح عمل کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں کہ وہ قلبی انبساط کے دوران پھیپھڑے سے ہوا کھینچتا ہے۔

اور انقباض کے دوران تمام جسم میں پھیلاتا ہے۔[1]"

درحقیقت اسی تعلیم کی وجہ سے جس کی رو سے کہ شرائین کا اصل فعل تمام جسم میں ہوا لے جانا سمجھا گیا تھا۔ دوران خون کبیرہ کی دریافت میں تاخیر ہوئی۔ وہ اس کی دریافت میں کیسے ناکام رہے اسے سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ متعدد مقامات پر شرائین اور اوردہ کے باہمی ربط پر بھی وہ یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ علی عباس لکھتا ہے

"تمہیں جاننا چاہیئے کہ انبساط کے دوران وہ عروق ضاربہ (شرائین) جو قلب سے قریب ہیں وہ خلاء کے دباؤ کی وجہ سے ہوا اور ہوا آمیز خون قلب سے کھینچتی ہیں۔ کیوں کہ انقباض کے دوران وہ خون اور ہوا سے خالی ہو جاتی ہیں لیکن انبساط کے دوران خون اور ہوا بیرونی فضاء سے جب کہ وہ قلب اور جلد کے درمیانی مقام میں ہوتی ہیں۔ عروق غیر ضاربہ (اوردہ) سے نہایت رقیق اور لطیف خون کھینچنے کی خصوصیت رکھتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ عروق غیر ضاربہ میں مسامات ہوتے ہیں جس سے کہ وہ عروق ضاربہ سے اتصال رکھتی ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی شریان کٹتی ہے تو وہ تمام خون بھی جو وریدوں میں ہوتا ہے خارج ہو جاتا ہے۔"

اس کے کافی عرصہ بعد مشہور طبیب غیاث الدین لکھتا ہے۔

"اس عرقِ (یعنی شریان سباتی باطن کے دماغ کے اندر والے حصہ کی) کی اختتامی شاخیں ان وریدوں سے باہمی اتصال کرتی ہیں جو دماغ میں داخل ہوتی ہیں۔ اور پھر دونوں کے منہ ایک دوسرے سے مسلسل ہو جاتے ہیں۔[2]"

۱۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۲۷

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۲۸

غیاث الدین محمد سبزواری پندرھویں صدی کا مصنف ہے۔ یہ اصفہان کا رہنے والا تھا۔ اس کی کتاب "مرآۃ الصحت" ۱۴۹۰ء میں مکمل ہوئی جسے اس نے سلطان بایزید ثانی کے نام معنون کیا تھا۔

ابوالبرکات بغدادی

ابوالبرکات ہبتہ اللہ (۱۰۷۴-۱۱۰۲ء) جو اپنے نام کے ساتھ ذی العبر صاحب المعتبر بڑے شوق سے لکھتا تھا "معتبر" جیسی بلندپایہ کتاب کے علاوہ "المغنی" اور "خلق الانسان" کا بھی مصنف ہے "خلق الانسان" میں اس نے جسمانی اعضاء کے افعال اور پیدائش کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ اسے بھی ان کتابوں کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے جنہوں نے اس موضوع سے متعلق عام ذہن کو بنانے میں حصہ لیا ہے۔

بارہویں صدی ۔ ابن زہر

مشہور اندلسی طبیب ابن زہر (Avenzoar) (۱۰۹۱ یا ۱۰۹۴-۱۱۶۱ء) کو یہ عزت حاصل ہے کہ اس نے ہڈیوں کے احساس پر بحث کی ہے اور "صائت الجرب" خارش کے کیڑوں کو بیان کیا ہے لیکن اب یہ تحقیق سامنے آگئی ہے کہ خارش کے کیڑوں کی دریافت کا سہرا دسویں صدی کے نصف آخر کے احمد طبری کے سر ہے جنہوں نے اپنی کتاب المعالجات الطبری (معالجات بقراطیہ) میں ابن زہر سے پہلے اس کو بیان کیا ہے۔[1]

ابن زہر نے پہلی مرتبہ اپنی کتاب میں حقنہ غذائیہ کے علاوہ ورم غلاف القلب (Pericarditis) کا ذکر کیا ہے۔ بعض لوگوں نے ورم غلاف القلب کے بجائے ورم بطانتہ القلب (Endocarditis) کو لکھا ہے جسے سب سے پہلے ابن زہر نے بیان کیا ہے۔

ابن رشد

ابن رشد (۱۱۲۶-۱۱۹۸ء) کا اہم طبی کارنامہ اس کی قاموس "الکلیات فی الطب"

۱۔ معالجات بقراطیہ قلمی نسخہ کا فوٹو کتب خانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ الباب السابع فی الجرب من المقالتہ السادسہ صفحہ ۲۹۰ ــ آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسن صفحہ ۹۷ ــ ہسٹری آف عربس صفحہ ۵۷۸

ہے، جس میں اس نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ چیچک زندگی میں ایک بار سے زیادہ نہیں نکلتی۔ اس کتاب میں آنکھ کے پردہ شبکیہ Retina کی بہترین تشریح کی گئی ہے[1]

ابن میمون

ابن میمون (۱۱۳۵-۱۲۰۴ء) نے ختنہ کے طریقہ کی اصلاح کی۔ بواسیر کا سبب قبض کو قرار دیتے ہوئے اس کے لئے ترکاریوں پر مشتمل ہلکی غذا تجویز کی۔ حفظان صحت کے سلسلہ میں اس کے نظریات بہت بلند ہیں۔ "اصول فی الطب" اس کی مشہور کتاب ہے[2]

نجیب الدین سمرقندی

بارہویں صدی کا عالی مرتبت طبیب ہے۔ ابن ابی اصیبعہ کے مطابق یہ فخر الدین رازی خطیب الری (۱۱۴۹-۱۲۰۹ء) کا ہم عصر تھا۔ تاتاریوں نے ہرات فتح کر کے جب قتل عام مچایا تو یہ بھی شہید ہو گیا[3]۔ اس کی کتاب اسباب علامات بڑی مقبول ہوئی اور اس کی شرح جو "شرح اسباب" کے نام سے مشہور ہے۔ درس کی کتاب ہے۔ اس کی دوسری طبی کتابوں کے علاوہ تشریح عین پر بھی اس کا ایک رسالہ ہے۔

ابن ہبل

ابن ہبل (م ۱۲۱۳ء) نے چار جلدوں میں مختارات تصنیف کی۔ اس کے پہلے حصہ کی ۳۵ فصلیں تشریح سے متعلق ہیں۔

یہ کتاب ۱۹۴۳ء میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔

۱۔ ہسٹری آف عربس۔ ہٹی۔ صفحہ ۳۸۲

۲۔ ″ ″ ″ ″ ۳۸۵

۳۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء۔ دوم۔ صفحہ ۳۱

تیرہویں صدی ــ عبداللطیف بغدادی

عرب ماہرین تشریح میں عبداللطیف بغدادی (۱۱۶۲-۱۲۳۱ء) کا درجہ سب سے بلند ہے۔ اس نے فک اسفل اور عظم عجز کے سلسلہ میں جالینوس کے بیان کی تصحیح کی۔ جالینوس نے فک اسفل کو دو علیحدہ ہڈیوں سے مرکب خیال کیا تھا، جو ایک دوسرے سے جڑی رہتی ہیں۔ لیکن عبداللطیف نے انسانی کھوپری پر مشہور تحقیقات کے نتیجہ میں اس کے ایک ہڈی ہونے کی اطلاع دی[1] اسی طرح جالینوس نے عظم عجز کو چھ ہڈیوں سے مرکب بیان کیا تھا لیکن اس کے مشاہدہ میں عظم عجز کے ایسے نمونے آئے جن میں صرف ایک ہڈی تھی[2]

امین اے خیر اللہ اس کی تفصیل میں لکھتا ہے: "مشہور عرب طبیب عبداللطیف بغدادی جس نے عراق، شام اور مصر کی سیاحت کی، اپنی کتاب سفرنامہ مصر میں ایک چھوٹی پہاڑی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ وہاں انسانی ڈھانچوں کا ایک پشتہ تھا جن کی تعداد بیس ہزار یا اس سے زیادہ ہی ہوگی۔ ان ڈھانچوں میں بعض پرانے اور فرسودہ تھے۔ اور بہت سے مقابلتہً تازہ اور اچھی حالت میں تھے۔ ان ہزاروں ڈھانچوں کے معائنہ کے بعد اس نے لکھا: "کچھ اطباء نے تشریح سے متعلق سوالات سمجھنے میں دقت محسوس کی ہے اس لئے کہ انہیں کتابوں میں پڑھنے کے سوا عملی حیثیت سے کبھی کچھ دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ ہم نے خوب اچھی طرح مشاہدہ کے بعد ان سے اعلیٰ معلومات حاصل کی ہیں جن کو کہ محض کتابوں کے مطالعہ سے معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جالینوس کا وقار ہمارے نزدیک اس وقت اور بڑھ گیا جب ہم نے بچشم خود انہیں قابل اعتبار پایا۔ جالینوس نے خیال کیا تھا کہ فک اسفل دو ہڈیوں پر مشتمل ہے جو ایک درز کے ذریعہ باہم ملی رہتی ہیں۔ ہم نے دو ہزار

۱۔ لگیسی آف اسلام۔ صفحہ ۳۳۸

۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ صفحہ ۳۷۶

سے زیادہ ہڈیوں کا امتحان کیا مگر کوئی ہڈی ایسی نہیں ملی جو دو ہڈیوں پر مشتمل ہو۔ یہ درحقیقت بغیر کسی درز کے صرف ایک ہڈی ہے[1]

اسی طرح اس نے بتایا کہ عظم عجز بھی ایک ہڈی ہے نہ کہ چھ۔ لیکن اس کے ملاحظہ میں ایک ایسا ڈھانچہ بھی آیا جو چھ ہڈیوں پر مشتمل تھا۔ غالباً وہ کسی بچہ کا تھا[2] (عجز عام طور پر پانچ مہروں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ لیکن بعض استثنائی صورتوں میں اس میں چھ مہرے بھی ہوتے ہیں۔)

عبداللطیف بغدادی کے اس سفرنامہ کا نام کتاب الافادۃ والاعتبار فی الامور المشاہدۃ والحوادث المعاینۃ بارض مصر ہے۔ ۱۷۸۹ء میں H. E. G. Paulus نے عربی میں اسے مدون کیا دوبارہ Josesp White نے لاطینی میں اس کا ترجمہ کیا۔ جو آکسفورڈ سے ۱۸۰۰ء میں شائع ہوا S. F. Gunther نے اس کا جرمنی میں اور Silvestra De Sacy نے فرانسیسی (پیرس ۱۸۱۰ء) میں اس کا ترجمہ کیا[3]

اس ماہر تشریح نے حیوانی، نباتی اور دوسرے علوم کی کتابوں کے علاوہ اختصار کتاب الجنین۔ اختصار کتاب منافع الاعضاء لجالینوس۔ اختصار کتاب المنی۔ اختصار کتاب الصوت۔ اختصار کتاب آلات التنفس۔ اختصار کتاب العضل۔ کتاب فی آلات النفس وافعالہا چھ مقالوں میں۔ کتاب الکفایۃ فی التشریح اور مقالہ فی التنفس والصوت والکلام تصنیف کیں[4]

۱۔ آؤٹ لائن آف اریک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین۔ صفحہ ۱۳۲
۲۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ دوم۔ صفحہ ۵۹۹
۳۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ۶۰۰
۴۔ طبقات الاطباء۔ دوم۔ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۲

شرف الدین بن رحبی

شرف الدین بن رحبی (۱۱۸۷ – ۱۲۶۸ء) اپنے زمانہ کا نہایت فاضل اور یگانہ روزگار تھا۔ طب میں اس کی متعدد کتابیں ہیں۔ یہ عبداللطیف بغدادی کا شاگرد تھا۔ اس کی تشریح کی کتاب فی خلق الانسان وہیئۃ اعضائہ ومنفعتہا کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ اس کے مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے[1]

ابن القف

مشہور جراحی کتاب العمدۃ فی الجراحۃ کا مصنف امین الدولہ حکیم ابوالفرج یعقوب ابن القف متوفی ۱۲۸۶ء علم تشریح کی تاریخ میں ایک نہ بھولنے والا نام ہے یہ کتاب دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی ہے حصّہ اوّل کا دوسرا اور تیسرا مقالہ علم تشریح پر ہے۔ دوسرے مقالہ میں ۲۴ فصلیں اور ۸۰ صفحے اور تیسرے مقالہ میں ۲۳ فصلیں اور ۴۰ صفحے ہیں۔

ابن نفیس

مشرق کا علاء الدین علی بن ابی الحزم قرشی (۱۲۱۰ء – ۸ ستمبر ۱۲۸۸ء) جسے مغربی دنیا ابن نفیس کے نام سے جانتی ہے۔ تیرہویں صدی کے پہلے نصف کا یگانہ عصر شخص ہے۔ یہ ایک زبردست مشاہدہ نگار اور ہر چیز کا بغور مطالعہ کرنے والا تھا۔ اس کی تشریحی کتابوں میں شرح تشریح جالینوس اور شرح تشریح ابن سینا ہیں۔

عروق دمویہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے اس نے پہلی مرتبہ ریوی دوران خون کا نظریہ پیش کیا۔ اور سروطیس سے تین سو سال پہلے یہ انکشاف کیا کہ پھیپھڑوں میں خون ہوا سے ملتا ہے۔

۱۔ طبقات الاطباء۔ دوم۔ صفحہ ۲۰۱

آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین کا تعارف کراتے ہوئے اس کے دیباچے میں Dr. Allen O, Whipple نے دورہ ریویہ کی اوّلیت کا شرف ابن نفیس کو عطا کیا ہے[۱]

فزیالوجی کے مشہور مصنف اسٹارلنگ نے بھی اس تحقیق کو ابن نفیس کا کارنامہ قرار دیا ہے[۲]

مانچسٹر یونیورسٹی کے ڈاکٹر جے بلیتھم نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ دوران خون کے جدید نظریہ کی ابتدا کا شرف ہاروے کو نہیں بلکہ تیرہویں صدی کے عرب طبیب ابن نفیس کو حاصل ہے[۳] ۹ رجون ۱۹۵۷ء کے لندن ٹائمز کی سنڈے اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ اسٹیٹسمین کلکتہ نے بھی اپنی ۱۱ رجون کی اشاعت میں اسے شائع کیا ہے

ہٹی لکھتا ہے۔ "ابوالحسن علی ابن نفیس جس نے دمشق میں تعلیم حاصل کی اور یہیں ۱۲۸۸ء یا ۱۲۸۹ء میں وفات پائی۔ اس نے پرتگیزی سرویٹس سے جسے ریوی دوران خون کی دریافت کی عزت عطا کی جاتی ہے، تین سو سال پہلے اپنی کتاب تشریح القانون میں ریوی دوران خون کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے"[۴]

میجر لکھتا ہے: "ابن سینا کی تشریح کی شرح میں ابن نفیس نے سرویٹس یا کولمبو سے تقریباً دو سو سال پیشتر دوران خون ریوی یا اصغر کو بیان کیا ہے"[۵]

ابن نفیس نے جالینوس اور ابن سینا کی عالمانہ شرحیں لکھتے ہوئے کہا کہ اس کا مذہب اسے انسانی ڈسیکشن سے روکتا ہے۔ تاہم اس نے یہ ظاہر کیا کہ خون قلب کے

۱۔ آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین۔ صفحہ ۱۶

۲۔ اسٹارلنگ پرنسپلس آف ہیومن فزیالوجی۔ آٹھواں ایڈیشن ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۷۴

۳۔ اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر۔ صفحہ ۱۵

۴۔ ہسٹری آف عربس۔ ہٹی۔ صفحہ ۶۸۵

۵۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر۔ اوّل۔ صفحہ ۲۴۷

دائیں جانب سے بائیں جانب دیوار قلب کے غیر مرئی مسامات کے ذریعہ نہیں جاتا بلکہ پھیپھڑوں کے ذریعہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ قلب کی دیوار ٹھوس ہے، اور وہاں نہ کوئی مرئی راستہ ہے اور نہ غیر مرئی جو خون کے بہاؤ کا باعث ہوسکے جیسا کہ جالینوس اور ابن سینا دونوں نے خیال کیا تھا۔[۱]

الگوڈ لکھتا ہے: یہ ابن نفیس تھا جس نے ان دونوں غلطیوں کی تردید کی، اور یورپ سے تین سو سال پہلے دوران خون ریوی یا اصغر کو معلوم کیا۔[۲]

مشرق و مغرب میں اس تحقیق کی دھوم اور بہت زیادہ اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ اب تک نظریہ دوران خون کا محقق ہاروے کو قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن اس سے تین سو سال قبل ابن نفیس کی تحقیق کے آشکارا ہونے نے ہاروے کے سر سے عزت کا یہ تاج اتار لیا۔ مشرق کے ان خوشہ چینیوں نے جہاں بہت سے نظریات اور علمی مسائل کو اپنا تحقیقی کارنامہ قرار دے رکھا ہے ان میں ایک یہ نظریہ بھی تھا جس کے بارے میں غلط فہمی بہت عام رہی اور جس کی تحقیق و دریافت اب سے کافی پہلے کی جاچکی تھی۔

قرشی نے قلب کی کیواڑیوں کے متعلق بھی بالکل صحیح معلومات دی ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ قلب سے چار عروق نکلتی ہیں۔ (ایک اجوف، دوسرے ورید شریانی، تیسرے شریان وریدی اور چوتھے اورطی) ان میں شریان پر دو جھلیاں یعنی Valves ہوتے ہیں اور باقی تینوں میں سے ہر ایک میں تین جھلیاں ہوتی ہیں ــــ بعد میں آگے چل کر اوردہ کے Valves کے متعلق Fabricius نے ۱۵۷۹ء میں ایک عام جلسہ میں انکشاف کیا۔[۳]

قرشی ابن نفیس نے یہ بھی واضح کیا کہ کھانا جسمانی حرارت کے قیام کے لئے ایندھن

۱۔ ہسٹری آف میڈیسن ـ پائنٹر وکیلے ـ صفحہ ۲۵

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا ـ صفحہ ۳۲۵

۳۔ CUNNINGHAM'S MANUAL OF PRACTICAL ANATOMY — 1948

کا کام کرتا ہے۔ جدید منافع الاعضائی نظریات سے اس مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو گئی ہے۔

اپنے دوسرے علمی موضوعات کے علاوہ ابن نفیس نے جالینوس اور ابن سینا کی تشریحی تصانیف کا خاص طور پر مطالعہ کیا۔ اور موجز القانون pitome of the Canon میں انہیں بیان کیا۔ یہ ایک اعلیٰ تصنیف تھی جو جلد ہی ساری طبی دنیا میں مشہور ہو گئی اور درس میں شامل ہوئی۔ اس کی شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور علامہ برہان الدین نفیس کی کلیات ہے۔

کمال الدین فارسی

۱۳۲۰ء میں علم المناظر کے مشہور فاضل علامہ کمال الدین فارسی نے ابن ہثیم کے نظریات کو آگے بڑھایا اور اپنی کتاب تنقیح المناظر کی بنیاد ابن ہثیم کی کتاب المناظر پر رکھی۔ ۹۸۵ صفحات پر مشتمل ان کی یہ ضخیم کتاب بڑے سائز کی دو جلدوں میں دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ۱۳۴۷ - ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے حصہ اوّل کی پانچویں چھٹی اور ساتویں فصلوں کا تعلق آنکھ کی تشریح و منافع سے ہے اور یہ تفصیلات صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۱۴۵ تک ۹۱ صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آنکھ کی تشریح کے اعتبار سے اس کا مطالعہ بہت دلچسپ ہے۔

چودھویں صدی ــــ منصور بن محمد

پروفیسر براؤن نے منصور بن محمد کی کتاب التشریح کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ جس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خوبصورت تشریحی ڈرائنگ گرامیوں سے بھی آراستہ ہے۔ یہ کتاب ۱۳۹۶ء میں لکھی گئی تھی۔ ڈاکٹر کرل سڈہاف Karl Sudhoff کو ان تشریحی تصویروں اور خاکوں نے بہت متاثر کیا۔ انہوں نے انڈیا آفس لائبریری لندن کے ایک قلمی نسخہ کی مدد سے ان تشریحی تصاویر کو اپنی کتاب Studien

---

۱۔ اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر۔ صفحہ ۱۶

Zur Geschichteler Medizin میں شائع کیا ہے۔ جولپزگ سے ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے ان تشریحی تصویروں کو زمانہ گذشتہ کی ان تشریحی ترقیات کا نمائندہ قرار دیا ہے جن کا سلسلہ اسکندریہ کے دارالعلوم سے ملتا ہے۔ براؤن نے لکھا ہے۔ ابھی حال ہی میں مجھے اس کتاب کے دو قلمی نسخے ملے ہیں جن کی بعض تصاویر کے درمیان فرق پایا جاتا ہے اور اس فرق میں دلچسپی کے بہت سے سامان نکل سکتے ہیں۔[1]

یہ کتاب جو امیر زادہ پیر محمد بہادر خاں کے نام معنون کی گئی ہے۔ یہ دراصل بغیر کسی نام کے تھی۔ بعد میں لوگوں نے اسے "تشریح بالتصویر" کہنے پر اتفاق کیا۔ تشریحی تصاویر جو اس سے قبل کسی ابتدائی تصنیف میں موجود نہیں ہیں اس کی وجہ دراصل اسلام کی ایک دوہری ممانعت ہے جس کے تحت انسانی جسم کی شبیہ بنانے سے روکا گیا ہے۔ منگول زمانہ میں اس قسم کی نافرمانیوں کو کم قابل اعتراض سمجھا جانے لگا تھا۔ مگر اس کی اولیت کے متعلق الگوڈ لکھتا ہے کہ "آیا یہ سب سے ابتدائی تشریحی رسالہ ہے یہ بات میرے لئے غیر یقینی ہے۔ سینٹ پیٹرس برگ (St Petersburg) میں ایک مخطوطہ بنام کتاب "در علم تشریح" ہے یا تھا۔ اس کا مصنف اسمٰعیل بن حسین جرجانی ہے۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ وہ کہیں سید اسمٰعیل جرجانی کی کتاب ذخیرہ خوارزم شاہی کا محض خلاصہ نہ ہو۔ برٹش میوزیم میں بھی ابوالمجد البیضاوی کی ایک کتاب "مختصر در علم تشریح" ہے۔ اور صرف یہی ایک اس تصنیف کا معروف نسخہ ہے، یہ نامکمل ہے اور اس کی تاریخ تصنیف بدستور مشتبہ ہے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ ۱۲۸۸ء کے بعد لکھی گئی ہے کیونکہ مصنف ابن نفیس کا حوالہ اکثر دیتا نظر آتا ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے، اور تشریح منصوری سے کسی قدر زیادہ مکمل ہے، لیکن اس میں تصاویر نہیں ہیں۔[2]

تشریح منصوری میں عظام سمانیہ اور عظم لامی کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ہڈیوں کی مجموعی

۱۔ عربین میڈیسن۔ براؤن۔ صفحہ ۹۳

۲۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۳۳

تعداد ۲۴۸ بیان کی گئی ہے۔ اور یہی وہ تعداد ہے جو تودعہ نے بیان کی تھی اور اسے عام طور سے روایتی طور پر مسلم ماہرین تشریح نے قبول کیا تھا۔ بعد میں یہ تعداد ایک سوالیہ صورت اختیار کر گئی اور غیاث الدین اصفہانی نے اپنی کتاب مراۃ الصحت میں تحریر کیا کہ یہ کہنا غیر یقینی ہے کہ کھوپڑی کتنی ہڈیوں کا مجموعہ ہے اور حوض عانہ کتنی ہڈیوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے ۲۴۸ کی یہ تعداد محض روایتی ہے۔ اور علمی طور پر صحیح نہیں ہے۔ مشہور فارسی شاعر شیخ سعدی نے ہڈیوں کی تعداد ۳۰۰ بیان کی ہے۔ لیکن یہ تعداد واقعی یا حرف بہ حرف نہیں ہے۔ بلکہ اس عدد سے ہڈیوں کو کثیر تعداد میں بتانا مقصود ہے جو ان کے مصرعہ میں موزوں ہو گیا ہے۔

اس کتاب میں نظام اعصاب کی تشریح مجموعی طور سے عمدہ طریقہ پر بیان کی گئی ہے۔ اس میں غلطیاں بھی ہیں۔ لیکن صرف بعد کے ماہرین ان کی تصحیح کرنے پر قادر ہو سکے۔ منصور نے سات دماغی اعصاب بیان کئے۔ بعد کے تشریح دانوں نے اس تعداد کو بارہ تک بڑھایا۔ مزید براں اس نے خیط انتہائی (Filum Terminale) کو ایک علیحدہ عصب خیال کیا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ نخاعی اعصاب کے ۳۱ جوڑے ہیں۔ اور ایک مزید اس شمار کے علاوہ ہے۔ اس کتاب کا تیسرا باب عضلات پر ہے جو پوری کتاب میں سب سے کم قابل اطمینان ہے۔ اکثر عضلات اس کے زمانہ تک بغیر نام کے تھے۔ منصور نے عضلات کی ساخت کی موٹی تشریح پر اکتفا کیا ہے۔ عضلات کی قسمیں اور ان کی تعداد اتنی ہی بیان کی گئی ہے جتنی کہ ظاہری آنکھ سے نظر آتی ہے۔ عضلات کی تعداد کا مسئلہ عرب ماہرین تشریح کے یہاں ہمیشہ ایک مشکل مقام رہا۔ جالینوس جس کی توضیحات پر انہوں نے بہت زیادہ اعتماد کیا، اس کی مختلف کتابوں میں خود بھی تناقض پایا جاتا ہے۔ کتاب الملکی میں علی بن عباس نے ان کی تعداد ۵۵۴ اور ابن سینا نے قانون میں ۵۷۰ بیان کی ہے۔ ابن ابی اصیبعہ جالینوس پر اپنے مشہور تبصرہ میں اس مشکل پر بلا تکلف دست کشی اختیار کرتے ہوئے لکھتا ہے "ذاتی طور پر میں ان بیانات میں تطبیق و توافق نہیں پیدا کر سکتا جنہیں جالینوس نے عضلات کی تعداد سے متعلق اپنی

مختلف کتابوں میں لکھا ہے[1]

تشریح منصوری کا پانچواں باب شرائین اور اس کی شاخوں پر ہے۔ بغداد اسکول میں عام طور پر یہ خیال کیا گیا تھا کہ شرائن اگرچہ تھوڑے خون پر مشتمل ہوتی ہیں لیکن ان کا خاص کام ہوا اور روح حیوانی کو لے جانا ہے۔ شرائن کی ضربان کو قلب کی ضربان پر منحصر سمجھا گیا تھا۔ یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ جدا کیا ہوا قلب خود اپنے قدرتی اعمال کے باقاعدہ تواتر RHYTHM کی وجہ سے حرکت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جرجانی اسے زیادہ وضاحت سے بیان کر چکا تھا۔

پندرہویں صدی ــــ برہان الدین نفیس

علامہ برہان الدین نفیس بن عوض بن حکیم کرمانی متوفی ۱۴۳۸ء جو علامہ قرشی المعروف ابن نفیس کے موجز القانون اور علامہ نجیب الدین سمرقندی کی اسباب وعلامات کے شارح ہیں اور جن کی دونوں شرحوں کلیات نفیسی اور شرح اسباب وعلامات کو طبی دنیا میں غیر معمولی قبولیت حاصل ہوئی۔ ان کے حالات زندگی کا تاریخ سے پتہ نہیں چلتا، شرح اسباب کے دیباچہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۸۲۷ھ یعنی ۱۴۲۳ء میں وہ سمرقند میں تھے اور انہوں نے اپنی کتاب شرح اسباب شاہ وقت کی خدمت میں پیش کی تھی۔

ورید کی ساخت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ ورید یعنی الیاف، بساطی الیاف اور اس غشا سے مرکب ہوتی ہے جو اس کو باہر سے لپیٹے ہوئے ہے۔[2]

ان ماہرین تشریح و مصنفین کے علاوہ عربی دور میں تشریح پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں مشہور معلم مصنف اور مترجم ابراہیم بن بکس کی کتاب التشریح[3]

۱۔　اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۳۳۷
۲۔　کلیات نفیسی۔ صفحہ ۲۳۵
۳۔　لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ صفحہ ۱۶۱

علوم عقلیہ ونقلیہ کے زبردست فاضل امام فخرالدین رازی المعروف ابن خطیب الری (۱۱۴۹ء - ۱۲۰۹ء) کی نامکمل کتاب "کتاب التشریح من الرأس الی الحلق"[1] تذکرہ اولوالالباب کے مصنف داؤد انطاکی کا "رسالہ فی تشریح العظام"[2] ابوالخیر حسن بن سوار (۳۶۰ھ - ۴۸۹ھ) کی چار مقالوں میں کتاب "فی خلق الانسان وترکیب اعضائہ"[3] ابن سینا کے ہم عصر ابوالفرج بن الطیب کی تفسیر "کتاب التشریح الصغیر لجالینوس" اور شرح کتاب منافع الاعضاء لجالینوس[4] وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء، دوم، صفحہ ۳۰

۲۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں سبحان اللہ خاں کلکشن میں موجود ہے

۳۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء، اول، صفحہ ۲۴۳

۴۔ " " " " " " ۲۴۱

چھٹا باب

طب یونانی یورپ میں

اس دور میں جب اسلامی مشرق طب یونانی کو ایک قالب نو دے کر بڑی شان و منزلت سے معراج کمال کو پہنچا رہا تھا، یورپ میں علمی نقطہ نظر سے چارلس سینگر کے بقول طب کی یہ حالت تھی "علم الابدان اور علم الاعضاء ختم ہو چکے تھے، انذار مرض کی اہمیت ایک بازیچہ اطفال بنی ہوئی تھی، علم نباتات محض ادویہ کی فہرست کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا، جاہلانہ تصورات کا غلبہ تھا۔ طب تعویذ، گنڈا اور جھاڑ پھونک کا مجموعہ تھی اور علوم کی حیات لافانی کا سرچشمہ خشک ہو گیا تھا۔"

اور جب علم وفن کی عظیم روایات قائم کرنے کے بعد اسلامی سلطنت کی بنیادیں کمزور ہونی شروع ہوئیں، اور لاطینی ترجموں کی راہ عربی علوم یورپ پہنچنا شروع ہوئے تو یورپ کی اس بے مایہ اور راہبوں کے ہاتھوں تباہ طب کو علمی رنگ و روپ کے ساتھ نکھرنے کا موقع ملا۔

تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ یہ عربوں کے ہی علوم تھے جو یورپ میں نشاط الثانیہ کے نہ صرف محرک ہوئے بلکہ اس کا مغز اور غذا بن گئے۔

یورپ پر طبی اثرات

چنانچہ گیارہویں صدی ہی سے باقاعدہ عربی علوم اور ان کے ساتھ عربی طب و تشریح منتقل ہونا شروع ہوئی، اور قرون وسطیٰ کی تاریک اور غیر علمی فضا میں عربی کتابوں

کے لاطینی ترجمے ہوئے اور ہر شعبے میں ان سے استفادہ کیا گیا، اور انہوں نے جو غزلت مرتب کئے ان کے انداز ے میں دیر نہیں لگتی۔ "علم تشریح کو زندگی ملی، جراحی پر بہتر کتابیں حاصل ہوئیں، امراض نسواں اور علم القابلہ نے جو دائیوں کے ہاتھوں پڑے ہوئے تھے با قاعدہ شکل اختیار کی۔ علم تشخیص اور امراض چشم ناواقف لوگوں کے ہاتھ سے نکل کر پڑھے لکھے اطباء کے زیر اثر آ گئے۔"

تمام مستند تاریخوں میں ان لاطینی ترجمہ نگاروں کی خدمات کا بڑی تفصیل سے اعتراف کیا گیا ہے۔ انہی کے نتیجے میں طب یونانی یا طب عربی یورپ میں عام ہوئی اور وہاں طبی علوم کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ انتقال علوم کی اس داستان کو میکس مائر ہاف نے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "دور جدید اور طب" میں دوسرے ماخذ کے ساتھ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

بارہویں صدی کے بعد بولوگنا، پیڈوا، ماؤنٹ پیلیر اور پیرس وغیرہ میں مختلف کالج قائم ہوئے، جہاں اسلامی خلفاء کے عہد میں بغداد اور بازنطینی اسکندریہ کے رائج طریقے پر تعلیم کا طرز اختیار کیا گیا، اور متقدمین کی کتابوں کے لاطینی ترجمے نصاب میں شامل کئے گئے۔ اور آہستہ آہستہ یورپ طبی لحاظ سے آراستہ ہوتا گیا۔

یہاں تک کہ پندرہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے اس نے طبی حیثیت سے علیحدہ بنادیں قائم کرنی شروع کیں۔ اور عربی اثرات آہستہ آہستہ ختم ہونے لگے، لیکن پھر بھی ۱۵۲۰ء میں ویانا میں ۱۵۸۸ء میں فرینک فرٹ میں ابن سینا کے قانون اور رازی کی المنصوری کے اقتباسات طب کی نصابی کتابوں میں داخل رہے۔ ڈونلڈ کیمبل لکھتا ہے "یورپ کی یونیورسٹیوں میں مانٹ پیلیر اور لووین میں تقریباً ۱۶۵۰ء تک ابن سینا کا قانون نصاب میں شامل رہا[1]" اور عربی فارماکولوجی انیسویں صدی تک برقرار رہی۔

۱۔ اریبین میڈیسن۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۷۹

ولیم آسلر لکھتا ہے :- "عربی اثرات محسوس کئے جانے کے لائق ہیں ، ۱۴۶۷ء میں رازی کی المنصوری پر خاص لکچر دیئے گئے ، اور فراری کی لائبریری کے کیٹلاگ میں آدھی سے زیادہ عرب مصنفین کی طب یونانی کی کتابیں تھیں ۔ فراری کی ٹیکسٹ بک جو ۱۴۷۱ء میں شائع ہوئی اس میں بہت زیادہ قابل لحاظ اثرات کا ثبوت موجود ہے اور اس میں تین ہزار مرتبہ ابن سینا ، ایک ہزار مرتبہ رازی اور جالینوس اور ایک سو چالیس مرتبہ بقراط کے حوالے پیش کئے گئے ہیں[1]"

مغربی طب کو اس کا پوری طرح اعتراف ہے کہ تمام اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سب عربی معلومات ہی کا نتیجہ ہے ۔ چارلس ایل ڈینا لکھتا ہے :- "بقراط کے اقوال ، جالینوس کے تحلیقی سرمایہ اور ابن سینا کے قانون پر میڈیکل تعلیم کی بنیاد یا قائم کی گئیں[2] سر تھامس آرنلڈ بھی مغربی طب پر ابن سینا کے اثرات کا بڑا قائل ہے[3] ڈاکٹر ڈونلڈ کیمبل نے ابن سینا کی نسبت اسی قسم کے خیال کا اظہار کرتے ہوئے اس کی تفسیروں کو مغربی اسکالرس کے لئے بنیاد قرار دیا ہے[4]

یورپ پر جراحی اثرات

طب کے ساتھ ہی جراحت کی معلومات کے لئے بھی مغرب عربی طب کا احسانمند ہے ۔ "عربیوں نے اس وقت سرجری اور سرجن کا وقار بلند کیا ، جب یورپ میں سرجن کو ایک قصاب اور نیم حکیم کی حیثیت سے دیکھا جاتا تھا ۔ اور سرجری کو ایک حقیر اور کمتر درجہ کے پیشہ کی حیثیت حاصل تھی اس زمانہ میں جب پوپ کے شاہی فرمان مغربی

۱۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین ۔ صفحہ ۱۱۰

۲۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری ۔ صفحہ ۵۵

۳۔ لیگیسی آف اسلام ۔ صفحہ ۳۲۹

۴۔ ابوعلی ابن سینا ۔ ڈاکٹر تاج الدین ۔ صفحہ ۱۹

معالجوں کی بے مثال بلاغتوں پر کنٹرول کے لئے ضروری تھے، اور اُس زمانہ میں جب یورپ کی یونیورسٹیاں سرجری کو ایک حقیر پیشہ کی نگاہ سے دیکھتی تھیں، عرب اطباء وزارتوں کے عہدوں پر فائز تھے اور خلفاء کے قریبی و معتبر دوست اور مشیر بنے ہوئے تھے[1]"

ڈونلڈ کیمبل لکھتا ہے۔ "ابوالقاسم زہراوی ۱۱۲۲ء اور ابن رشد ۱۱۹۸ء نے طب اور سرجری کی ترقی کی بنیادیں رکھیں۔ اور مغربی طب پران کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مغربی اسکالرس میں نہ صرف راجر بیکن (۱۲۱۴ - ۱۲۹۴ء) اور گوتے ڈی شولیک (۱۳۰۰ - ۱۳۶۸ء) نے ان کی معلومات سے انتہائی فائدہ اٹھایا[2] بلکہ جان چیننگ لیوسین لکلارک، سائمن اور دوسرے بہت سوں نے بھی فن سرجری کے سلسلہ میں انہی تصانیف کو اپنی بنیاد بنایا[3]"

الگوڈ کا کہنا ہے۔ "یورپ میں سرجری کی بنیاد کے قیام میں زہراوی کی کتاب التصریف کا خاص حصہ ہے[4]"

زہراوی کی سرجری کی یہ کتاب کئی صدیوں تک یورپ میں داخل نصاب رہی۔ جیرارڈ آف کریمونا نے بارہویں صدی میں اس کا لاطینی میں ترجمہ کیا، زہراوی کے پرکشش اور سلیس انداز بیان کا یورپ پر یہ اثر ہوا کہ پانچ سو سال تک اصول فن کی حیثیت سے مغربی طب پر اس کا اقتدار قائم رہا، اور اس نے مسیحی یورپ میں سرجری کی عظمت و وقار کو بلند کیا۔ اس نے لکھا ہے۔ "علم جراحت کا شعبہ جبر و کسر عظام، جاہل اور غیر تربیت یافتہ افراد کے ہاتھوں پہنچ گیا ہے جس کی وجہ سے ان کا مرتبہ گر گیا ہے[5]" مغربی ماہرین سرجری نے

---

۱. اریک کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین۔ صفحہ ۱۰۱

۲. اربین میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۴۲

۳. " " " " " ۹۰

۴. لگیسی آف اسلام۔ صفحہ ۳۳۱

۵. اربین میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۸۸

زہراوی سے فن سرجری میں استفادہ کیا، اور وہاں کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں وہ شریک رہی، اس سلسلہ میں اٹلی کا نام خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے جانے کے قابل ہے[1]

یورپ پر تشریحی اثرات

طب اور جراحت ہی کی طرح علم تشریح نے بھی مغربی طب پر اپنے نقوش ثبت کئے اور مغرب کے تشریحی ماہروں نے طب یونانی کی تشریحی معلومات سے پورا فائدہ اٹھایا۔

یورپ پر تشریح کے اثرات چارلس سنگر کے اس بیان سے واضح ہوتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے "قسطنطین کے بعد عربی تشریحی اور دوسری اصطلاحات جن میں سے بعض ہمارے اپنے زمانہ تک باقی ہیں، وہ ترقی کرتے ہوئے بالکل ملکی ہو گئی ہیں"[2]

مینٹلے Mantle of Saliceto (وفات ۱۲۷۷ء) ازمنۂ وسطیٰ کے ماہرین تشریح کا پیش رو، جس کی جانشینی کے فرائض بولوگنا کے منڈنیس نے انجام دیئے۔ مینٹلے اور منڈنیس دونوں نے لاش کا ڈسیکشن کیا، اور تشریح پر اوریجنل کتابیں تصنیف کیں یورپ کے ان تشریحی ماہروں کی تحریریں جنہوں نے جدید تشریح کی ابتدائی زمین ہموار کی ذیل کی عربی اصطلاحات سے متاثر تھیں۔

گوئے ڈی چانلیک Guy De Chanliac (وفات ۱۳۶۸ء) نے جب مینٹلے اور منڈنیس کی اختراعات کو اپنایا تو اس نے رازی اور ابن سینا کی تشریحی اصطلاحات کا آزادانہ طور پر استعمال کیا۔ ان کی تحریریں عربی اصطلاحات کے عام وقوع کی شہادت دیتی نظر آتی ہیں۔ جیسے Mery مری۔ یا Sumac سماق۔ Myrach مراق۔ Shiphac صفاق اور Zirbus ذغیرہ[3] —— Leonardo-

---

۱۔ اربین میڈیسین۔ کیمبل۔ صفحہ ۱۳۱

۲۔ سائنڈ لائنشن آن دی ہسٹری آف میڈیسین۔ صفحہ ۴۶

۳۔ اربین میڈیسین۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۱۷۶

Da Bertopaglia (وفات ۱۴۶۴ء) اور Leonardo Da Vinci (وفات 1519ء) نے پندرہویں صدی کے آخر میں تشریحی ڈسکشن کیا۔ اور یہ دونوں ابن سینا اور جالینوس کے محرم تھے۔ ان میں سے اوّل الذکر اپنی غیر مطبوعہ زاد کتاب "CHIRURGIA" میں ابن سینا کے 'قانون' کو آزادانہ استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح موخرالذکر کی کتاب "تشریحی منافع الاعضاء" کا زیادہ تر حصہ جالینوس، ابن سینا، منڈنیس اور بنیڈیٹا کی تشریحی تصانیف کا عکس ہے۔ اس کے مخطوطات ونڈسر میں محفوظ ہیں۔ ان میں قرون وسطی کی عربی اصطلاحات Mery مری سے Shiphac صفاق اور Myrach مراق استعمال کی گئی ہیں[1]

جدید تشریح میں بہت سے قدیم الفاظ بالکل اصل صورت میں لے گئے ہیں، اور بعض کا ترجمہ کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ کچھ الفاظ کی فہرست درج ذیل ہے۔

اصل الفاظ		ترجمہ شدہ الفاظ	
اخرم	Acromion	بطن	Ventricle
قولن	Colon	اذن	Auricle
اپی دودمس	Epididmys	مستقیم	Rectum
دیافرغما	Diaphragm	ام غلیظ	Duramater
بانقراس	Pancreas	ام رقیق	Piamater
باسلیق	Basilic	اثنا عشری	Duodenum
قیفال	Cephalic	صائم	Jejunum
اورطی	Aorta	شبکیہ	Retina
صافن	Saphen	صلبیہ	Sclera
مانجیس	Meninges	زورقی	Navicular

۱۔ ارینن میڈیسن۔ کیمبل۔ اوّل۔ صفحہ ۱۷۸

قرنیہ	Cornea	حجری	Petrous
طروخانطیر	Trochanter	حلمی	Mastoid
قرن	Coin	کرسی	Pisiform
		زائد غرابیہ	Coracoid Process
باریطون / فاراطنیس	Peritoneum	قمع	Infundibulum

اور پانچ سو سال تک یورپ میں طب یونانی اس شان وکمال کے ساتھ حکومت کرتی رہی کہ اس کے سلسلہ میں کسی قابل لحاظ تبدیلی کی ضرورت نہیں پیش آئی۔

طب مغربی ایک علیحدہ نظام کی حیثیت سے

سترہویں صدی کے آخر میں طب یونانی اور طب مغربی کے درمیان فرق ہونا شروع ہوا۔ اور یہی وہ دَور ہے جب سائنس ترقی کر رہی ہے اور تجزیاتی طور پر کر رہی ہے اور سائنس کے اثرات جب علوم پر حاوی ہونے لگے تو طب جس کا زیادہ تر تعلق انسانی نفسیات، بدنی ساخت، رطوبات، مزاج اور کیفیات سے تھا، آہستہ آہستہ سائنس کے زیر اثر آنے لگی۔ اس طرح مغربی طب دھیرے دھیرے میکانکی بنتی گئی اور اس کا نفسیاتی اور روحانی جزء کم ہوتا گیا۔ اس کے مقابلہ میں طب یونانی نے جو انہی صدیوں میں یورپ کی طرح ہندوستان میں آکر ہندوستانی معاشرہ اور مزاج میں بس گئی تھی اپنی ساری کہنگی کے باوصف نفسیاتی اور روحانی عنصر اور کیفیات اربعہ کے نظریئے کو بطور بنیاد برقرار رکھا، اور اس کے بعد دونوں طبیں بنیادی طور پر نمایاں حیثیت میں مختلف ہوتی چلی گئیں

سائنس سے ربط رکھنے میں مغربی طب توازن و اعتدال کی صحت مند کیفیت باقی نہیں رکھ سکی، اور یہ سوچنا اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ حیات انسانی کے نقطۂ نظر سے یہ انداز کس حد تک مفید ہے اور طب میں خالص سائنسی مطالعہ کی کثرت کہاں تک اس کے لئے مناسب ہو سکتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ طب کو نہ پورے طور پر آرٹ کہا جا سکتا ہے اور نہ سائنس، اس میں

جہاں کچھ چیزیں آرٹ سے متعلق ہیں، وہاں اس کے بعض مسائل کا تعلق سائنس سے بھی ہے۔ لیکن مغربی طب نے اس کی ایک حیثیت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، اور انسان کو محض ایک مشین اور کیمیاوی مرکب سمجھ کر اسے طبیعیاتی اور کیمیاوی معملوں کے حوالے کر دیا ہے جس سے ایک معالج کے لئے ضروری دوسری چیزوں کی اہمیت نہ صرف کم ہو کر ہی رہ گئی ہے، بلکہ طب کے حقیقی مقصد کے حصول میں بھی کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔

سائنس سے متاثر ہو کر انسانی بدن کی پیمائش یا اس کی اکائیوں میں تقسیم کبھی صحیح نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ یورپ میں بھی ایلوپیتھی کی موجودہ صورت حال اور اس پر سائنس کی غیر ضروری اجارہ داری کو اب محسوس کیا جانے لگا ہے۔

ڈاکٹر او سی گرونر D: O C. Gruner اس جانب توجہ کراتے ہوئے لکھتا ہے "نظریہ ٹامس جس کی بنیاد ارسطو کے فلسفہ پر ہے اور جس کی معقولیت کی ہر زمانہ میں قدر ہوتی رہی۔ ٹامس ان الفاظ میں اس کی وضاحت کرتا ہے" انسان کا وجود ایک مادی جسم ہے جس میں روح کی کارفرمائی شامل ہے اور یہ دونوں چیزیں جسم و روح مل کر انسانی ہستی قائم کرتی ہیں۔" ٹامس کے الفاظ میں نہ روح سوچنے کا کام کرتی ہے اور نہ جسم کھانے کا۔ یہ دونوں کام جو کرتا ہے وہ روح و جسم کا مجموعہ ایک شے واحد یعنی انسان ہے۔"

اور یہی نظریہ طب یونانی کی اساس و بنیاد ہے۔ ٹامس کے اس نظریہ کی روشنی میں مختلف احشاء کے طبعی وظائف اور مختلف بدنی رطوبات کے اثرات اور اعضاء جسم کے دوسرے خصوصی امتحانات جو کیمیائی لیبوریٹریز میں ہوتے رہتے ہیں، اور ریاضی کے مختلف مسائل کی طرح جسم انسانی کے اسرار کو حل کرنے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں، اور جنہیں بڑے یقین کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے، کہاں تک حق ثابت ہو سکتی ہیں؟ اور ان سے کتنے صحیح نتائج اخذ ہو سکتے ہیں کیا یہ ممکن نہیں، اور یہ ایک نمایاں حقیقت بھی ہے کہ تمام بدنی رطوبتیں اور احشاء جسم میں الگ الگ فعل انجام نہیں دیتے، بلکہ وہ ایک دوسرے کے افعال پر منحصر ہوتے ہیں، اور ان سے کے مخصوص اندازمیں آپس کے تعلق اور ملنے سے مجموعہ مرکب میں خواص ظاہر ہوتے ہیں۔ جو کے انفرادی حالت میں کیمیائی اور طبیعیاتی امتحان سے کامیابی نہیں حاصل کی جا سکتی۔

طب یونانی ایک نظری اور سائنسی فن ضرور ہے، لیکن اس میں ان حقیقتوں کو جن کا انسانی نفسیات، رطوبات، مزاج اور شخصیت سے گہرا اور براہ راست تعلق ہے نظر انداز نہیں کیا جاتا اور نہ اس میں سائنس کی ان تفصیلات میں پڑا جاتا جن کی فن طب کو بہت زیادہ ضرورت نہیں اور نہ عملی طور پر ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہاں امراض کے سلسلہ میں بدنی عمل اور نفسیاتی اثرات کے تناسب کو بھی خاص طور پر محسوس کئے جانے کی ضرورت ہے۔

اور اسی لئے سائنسی اور ابتدا میں ایک ہونے کے باوجود دونوں طبیں ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ خصوصیات کی حامل ہوگئی ہیں۔ یعنی ان کا اختلاف محض ایک شارح، ارتقائی تقاضوں یا جدید اضافات کی وجہ سے نہیں، بلکہ اصول و کلیات اور نظریات و اعمال میں بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف راہوں کی وجہ سے ہے۔ طب مغربی نے طب یونانی سے یقیناً انتہائی اثرات قبول کئے۔ اس کے ہر ہر شعبے پر اس کے نقش قائم ہیں۔ اس کے فیضان سے بلاشبہ اسے زندگی ملی ہے۔ اور اس کا تاریخی رشتہ کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بہت جلد اپنی بنیادیں بدلتے ہوئے مغربی طب، طب یونانی سے منقطع ہوئی اور ایک بالکل مختلف نظام طب کے ساتھ سامنے آئی۔ اور یہ کہنا کہ "ایلوپیتھی طب یونانی کی ترقی یافتہ شکل کا نام ہے" درحقیقت ایک زبردست مغالطہ، طب یونانی کے وقار کو متاثر کرنے کی ایک کوشش اور واقعات و حقائق سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ہے۔ جس میں بدقسمتی سے بعض اطباء بھی مبتلا ہیں۔

ساتواں باب

طب یونانی کا ہندی دور

ادھر طب یونانی یونان و روم، عرب و ایران اور مغرب میں اپنی مہتم بالشان روایات قائم کرنے کے بعد افق ہندوستان سے طلوع ہوئی۔ اور اپنی گذشتہ تاریخ کی طرح یہاں اسے خوب پروان چڑھنے اور ارتقائی منازل طے کرنے کے مواقع حاصل ہوئے۔

مسلمانوں کے ذریعہ ایران کے واسطے سے طب ہندوستان پہنچی۔ اور ہندوستانی معاشرہ میں بہت جلد اس نے اپنے لئے جگہ بنالی۔ اور اس کے اثرات اتنے سرایت ہوئے کہ ماضی قریب میں مسلسل سعی و کوشش کے باوجود اس کو مٹانے کی ساری صورتیں ناکام رہیں۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے اس نے ہندی طب کے بہترین اجزاء جذب کئے۔ اور آج یہ خالص ملکی اور دیسی طب ہے۔ جس نے ایک ہزار برس کی طویل مدت کے بعد ہندوستان کی آب و ہوا، ملکی خصوصیات، جغرافیائی حالات اور مزاج و طبیعت کے مطابق اپنے کو بالکل ڈھال لیا ہے۔ اور جس میں اصل اور بنیادی اصولوں کی روشنی میں یونان و عرب کے مقابلہ میں بہت کچھ تغیرات اور اضافات ہو چکے ہیں۔

گیارہویں صدی بلکہ اس سے کچھ پہلے سے طب یونانی کی تاریخ کی کڑیاں ہندوستان سے مل جاتی ہیں۔ اور عربی دور ختم ہونے کے فوراً بعد طب یونانی کے ہندی دور کا آغاز

ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کی طبی تاریخ ابھی مرتب نہیں کی جا سکی ہے۔ یہ ایک بہت اہم اور تشنہ موضوع ہے ایسی صورت میں تاریخی تسلسل کے ساتھ طب کے محض ایک شعبہ علم تشریح پر روشنی ڈالنا اور اس موضوع پر یہاں کیے گئے کام کو ظاہر کرنا مشکل ہے۔

لیکن ایک حقیقت کے طور پر یہ بات پوری طرح سامنے آتی ہے کہ بنیادی مضمون کی حیثیت سے علم تشریح کی اہمیت یہاں ہمیشہ برقرار رہی اور طبی نصاب میں ایک لازمی اور مستقل مضمون کے طور پر اس نے ہمیشہ جگہ پائی۔

بھوہ بن خواص خاں

سلطان سکندر لودھی کے عہد میں اس کے سرکاری طبیب بھوہ بن خواص خاں نے ۹۱۸ھ میں حکماء ہند کی کتابوں کی مدد سے معدن الشفاء سکندر شاہی لکھی۔ اس کا دوسرا باب اعضاء کی تشریح پر ہے۔ جس میں لا فصلیں ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۹۴ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے۔ میرے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے۔

محمود بن مسعود شیرازی

محمود بن مسعود شیرازی جو مغلیہ عہد کا نامور طبیب ہے اس نے دو جلدوں میں شرح تشریح القانون سپرد قلم کی۔ قانون کی تشریح کی شرح اس سے زیادہ تفصیل سے کسی نے نہیں لکھی۔ تشریح پر یہ دو جلدیں علم تشریح کے قدیم ذخیرہ تصانیف میں اپنے حجم اور ضخامت کے لحاظ سے سب سے درجہ لئے ہوئے ہیں۔ دوشنبہ ۲۶ر شعبان ۹۷۰ھ میں ان کی تکمیل ہوئی ہے۔ کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں اس کا قلمی نسخہ میرے مطالعہ سے گذرا ہے۔

عماد الدین محمود شیرازی

عہد مغلیہ کے ایک دوسرے گرامی منزلت طبیب عماد الدین محمود شیرازی نے جہاں دوسرے

موضوعات پر کتابیں لکھیں وہاں رسالہ "فی التشریح" کے نام سے تشریح پر بھی اس نے ایک رسالہ تصنیف کیا[1]

غیاث الدین علی اصفہانی

غیاث الدین علی بن علی الحسنی الاصفہانی نے دانش نامہ جہاں کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی۔ جس میں عناصر، افلاک، برق، رعد وغیرہ قدیم طبیعیات کے موضوعات پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے آخر میں "تشریحات اعضاء انسان" کے نام سے ایک باب ہے۔ جس میں بتیس فصلیں ہیں۔ اس میں اعضاء ظاہری و باطنی، عظام، عضلات، اعصاب، شرائین، نخاع، آنکھ، طبقات چشم، مجری و منفذ ناک و کان، دہان، لسان، لہاۃ، لوزتین، حلق، مری، قصبۃ الریہ، تجویف صدر، ریہ، قلب، معدہ، ثرب، غشاء صفاقی، امعاء کبیرہ، مرارہ، طحال، گردہ، مثانہ، خصیتین، اوعیہ منی، قضیب اور رحم کی تشریح بیان کی گئی ہے۔ عضلات کی تعداد ۵۲۷ دی ہے۔ اور عضلہ کو عصب، رباط، لحم اور غشاء کا مرکب قرار دیا ہے۔ اعصاب کی کل تعداد ۷۷ لکھی ہے۔ اور دماغی اعصاب کے کل سات جوڑے اور نخاعی اعصاب کے اکتیس جوڑے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی تکمیل ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۱۷ھ میں ہوئی ہے۔ اور اس کا مخطوطہ طبیہ کالج قرول باغ دہلی کی لائبریری میں ہے۔

حکیم صادق خاں

خاندان شریفی کے ممتاز فرد حکیم صادق علی خاں متوفی ۱۲۶۴ھ نے ۱۲۳۷ھ میں شرح تشریح اعضاء مرکبہ لکھی جو نہایت مقبول ہوئی۔ اس کتاب کے مقدمہ میں انہوں نے تحریر کیا ہے "میں نے اپنے لڑکے غلام محمد خاں کو شرح جیلانی سے تشریح مرکبات پڑھاتے وقت یہ کتاب لکھی اور اس میں ضروری اضافات کئے"۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں افضل المطابع دہلی

۱۔ عماد الدین محمود شیرازی کی ایک کتاب "آتشک" پر ڈاکٹر سرل الگوڈ Dr. Cyril Elgood مصنف اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا نے حال ہی میں کام کیا ہے۔

میں چھپی ہے۔

انیس المشرحین

ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت ہندوستان میں جب ابتدائی طور پر مطبوعات کا سلسلہ شروع ہوا اور مختلف علوم پر کتابیں طبع ہوئیں، تو دوسرے موضوعات کے ساتھ ہی کلکتہ سے ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں علم تشریح کی ایک کتاب انیس المشرحین بھی شائع ہوئی۔ یہ رابرٹ ہوپر Robert Hooper کی تشریح کا ترجمہ تھا جو کمپنی کے طبی ملازم جان ٹٹلر John Tytler نے عربی میں کیا تھا۔ یہ کتاب محمڈن کالج کے نصاب کے لئے جو کمپنی کے زیر اختیار تھا، تیار کی گئی تھی۔

طب یونانی میں جدید مغربی معلومات سے سب سے زیادہ جس مضمون میں فائدہ اٹھایا گیا وہ علم تشریح ہے۔ اور غالباً انیس المشرحین پہلی کتاب ہے جو براہ راست انگریزی سے ترجمہ ہوکر ہندوستان میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد پھر جدید معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے دوسری تشریحی کتابیں لکھی گئیں۔

مدرسہ طبیہ دہلی

سلطنت مغلیہ کے زوال اور مغربی تسلط کے بعد ملک بالکل نئے حالات سے دوچار ہوا۔ علم کے جدید تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے ہر طرف مختلف تعلیمی تحریکیں شروع ہوئیں۔ طب یونانی کی تعلیم بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ اور طب کی پرائیویٹ اور قدیم طرز تعلیم کے بعد جب ایک نئے تعلیمی دور کا آغاز ہوا اور دہلی میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں نے ۱۸۸۲ء میں پہلے باقاعدہ طبی مدرسہ کی بنیاد ڈالی تو اس کے نصاب میں تشریح کو بڑی اہمیت دی گئی۔ کلیات قانون کا تشریحی حصہ داخل نصاب ہوا۔ اعضاء مفردہ کی پوری تشریح کے لئے قانون اور اعضاء مرکبہ کی تشریح کے لئے حکیم صاحب موصوف کے جد امجد حکیم صادق علی خاں کی لکھی ہوئی شرح تشریح اعضاء مرکبہ شامل نصاب کی گئی۔ اس کے بعد حکیم اجمل خاں مرحوم نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، انہوں نے

آگرہ میڈیکل کالج کے نصاب کی کتاب اناٹمی کا مکمل اردو ترجمہ تین حصوں میں تقسیم کرکے طبیہ کالج دہلی کی ہر جماعت کے نصاب میں شریک کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ "فن تشریح میں اس طرح تصرف کیا جائے کہ طب قدیم کے اجمالی مسائل تشریحیہ کی کافی وضاحت ہو جائے اور جو مسائل موجودہ تشریح کے مطابق ثابت نہ ہوں ان کو علیحدہ کرکے موجودہ تحقیقات کے مطابق اضافہ کر دیا جائے۔"[۱]

تکمیل الطب لکھنؤ

اسی طرح ہندوستان میں طب کے دوسرے اہم مرکز لکھنؤ میں شیخ الہند حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم نے جب باقاعدہ طبی مدرسہ تکمیل الطب قائم کیا تو اس کے نصاب میں ایک اہم مضمون کی حیثیت سے علم تشریح کو جگہ دی۔ ان دو ابتدائی باضابطہ طبی درس گاہوں کے بعد ملک میں جگہ جگہ طبی کالج قائم ہوئے اور ہر طبیہ کالج کے نصاب میں خاص اہمیت کے ساتھ تشریح کو داخل کیا گیا۔

طب کے ان دو مکاتب میں جہاں دوسرے طبی موضوعات میں اختلاف رہا وہاں تشریح کے سلسلہ میں بھی ان دونوں اسکولوں میں ایک دلچسپ بحث چھڑی رہی۔ حکیم عبدالمجید خاں کے فتویٰ دربارہ عدم حس مخ دماغ کی تردید میں لکھنؤ سے دو رسالے لکھے گئے۔ ایک حکیم مظفر حسین خاں مہتمم دارالشفاء شاہی شفاخانہ نے فارسی میں نہایۃ الاتفاق فی حس ابیان"۔ دوسرا حکیم عبدالوحید صاحب مرحوم[۲] نے بزبان فارسی "نہایۃ الاتحسان فی حس مخ الانسان" تحریر کیا۔ جس کے جواب میں دہلی اسکول کی طرف سے حکیم شفیق الرحمٰن صاحب مرحوم نے بزبان عربی "ایقاظ النعسان فی اغالیط غایۃ الاستحسان" لکھا۔

ملک میں جب تک فارسی زبان کا دور دورہ رہا اور طب فارسی میں پڑھائی جاتی رہی، تشریح کی تعلیم بھی فارسی میں ہوتی رہی اور گزشتہ ڈیڑھ سو برس سے جب اردو ہندوستان میں ایک علمی زبان کی حیثیت سے ابھرنی شروع ہوئی اور اس نے فارسی کی جگہ حاصل کی تو طب کی

۱۔ حیات اجمل۔ شفاء الملک حکیم رشید احمد خاں۔ صفحہ ۵۷

۲۔ والد شفاء الملک حکیم عبداللطیف صاحب فلسفی

دوسری کتابوں کے ساتھ تشریح کی کتابیں بھی اردو میں تصنیف کی گئیں اور اس سلسلہ میں کافی قابل لحاظ کام کیا گیا۔ مشاہدہ و معائنہ کے پیش نظر بعض قدیم غلطیوں کی تصحیح کی گئی اور تشریح میں جدید تحقیقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نئی دریافتوں کا اپنی اصطلاحات کے ساتھ اضافہ کیا گیا۔

"سب سے پہلے جس عربی تشریح کا اردو میں ترجمہ ہوا وہ یوحنا ورتبات کی تشریح تھی۔ یوحنا ورتبات نے کتاب التوضیح فی اصول التشریح کے نام سے جدید تشریح کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس نے ڈاکٹری اصطلاحوں کی ہم معنی اصطلاحیں وضع کی تھیں۔ جو اردو ترجمہ میں نقل کرلی گئیں[۱]"۔ منصور بن محمد کی فارسی کتاب "تشریح منصوری" کا بھی شروع ہی میں اردو ترجمہ کرلیا گیا تھا۔ بعد میں تشریحی کتابوں کی تالیف کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہوگیا۔

ان ابتدائی کتابوں میں تشریحات قطبیہ (جو مطبع نامی سے شائع ہوئی ہے۔ اسے اس مطبع نے تشریح کی مبسوط کتابوں سے خلاصہ کرکے مع تصاویر اعضاء تالیف کرایا تھا) تشریحات شمسیہ (تشریح کی اردو میں ایک جامع کتاب ہے) تشریح الاجسام اور حقائق تشریح لائق ذکر ہیں۔ حقائق تشریح کے دیباچہ میں اس کے مؤلف حکیم احمد الدین طبیب لاہوری لکھتے ہیں۔

" جب میں نے دیکھا کہ علم تشریح کی جامع اور حاوی کتاب کہ جس میں بدن انسانی کے اعضاء کی تشریح بالتفصیل کامل طور پر لکھی ہو قانون بوعلی اور اس کی شروح کے علاوہ اور کوئی کتاب طب یونانی کی نہیں ہے۔ اور قانون اور اس کی شروح ایک ایسی دقیق اور مشکل عربی کتب ہیں جن کا سمجھنا ہر ایک کے لئے آسان نہیں تو میں نے اس خیال کے تحت یہ کتاب لکھی"۔ اس دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں آزاد رنگ کی یہ پہلی تشریحی کتاب ہے۔ حکیم محمد کبیر الدین صاحب کی کتاب تشریح کبیر (دو حصوں میں) اور حکیم محمد شمس الحق خاں کی کتاب التشریح موسوم بہ تشریح الصغیر الحقانی (دو حصوں میں) اور حکیم ملک عطاء اللہ حبیب کی تشریح حبیب بھی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ دور جدید کے اطباء میں ماہرین تشریح کی حیثیت سے دو نام خاص طور پر لئے جانیکے لائق ہیں۔ ایک حکیم سید محمد عبد الرزاق اور دوسرے حکیم نذیر الدین احمد۔

۱۔ مقدمہ تشریح معالجین۔ حکیم نذیر الدین احمد۔ صفحہ ج

حکیم سید محمد عبد الرزاق

حکیم سید عبد الرزاق ابن حکیم سید محمد خورشید علی چاند پوری تشریح کے زبردست [illegible] اور دہلی کے مدرسہ طبیہ میں تشریح کے معلم تھے۔ اس مضمون میں ان [illegible] ہی زیادہ تھیں جتنی یورپ کے کسی بڑے سے بڑے ماہر تشریح کی ہو سکتی ہیں [illegible] کے ساتھ ہی جدید تشریح پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ تشریح کے ایک اعلیٰ مدرس ہی [illegible] کے مصنف کی حیثیت سے بھی ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ انہوں نے " زمانہ حال [illegible] موافق نہ صرف طب یونانی کی ایک بیش قدر خدمت کی بلکہ اس کے دامن پر [illegible] تشریح یونانی کے غیر مکمل ہونے کا تھا اسے چھڑانے کے لئے طب یونانی کے پوشیدہ [illegible] کو ملکی زبان میں ظاہر کرنے کی کوشش کی۔"

حکیم صادق خاں کی کتاب شرح تشریح اعضائے مرکبہ عربی جو قلمی صورت میں تھی، مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی ہدایت کے مطابق اس کی تصحیح میں انہوں نے بہت محنت اور عرق ریزی کی اور مناسب مواقع پر حواشی مفیدہ کا اضافہ کر کے شائع کیا۔

وہ توضیح البیانات فی شرح تشریح الشریانات کے نام سے عربی میں مع اردو ترجمہ کے ایک باتصویر کتاب شائع کرانے کا بھی ارادہ رکھتے تھے۔ اس کے تعارف کے لئے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں: "کون نہیں جانتا کہ ہمارے عزیز ترین فن کی تشریحی عظمت کو اگر کوئی ناگوار صدمہ پہنچانے والی بات ہے تو کسی مکمل اور مستقل تشریحی کتاب کا سردست ہمارے ہاتھوں میں نہ ہونا ہے اور یہی ایک ایسی کمی ہے جس کو طب قدیم کے مخالفین محسوس کر کے اپنی کوتاہ نظری کا سے ہم پر تشریح کے ناواقف ہونے کا غیر واجبی الزام لگاتے ہیں، چنانچہ اسی الزام کو دور کرنے کی غرض سے خاکسار نے قصد کیا ہے کہ تشریح قدیم کے متفرق مضامین کو ان کے مواقع سے چن کر تشریح جدید کے طور پر مرتب صورت میں اہل ملک کی خدمت میں پیش کرے۔ اس سلسلہ میں میری ناچیز کوشش کا نتیجہ قانون شیخ الرئیس کے مقالہ تشریح شریانات کی مفصل عربی شرح ہے۔"

ان کی یہ کتاب "توضیح البیانات فی شرح تشریح الشریانات" افسوس کتابی صورت میں شائع نہیں ہو سکی لیکن ماہنامہ مجلہ طبیہ دہلی جو مرحوم کی ادارت میں نکلتا تھا، اس کے صفحات میں یہ مسلسل بالاقساط شائع ہو کر محفوظ ہے اور نہایت قدر کی مستحق ہے۔ جنوری ۱۹۱۴ء کے رسالہ میں اس کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی۔ اس کے تعارف میں وہ لکھتے ہیں: "چونکہ اکثر ڈاکٹروں نے آج کل یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ طب یونانی تقویم پارینہ کی طرح ایک بیکار اور مردہ فن ہے خصوصاً اس میں فن تشریح اور جراحی کے شعبے نہایت ناقص اور سراسر غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ بقدر اپنی معلومات کے فن تشریح کی خدمت کر کے اسے اہل ملک بالخصوص اہل فن حضرات کے سامنے ایسی حالت میں پیش کروں کہ اگر وہ غور کریں تو بخوبی معلوم ہو سکے کہ موجودہ زمانہ کی رفتار پر نظر کرتے ہوئے تشریح یونانی کی خدمت کا جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے وہ کہاں تک کامیاب ثابت ہو سکتا ہے۔ اور تشریح یونانی کی نسبت ہمارے ڈاکٹروں کے خیالات واقعات سے کس قدر دور ہیں۔ اسی طرح عام ملکی اطباء نے اپنے فن تشریح کی طرف سے جس قدر غفلت اختیار کر رکھی ہے۔ اس کے سبب سے آج ہم ڈاکٹروں کو اپنے عزیز فن کی تحقیر میں دیدہ دہن پاتے ہیں ورنہ ہمارا فن تشریح بالکل ایسا ہیچ و ناکارہ نہیں ہے، جیسا کہ اسے ہمارے فن کے دشمنوں نے ناحق بدنام کر رکھا ہے۔ اسی بات کو ثابت کرنے کی غرض سے میں نے قانون شیخ الرئیس میں سے بالفعل شریانوں کی تشریح منتخب کر کے محض اپنی معلومات کی بنیاد پر اس کی شرح جدید طریقے سے لکھنی شروع کی ہے۔ اس شرح کے ملاحظہ سے ڈاکٹر صاحبان معلوم کر سکیں گے کہ تشریح یونانی کی نسبت اب تک ان کے خیالات کس قدر تاریکی میں تھے۔ اس شرح کے مطالب کو عام کرنے کی غرض سے میں نے اس کے ساتھ ہی دوسرے کالم میں اردو ترجمہ لکھنے کا بھی ارادہ کر لیا ہے۔"

ان کی ایک اہم کتاب تعلیم القابلہ ہے۔ اسے وہ پانچ حصوں میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کے صرف دو حصے حصہ اوّل و چہارم شائع ہو سکے۔ اس کا پہلا حصہ اعضاء نسواں کی تشریح پر ہے۔ یہ ۱۹۰۹ء میں طبع ہوا ہے اور اس کا انتساب نواب سلطان جہاں بیگم والیہ ریاست بھوپال کے نام ہے۔ دو سو بارہ صفحات کی اس کتاب میں چار باب ہیں۔

باب اوّل جوف عانہ اور اس کے متعلق دیگر حالات، باب دوم بیرونی اعضاء تناسل کی تشریح و منافع، باب سوم اندرونی اعضاء تناسل کی تشریح، باب چہارم پستان کی تشریح و منافع اور اس کی تفسیرات وغیرہ۔ اس کتاب میں ضروری تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اسکا چوتھا حصہ جو علاج سے متعلق ہے ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا ہے۔ مجلہ طبیہ دہلی جو مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی سرپرستی میں نکلتا تھا، اس کی ادارت کے فرائض بھی حکیم عبدالرزاق ہی انجام دیتے تھے۔ اس ماہنامہ نے اپنے زمانہ میں علم وفن کی بڑی مفید خدمت انجام دی ہے۔ حکیم محمد کاظم مرحوم کی کتاب 'اغذیۃ المرضی' کو بھی ان کی کوششوں سے ضروری ومفید حواشی کے ساتھ شائع ہوکر سامنے آنے کا موقع ملا۔

حکیم نذیر الدین احمد

اپنے تشریحی شغف اور ماہرانہ عبور کی وجہ سے حکیم نذیر الدین احمد بہت ممتاز ہیں۔ یہ بھی طبیہ کالج دہلی میں تشریح کے استاد رہے ہیں۔ فروق الامراض اور معالجات جدیدیا اول ودوم کے مصنف کے علاوہ وہ تشریح کی ضخیم اور بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ تشریح معالجین جسے انہوں نے آٹھ حصوں میں ترتیب دیا تھا۔ حصہ اوّل تشریح عظام، حصہ دوم تشریح مفاصل، حصہ سوم تشریح عضلات، حصہ چہارم تشریح احشاء، حصہ پنجم تشریح عروق، حصہ ششم تشریح اعصاب، حصہ ہفتم تشریح جنین اور حصہ ہشتم تشریح جراحی۔ میرے سامنے صرف حصہ اوّل تشریح عظام کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۴۰ء کا مطبوعہ ہے۔ بقیہ حصوں کی اشاعت کی غالباً نوبت نہیں آسکی۔ اس دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں۔ "میں چاہتا تھا کہ ایسی مکمل تشریح لکھی جائے کہ اس کی موجودگی میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے میں نے اس مرتبہ اسے مکمل لکھنے کی کوشش کی ہے، بلکہ اس کی بھی کوشش کی ہے کہ قدیم وجدید دونوں تشریحیں آپ کے سامنے آجائیں، تاکہ آپ اس سے واقف ہوجائیں کہ اطباء قدیم نے تشریح میں کہاں تک ترقی کی تھی اور اس کے بعد کیا کیا ترقیاں ہوئیں۔ تشریح قدیم کا قیمتی خزانہ جو بہت سی یونانی کتابوں میں متفرق ومنتشر

تھا تلاش کرکے میں نے ایک جا جمع و محفوظ کر دیا ہے اور اصل متن کے طور پر موٹے قلم سے لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد اس سے ذرا باریک قلم سے اس کے نیچے اس کی شرح کے طور پر تشریح جدید لکھی ہے۔ اور یونانی وعربی اصطلاحوں کے سامنے ڈاکٹری اصطلاحیں بھی انگریزی میں لکھ دی ہیں۔" اردو میں تشریح پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں کیا باعتبار زبان اور کیا باعتبار مواد یہ سب سے اعلیٰ ہے اور یہ نظامی اطلاقی سطحی اور جراحی تشریح پر مشتمل ہے۔

ہندوستان میں طبی تعلیم کا نیا دور شروع ہونے پر طبی درس گاہوں میں ڈسیکشن کی پوری اہمیت ملحوظ رکھی گئی اور تشریح علمی کے ساتھ تشریح عملی بھی لازمی قرار پائی اور تشریح عملی سے متعلق اطبار نے کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں حکیم نذیر الدین احمد کی کتاب تشریح عملی یا رہنمائے تقطیع نعش کو اوّلیت حاصل ہے۔ یہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا پہلا حصہ بالائی وزیریں اطراف اور دوسرا حصہ صدر و بطن سے متعلق ہے۔ بڑی تقطیع پر حصہ اوّل میں ۱۶۰ صفحات اور حصہ دوم میں ۲۰۵ صفحات ہیں۔ عملی تشریح کی یہ جامع اور عمدہ کتاب اردو میں اپنے طرز کی پہلی چیز ہے۔ انہوں نے خود اس کے متعلق لکھا ہے۔" یہ ظاہر ہے کہ علم التشریح بغیر تقطیع کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے قبل اُردو میں علم التقطیع پر ایسی کتاب جس میں یونانی و ڈاکٹری اصطلاحات موجود ہوں نہیں تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کرکے میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔" حال ہی میں اس موضوع پر حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی لیکچرار طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی 'انشراح' کے نام سے ایک اچھی کتاب سامنے آئی ہے۔

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۸	امراض	امراض کا	۶۱	۴	سنٹرے	سڑنے
۲۹	۲۱	کمو	کمیوں	۶۸	۲۴	اضافی	اضافی
۲۹	۲۲	ور	اور	۷۰	۱۴	جنین	جنہیں
۳۴	۶	زرانہ	زمانہ	۹۵	۷	لے	کے
۳۵	۱۴	راہیوں	راہبوں	۹۹	۲۰	بیان ہے	بیان کیا ہے
۳۶	۲۲	اور روسری	اور دوسری	۱۰۸	۱۶	جیسی	جنین
۳۸	۲	ستارہ	سفارہ	۱۱۷	۱	اختشار	انتشار
۴۰	۱۴	انھیں	انہیں	۱۱۹	۲	حواہ	خواہ
۴۱	۱۳	روسیا	روسیٹا	۱۲۰	۱۳	فولادی	فولاد کا
۴۱	۱۷	میلے	مسئلے	۱۲۳	۷	لو	کو
۴۱	۱۸	ستھر	پتھر	۱۲۴	۱۹	وساحت	وضاحت
۴۱	۲۱	متحف الصارہ	متحف الحضارہ	۱۲۶	۹	جلہ	جگہ
۴۲	۳	کے	کا	۱۴۴	۹	بقراط کے بعد	سقراط کے بعد
۴۵	۳	ہواؤں ہے	ہواؤں سے	۱۴۹	۵	رہتا	رستا
۵۷	۱۹	فص	قص	۱۴۹	۱۱	الجذاب	انجذاب
۵۷	۲۱	سنلی	ہنسلی	۱۵۲	۱۵	انہوں کے	انہوں نے
۶۰	۱۸	بیہ	فیہ	۱۷۴	۹	پہنچایا	پہنچا

ب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۶	۴	اپمیا	ایمپیا
۱۸۶	۱۸	میسلیا	میسلیا
۱۸۷	۷	خصوصاً اور	خصوصاً ابعد
۱۸۷	۷	کشکل	بشکل
۱۸۷	۱۲	سلوسیاکے ابرونفیس	سلوسیاکے اپولونیس
۱۸۷	۱۹	ہیسوڈورس	مینوڈورس
۱۸۹	۶	کتی	بھی
۱۸۹	۱۲	پرستان	پرستانہ
۱۸۹	۱۸	اسباب	اسباب پر
۱۹۱	۲	بقراطی	یہ بقراطی
۱۹۱	۸	وڈیکا	لوڈیکا
۲۰۴	۱۵	نخارع کے	نخارع کے ع
۲۰۷	۱۴	ے محرکی	نے محرکی
۲۱۲	۸	السنہیں	اور انہیں
۲۱۵	۱۶	ون	خون
۲۲۵	۸	کے صدد	کے صدود
۲۲۸	۱۸	ہاں تک	یہاں تک
۲۴۳	۲	پار	چار
۲۴۵	۱۱	مہرشبت	مہر نبوت
۲۵۲	۲	بالبیس	بالیس

ماخذ

عربی

۱۔ الفہرست ابن ندیم۔ مطبوعہ لیپزگ ۱۸۷۱ء

۲۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء، ابن ابی اصیبعہ۔ مطبوعہ مصر ۱۸۸۲ء

۳۔ اخبار الحکماء۔ قفطی۔ مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ

۴۔ کشف الظنون۔ ملا کاتب چلپی، مطبع عالم ۱۳۱۰ھ۔

۵۔ تاریخ الیعقوبی۔ مطبع بریل، ۱۸۸۳ء

۶۔ تاریخ مختصر الدول، ابوالفرج ابن العبری، بیروت ۱۸۹۰ء

۷۔ طبقات الامم، قاضی صاعد اندلسی، مطبع سعادۃ مصر

۸۔ صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب، نوفل آفندی، مطبع امیرکان بیروت

۹۔ کتاب الکافی فی تاریخ مصر القدیم والحدیث، میخائیل شاروبیم بک مصر ۱۸۹۸ء

۱۰۔ رحلۃ ابن جبیر، مطبع بریل ۱۹۰۷ء

۱۱۔ الف لیلۃ ولیلۃ، کلکتہ ۱۸۴۲ء

۱۲۔ کتاب الفخری، طباطبائی، مطبع موسوعات۔ مصر ۱۳۱۷ھ

۱۳۔ معالجات بقراطیہ، احمد طبری۔ قلمی نسخہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۴۔ قانون ابن سینا۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ

۱۵۔ شرح اسباب۔ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۲۱ء

۱۶۔ جامع الشرحین، آملی وگیلانی

۱۷۔ کتاب التصریف، ابوالقاسم زہراوی

۱۸۔ تنقیح المناظر، علامہ کمال الدین فارسی مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۴۷ھ

۱۹۔ العمدۃ فی الجراحۃ۔ ابن القف

ل

فارسی

۲۰۔ تاریخ طب ایران۔ دکتر محمود نجم آبادی تہران ۱۹۶۲ء

انگریزی

۲۱۔ ہسٹری آف میڈیسین۔ نیوبرگر۔ لندن ۱۹۱۰ء
۲۲۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ میجر، امریکہ
۲۳۔ انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف میڈیسین۔ گیریسن۔ فلاڈلفیا ۱۹۲۹ء
۲۴۔ انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس۔ جارج سارٹان ۱۹۵۳ء
۲۵۔ ایوولوشن آف ماڈرن میڈیسین، سر ولیم آسلر
۲۶۔ اے میڈیکل ہسٹری آف پرشیا۔ ڈاکٹر سرل الگوڈ ۱۹۵۱ء
۲۷۔ اوریجن اینڈ گروتھ آف دی ہیلنگ آرٹ۔ ایڈورڈ برو ڈ
۲۸۔ اے شارٹ ہسٹری آف میڈیسین۔ اکرک نیکٹ
۲۹۔ شارٹ ہسٹری آف میڈیسین، پاگنٹر و کیلے
۳۰۔ اے پکٹوریل ہسٹری آف میڈیسین، اوٹو ایل بیٹمین، یو ایس اے
۳۱۔ سائنٹز لائٹس آن دی ہسٹری آف میڈیسین، سر زکیری کوپ، لندن
۳۲۔ پیکس آف میڈیکل ہسٹری، چارلس ایل ڈنا
۳۳۔ اے ہسٹری آف میڈیسین، ڈگلس گتھری، ٹورنٹو ۱۹۴۷ء
۳۴۔ اے شارٹ ہسٹری آف سائنس، سر ولیم سیسل ڈیمپائر
۳۵۔ عربین میڈیسین۔ ایڈورڈ جی براؤن ۱۹۲۱ء
۳۶۔ عربین میڈیسین۔ ڈونلڈ کیمبل۔ لندن ۱۹۲۱ء
۳۷۔ آؤٹ لائن آف عرب کنٹری بیوشن ٹو میڈیسین اینڈ الائیڈ سائنسیس، امین اے خیراللہ، بیروت
۳۸۔ ہسٹری آف عربس، فلپ کے ہٹی
۳۹ لیگیسی آف اسلام، سر تھامس آرنلڈ ۱۹۳۹ء
۴۰۔ اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین میڈیکل لٹریچر، ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی، کلکتہ ۱۹۵۹ء

۴. دی ہسٹری آف دی ڈیولپمنٹ آف اورنارلج ریگارڈنگ دی سرکلیٹری سسٹم، ڈاکٹر خورشید حسین، حیدر آباد

۴. ماڈرن میڈیسین اینڈ اینشینٹ سخالس، ڈاکٹر ایچ. ایس، زیدی، جام شورا (پاکستان)

۴۱. جینوئن ورکس آف ہپاکریٹس، فرانسیس آڈمس

۴۲. حنین ابن اسحاق۔ برگ اسٹراسر، لیڈن ۱۹۱۳ء

۴۲. ابو علی ابن سینا۔ ڈاکٹر تاج الدین

۴. اینشینٹ انڈین میڈیسین۔ ڈاکٹر کوٹمیاہ، ۱۹۶۲ء

۴. میڈیسین آف اینشینٹ انڈیا، ہارنل

۴. اے ٹیکسٹ بک آف آیورویدا، لکشمی پاٹھی، جام نگر

۴. گریز اناٹمی

۵. اسٹارلنگ پرنسپلز آف ہیومن فزیالوجی

۵. کننگھم مینوئل آف پریکٹیکل اناٹمی

۵. بلیٹن آف دی ہسٹری آف میڈیسین۔ بالٹی مور، میری لینڈ۔ یو۔ ایس۔ اے

۵۱. سٹڈ ہافس آکیو، روڈلف ای سیگل

ردو

۵۱. تمدن عرب، گستاولیبان، مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی ۱۸۹۸ء

۵. تاریخ عرب، موسیو سیدیو

۵. تاریخ یونان قدیم۔ پروفیسر اڈولف ہولم مترجمہ محمد ہارون خاں شروانی ۱۹۲۷ء

۵. قوی طبعیہ، جالینوس، مترجمہ ڈاکٹر صادق حسین

۵. معرکہ مذہب وسائنس، جان ولیم ڈریپر، مترجمہ ظفر علی خاں ۱۹۱۰ء

۵. قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، گوری شنکر ہیرا چند اوجھا مترجمہ پریم چند

۶. علم وعمل طب، ڈاکٹر کرنل بھولا ناتھ

۶. طب اور سائنس۔ شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی

۶. تاریخ فلسفہ سیاسیات، پروفیسر محمد مجیب ۱۹۳۶ء

و

اشاریہ

ا

ف

ی